صراطِ مستقیم

مولانا وحید الدین خاں

مکتبہ الرسالہ ، نئی دہلی

Sirat-e-Mustaqim
By Maulana Wahiduddin Khan

First published 1985
Reprinted 1994, 1998

Al-Risala Books
The Islamic Centre
1, Nizamuddin West Market, New Delhi 110 013
Tel. 4611128, 4611131
Fax 91-11-4697333

Distributed in U.K. by
IPCI: Islamic Vision
481, Coventry Road, Birmingham B10 0JS
Tel. 0121-773 0137, Fax: 0121-766 8577

Distributed in U.S.A. by
Maktaba Al-Risala
1439 Ocean Ave., 4C Brooklyn, New York NY 11230
Tel. 718-2583435

Printed by Nice Printing Press, Delhi

فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

آغاز کلام

سورج اپنے روشن چہرہ کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور انسان کے اوپر اس طرح چمکتا ہے جیسے وہ کوئی پیغام سنانا چاہتا ہو۔ مگر وہ کچھ کہنے سے پہلے ڈوب جاتا ہے۔ درخت اپنی ہری بھری شاخیں نکالتے ہیں، دریا اپنی موجوں کے ساتھ رواں ہوتا ہے۔ یہ سب بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ مگر انسان ان کے پاس سے گزر جاتا ہے، بغیر اس کے کہ ان کا کوئی بول اس کے کان میں پڑا ہو۔ آسمان کی بلندیاں، زمین کے مناظر سب ایک بہت بڑے "اجتماع" کے شرکا معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان میں سے ہر ایک خاموش کھڑا ہوا ہے۔ وہ انسان سے ہم کلام نہیں ہوتا۔

کائنات کیا گونگے شاہکاروں کا ایک عظیم عجائب خانہ ہے۔ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس خدا کا ایک پیغام ہے اور اس کو وہ ابدی زبان میں نشر کر رہا ہے۔ مگر انسان دوسری آوازوں میں اتنا کھویا ہوا ہے کہ اس کو کائنات کا خاموش کلام سنائی نہیں دیتا۔

پیغمبر اسی بے الفاظ خدائی کلام کو الفاظ دیتا ہے۔ وہ خاموش پیغام کو ہمارے لئے سننے کے قابل بناتا ہے۔

پیغمبر بتاتا ہے کہ خدا کا وہ دین کون سا ہے جو اس کو انسان سے بھی مطلوب ہے اور بقیہ کائنات سے بھی۔

پیغمبر کے لائے ہوئے اس دین کی بنیاد قرآن پر ہے جو خدا کی طرف سے عربی زبان میں اتارا گیا ہے۔ پھر اس کتاب کی مزید وضاحت سنت سے ہوتی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات کی صورت میں کتابوں کے وسیع ذخیرہ میں مرتب ہو کر موجود ہے۔ جو شخص سنجیدگی کے ساتھ اس کو جاننا چاہتا ہو اس کو چاہئے کہ ان کتابوں کو پڑھے۔ کیونکہ یہی وہ کتابیں ہیں جو دین خداوندی کو سمجھنے کے لئے اصل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جو لوگ ان کتابوں کے پورے ذخیرے کے مطالعہ کا وقت نہ رکھتے ہوں ان کے لئے کم سے کم مختصر نصاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

قرآن مجید
سیرۃ نبوی از حافظ ابن کثیر
مشکوٰۃ المصابیح
حیاۃ الصحابہ از مولانا محمد یوسف کاندھلوی

یہ سب معروف و مشہور کتابیں ہیں اور ہر جگہ بآسانی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ یہ کتابیں اصلاً عربی زبان میں ہیں۔ تاہم ان کے ترجمے مختلف زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ پڑھنے والا اپنی سہولت کے مطابق ان کو اپنی مطلوبہ زبان میں حاصل کر کے پڑھ سکتا ہے۔

زیر نظر کتاب اسی دین خداوندی کے عمومی اور ابتدائی تعارف کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اگر وہ پڑھنے والے کے اندر یہ شوق پیدا کر دے کہ وہ اس دین کا مزید تفصیلی مطالعہ کر کے حقیقت کو جاننے کی کوشش کرے تو یہی اس کی کامیابی کے لئے کافی ہے۔

وحید الدین ۲۷ دسمبر ۱۹۸۰

سچار استہ

اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ تم اسی پر چلو۔ اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو راستہ سے ہٹا کر متفرق کر دیں گے۔ تمہارا رب تمہیں اسی کی تاکید کرتا ہے تاکہ تم بچو۔

قرآن ۶ : ۱۵۴

بامقصد زندگی

انسان کا اعلیٰ ترین شرف کیا ہے۔ اس کا ایک ہی جواب ہے۔ اور وہ ہے "بامقصد زندگی"۔ بامقصد زندگی انسانی ترقی کی اعلیٰ ترین منزل ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی بھی ایسا کام جس میں بظاہر کوئی غرض شامل ہو اس کو اختیار کرنے سے زندگی بامقصد ہو جائے گی۔ نہیں۔ بلکہ وہی زندگی حقیقتہً بامقصد زندگی ہے جس میں انسان اپنی اعلیٰ ترین حیثیت کو پالے، جس میں اسکی شخصیت اپنے امتیازی وصف کے ساتھ ظہور کر سکے۔

ایک جانور اپنی غذا کے لئے دوڑ رہا ہے، ایک چڑیا موسم کی تبدیلی کے وقت کسی دوسرے بہتر علاقے کی تلاش میں اڑان کر رہی ہے، ایک بھڑ مٹی کے گارے سے اپنا مکان بنانے میں مصروف ہے، ہرن کا ایک غول جنگل کے درندوں سے بچاؤ کے لئے تدبیر اختیار کر رہا ہے ـــــ بظاہر یہ سب بامقصد عمل کی صورتیں ہیں، مگر بامقصد زندگی کا لفظ جب انسان کے لئے بولا جائے تو اس سے مراد اس قسم کی کوئی سرگرمی نہیں ہوتی۔ بلاشبہہ انسان کو دنیا میں جو کچھ کرنا ہے اس میں سے ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ اپنے لئے کھانا، کپڑا، مکان اور دوسری ضروریات کا انتظام کرے۔ مگر یہ مقصدیت کی وہ سطح ہے جہاں انسان اور حیوان دونوں یکساں ہوتے ہیں۔ جبکہ انسان کے اعتبار سے بامقصد زندگی صحیح معنوں میں وہ ہوگی جہاں وہ اپنے حقیقی شرف کے ساتھ نظر آرہا ہو۔ جب وہ مشترک حیوانیت سے آگے بڑھ کر ممتاز انسانیت کی شکل اختیار کر لے۔

دنیا میں دو طرح کی چیزیں ہیں۔ جاندار اور بے جان۔ ظاہر ہے کہ جاندار چیزوں کو بے جان اشیاء پر ایک برتری حاصل ہے۔ اب جاندار چیزوں کو دیکھئے تو ان کی تین قسمیں ملیں گی۔ نباتات، حیوانات اور انسان۔ جدید سائنس دانوں نے تحقیق سے معلوم کیا ہے کہ نباتات بھی ذی حیات اشیاء ہیں، ان کے اندر نمو، حرکت، تغذیہ، احساس اور اس طرح کی دوسری چیزیں پائی جاتی ہیں جو صرف ذی حیات اشیاء کی خصوصیات ہیں۔

مگر حیات کا زیادہ اعلیٰ نمونہ حیوانات اور انسان ہیں۔ انسان کو حیوانات پر کس پہلو سے تفوق حاصل ہے، اس کا جواب عرصہ سے دیا جاتا رہا ہے۔ اور بڑے بڑے اذہان اس پر کام کرتے رہے ہیں۔ مگر موجودہ زمانہ کے علمائے حیاتیات کا ذہن جہاں آکر ٹھہرا ہے وہ

یہ کہ انسان کی مابہ الامتیاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ تصوری فکر (Conceptual Thought) کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جب کہ دیگر حیوانات اس سے محروم ہیں۔ انسان جب سوچتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ میں سوچ رہا ہوں۔ وہ اپنے عمل کا شعوری طور پر اپنے ذہن میں نقشہ بناتا ہے۔ وہ ارادی فکر کے ساتھ کام کرتا ہے، جب کہ دیگر حیوانات کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ بظاہر وہ بھی بہت سے ایسے کام کرتے ہیں جو انسان کرتا ہے۔ مگر ان کا عمل سوچے سمجھے فکر کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ محض جبلت کے تحت ہوتا ہے۔ ان کی خواہشیں زور کرتی ہیں۔ ان کی ضروریات ان سے تقاضا کرتی ہیں، ان کی طبیعت انہیں اکساتی ہے۔ اور اس طرح خارجی اثرات اور اندرونی دباؤ کے تحت وہ کوئی کام کرنے لگتے ہیں۔

انسان کی اسی امتیازی خصوصیت میں اس بات کا جواب ہے کہ وہ کون سا کام ہے جو انسان کا اعلیٰ ترین مقصد قرار پا سکتا ہے۔ یہ مقصد وہی ہو سکتا ہے جو خواہشات کے دباؤ یا فوری ضروریات کے تقاضے کے تحت نہ بنا ہو بلکہ وہ سوچی سمجھی ہوئی ایک راہ ہو جس میں انسان کے امتیازی وصف کی شان پائی جائے، جس میں انسانی شخصیت کا اعلیٰ ترین پہلو جگمگا رہا ہو۔ جس میں انسان اپنی بلند ترین حیثیت میں پوری طرح نمایاں ہو گیا ہو۔

یہاں پہنچ کر جب ہم قرآن کو دیکھتے ہیں تو وہاں اس سلسلے میں ہم کو واضح رہنمائی ملتی ہے۔ قرآن میں انسانی زندگی کا مقصد ان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے:

وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون	اور میں نے جن اور انسان صرف اس لئے بنائے
ما ارید منهم من رزق وما ارید ان یطعمون	ہیں کہ وہ میری عبادت کریں میں ان سے رزق
ان الله هو الرزاق ذو القوة المتین ٥	نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا کہ وہ مجھ کو کھلائیں
ذاریات — آخر	اللہ ہی روزی دینے والا اور زور آور مضبوط ہے۔

ان آیات میں انسانی زندگی کا مقصد خدا کی عبادت قرار دیا گیا ہے۔ یہ مقصد ایسا ہے جس میں انسان کا امتیاز اپنی آخری شکل میں ظہور کرتا ہے۔ یہ مقصد انسان کو حیوانی سطح سے اتنا اوپر لے جاتا ہے کہ حیوانی زندگی کی کوئی آلائش اس کے ساتھ باقی نہیں رہتی۔ آیت میں کہا گیا ہے کہ خدا تم سے اپنے لئے روزی نہیں مانگتا۔ بلکہ وہ خود تمہاری روزی کا ذمہ دار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی عبادت زندگی کا ایسا مقصد ہے جو محض اندرونی خواہشات کے زور یا خارجی اثرات کے دباؤ سے نہیں بن جاتا۔ بلکہ وہ خالص فکر کے تحت وجود میں آتا ہے۔ آدمی اپنی ذات اور اپنے

ماحول سے بلند ہو کر سوچتا ہے جبھی وہ سمجھ سکتا ہے کہ کوئی بالاتر مقصد ہے جس کو اسے اپنی زندگی کا مرکز و محور بنانا چاہیئے۔

اس مقصد کے لئے متحرک کرنے والی چیز یہ نہیں ہے کہ اپنی یا دوسرے کی مادی ضرورتیں پوری کی جائیں۔ اس میں نہ عابد کی اپنی خواہشات کی تکمیل رہنما ہوتی ہے اور نہ معبود کی خواہشات کی تکمیل۔ بلکہ یہ مقصد ان سب سے بلند تر ایک نشانہ آدمی کو دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا نشانہ ہے جو نہ اندرونی تقاضے کے تحت وجود میں آتا اور نہ بیرونی دباؤ کے تحت۔ بلکہ وہ خالصتہً تصوری فکر کے تحت بنتا ہے۔

جب ایک شخص کاروبار کرتا ہے، روپیہ کماتا ہے، مکان تعمیر کرتا ہے، معیار زندگی بڑھانے میں اپنی قوتیں لگا دیتا ہے، عمدہ سواری، عمدہ مکان، عمدہ فرنیچر، عمدہ لباس، عمدہ دسترخوان کا اہتمام کرتا ہے تو بظاہر وہ ایک مقصد میں لگا ہوا ہے مگر ایسی زندگی کو بامقصد زندگی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ انسان کی امتیازی حیثیت اس طرح کے کسی مقصد میں پوری طرح نمایاں نہیں ہوتی۔ بظاہر اس طرح کی زندگی میں بھی آپ کا ارادی فکر کام کرتا ہے لیکن گہرائی کے ساتھ دیکھئے تو اس راہ میں جس چیز نے آپ کو ڈالا ہے وہ اپنے آخری تجزیے میں وہی داعیہ ہے جو ایک حیوان کو مختلف شکلوں میں متحرک کرتا ہے۔ یعنی خواہشات کا زور، ضروریات کا دباؤ، اندرونی تقاضوں کی تکمیل کا احساس۔ حقیقتہً اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں جو آپ کی معاشی زندگی میں آپ کی رہنمائی کر رہی ہو۔

آدمی جب بڑا ہوتا ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی کچھ مادی ضرورتیں ہیں جن کو حاصل کئے بغیر وہ زندگی نہیں گزار سکتا، اسے کھانے کی، کپڑے کی، مکان کی ضرورت ہے اسے ایسے قابل اعتماد ذریعۂ معاش کی ضرورت ہے جس سے آخر وقت تک وہ گزر سکے یہ چیز فطری طور پر اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ ان چیزوں کو حاصل کرے۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر وہ دیکھتا ہے کہ یہ چیزیں جس کے پاس افراط کے ساتھ ہوتی ہیں اس کی عزت ہوتی ہے۔ وہ ہر قسم کی خوشیوں اور لذتوں کو حاصل کرنے میں کامیاب رہتا ہے۔ اس کی بات بلا دلیل مان لی جاتی ہے، کوٹھی اور موٹر اور بینک بیلنس اس کو وہ سب کچھ دیدیتے ہیں جس کی کوئی شخص اس دنیا میں تمنا کر سکتا ہے، یہ حالات اور یہ مشاہدہ اسے اکساتا ہے کہ وہ صرف ضروری معاش کے حصول پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر زیادہ سے زیادہ کمانے کی فکر کرے۔

بازاروں کی چہل پہل، دفتروں کی شان وشوکت اور بلڈنگوں کے پرکشش مناظر جن میں ہم انسان کو سرگرم دیکھتے ہیں، حقیقۃً وہاں ان کے سوچے سمجھے فکر نے ان کی رہنمائی نہیں کی ہے۔ بلکہ ان کی ضرورتیں ان کی خواہشیں ان کی امنگیں اور دنیا میں باعزت اور سربلند جگہ حاصل کرنے کے بارہ میں ان کے حوصلوں نے ان کی رہنمائی کی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کو وہ مقصد نہیں قرار دیا جا سکتا جو انسانی شرف کی اعلیٰ ترین منزل ہے۔

انسان کا اعلیٰ ترین شرف کوئی ایسا مقصد ہی ہو سکتا ہے جو حقیقۃً خالص غور وفکر کے نتیجہ میں وجود میں آیا ہو۔ جو اندرونی خواہشوں اور ماحول کے دباؤ کے نتیجہ میں وقوع پذیر نہ ہوا ہو۔ یہ مقصد "خدا کی رضا جوئی" کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ جب آدمی خدا کی رضا کو اپنا مقصد بناتا ہے تو یہاں اس کے انسانی اوصاف پوری طرح جلوہ گر ہوتے ہیں۔ یہ ان تمام چیزوں سے بلند تر ایک مقصد ہے، جس میں کوئی حیوان مصروف ہے۔ اس مقصد کو اختیار کرکے انسان فی الواقع تمام حیوانات سے مختلف ہو جاتا ہے، یہ انسانی شرف کی آخری انتہا ہے۔

زندگی کا مقصد، ایک لفظ میں، زندگی کو بامعنی بنانے کی کوشش ہے۔ زندگی کو بامعنی بنانے کا منصوبہ ہمیشہ اس فرد کے اعتبار سے متعین ہوتا ہے جس کی زندگی کو بامعنی بنانا مطلوب ہے۔ مثلاً بھیڑوں اور بکریوں کے گلہ کو بامعنی بنانا ہو، یا گایوں اور بھینسوں کو بامعنی بنانے کا سوال ہو تو اس کا منصوبہ حیوانی سطح پر بنے گا۔ جیسا کہ ہم عام طور پر اس قسم کے منصوبوں میں دیکھتے ہیں۔

مگر انسان کا مقصد متعین کرنا، بالفاظ دیگر، انسان کی ہستی کو بامعنی بنانا ایک انسانی منصوبہ ہے نہ کہ حیوانی منصوبہ۔ ایسے منصوبہ کو یقینی طور پر ایسا ہونا چاہئے جو انسان کی امتیازی حیثیت کے عین مطابق ہو۔ جو انسان کو اس کی اصل خصوصیت کے اعتبار سے ترقی اور کامیابی کے مقام کی طرف لے جانے والا ہو۔

خدا کا عابد بننا اپنی حیثیت واقعی کا اعتراف کرنا ہے، اور اپنی حیثیت واقعی کا اعتراف ہی انسان کا سب سے بڑا مقصد ہے۔

انسان کی تلاش

انسان ایک کامل دنیا چاہتا ہے، مگر وہ ایک ناقص دنیا میں رہنے کے لئے مجبور ہے۔ ہماری خوشیاں بے حد عارضی ہیں۔ ہماری ہر کامیابی اپنے ساتھ ناکامی کا انجام لئے ہوئے ہے۔ ہم اپنی امیدوں کی "صبح" کو بھرپور دیکھ بھی نہیں پاتے کہ اس پر "شام" آجاتی ہے۔ ہماری زندگی کے درخت پر شادابی اور بہار کے چند سال بھی نہیں گزرتے کہ حادثہ اور بڑھاپا اور موت اس کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جیسے کہ اس کی کوئی حقیقت ہی نہ تھی۔

پھول کس قدر حسین ہوتے ہیں، مگر پھول صرف اس لئے کھلتے ہیں کہ وہ مرجھا جائیں۔ سورج کی روشنی کتنی لطیف ہے، مگر سورج کی روشنی کے لئے مقدر ہے کہ وہ کچھ دیر کے لئے چمکے اور اس کے بعد رات کا تاریک پردہ اسے چھپالے۔ ایک زندہ انسان کیسا معجزاتی وجود ہے، مگر کوئی انسان اپنے آپ کو موت اور حادثات سے نہیں بچا سکتا۔ یہی موجودہ دنیا کی تمام چیزوں کا حال ہے۔ یہ دنیا ناقابل قیاس حد تک نفیس اور بامعنی ہے۔ مگر یہاں کی ہر خوبی زائل ہونے والی ہے، یہاں کی ہر چیز میں کوئی نہ کوئی نقص کا پہلو ہے جو کسی طرح اس سے جدا نہیں ہوتا۔ جو خدا اپنی ذات میں کامل ہو وہ ایک ایسی کائنات کو پیدا کرنے پر اکتفا نہیں کر سکتا جو اپنی ذات میں ناقص ہو۔ کامل کا غیر کامل پر ٹھیر جانا ممکن نہیں۔ یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ موجودہ دنیا آخری نہیں۔ ضرور ہے کہ اس کے بعد ایک اور دنیا آئے جو موجودہ دنیا کی کمیوں کی تلافی کرنے والی ہو۔

موجودہ دنیا کے متعلق یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ فانی ہے۔ وہ تقریباً ۲۰ ہزار ملین سال پہلے ایک وقت خاص میں وجود میں آئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات کا خالق ازلی وجود رکھنے والا ہے۔ ایک ازلی خالق ہی ایک غیر ازلی مخلوق کو پیدا کر سکتا ہے۔ خدا اگر ہمیشہ سے نہ ہو تو وہ کائنات کبھی موجود نہیں ہو سکتی جو ہمیشہ سے نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فانی کائنات کو ماننے کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ ہم ایک غیر فانی خالق کو مانیں۔ "فانی" کائنات کا موجود ہونا ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ یہاں ایک "غیر فانی" خالق موجود ہے۔ خالق اگر غیر ابدی ہوتا تو وہ سرے سے موجود ہی نہ ہوتا، اور جب خالق موجود نہ ہوتا تو مخلوقات کے وجود میں آنے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔

جب ہم کہتے ہیں کہ دنیا "۲۵ نومبر" کو پیدا ہوئی تو اس کا لازمی مطلب یہ ہوتا ہے کہ ۲۵ نومبر سے

پہلے بھی کوئی موجود تھا جس نے اس کو پیدا کیا۔ اگر کہا جائے کہ پیدا کرنے والا بھی کسی پچھلے "۲۵ نومبر" کو پیدا ہوا تھا تو یہ بات بالکل بے معنی ہوگی۔ پیدا کرنے والا اگر پچھلے کسی ۲۵ نومبر کو پیدا ہونے والا ہو تو وہ کبھی پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ خالق ہمیشہ سے تھا، اسی لئے اس نے غیر ہمیشہ کو پیدا کیا، اگر وہ ہمیشہ سے نہ ہوتا تو وہ سرے سے موجود نہ ہوتا پھر غیر ہمیشہ کا وجود کہاں سے آتا۔

خدا ازلی ہے اور اسی لئے خدا ایک کامل ہستی ہے۔ کیونکہ ازلیت کمال کا سب سے بڑا وصف ہے۔ جو ازلی ہو وہ لازماً کامل بھی ہوگا۔ ازلیت اور کمال دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔

موجودہ دنیا خدا کی صفات کا ایک ظہور ہے۔ مگر موجودہ دنیا میں کمی اور محدودیت کا ہونا بتاتا ہے کہ موجودہ دنیا خدا کی صفات کا کامل ظہور نہیں۔ کامل اور ابدی خدا کی صفات کا کامل ظہور وہی ہے جو خود بھی کامل اور ابدی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری دنیا کو ابھی ایک اور دنیا کا انتظار ہے، خدا کی صفات کا ظہور اپنی تکمیل کے لئے ابھی ایک اور ظہور کا تقاضا کرتا ہے۔

جنت خدا کی وہ دنیا ہے جہاں اس کی صفات اپنے پورے کمال کے ساتھ ظاہر ہوں گی۔ جنت ان تمام کمیوں سے پاک ہوگی جن کا ہم آج کی دنیا میں تجربہ کرتے ہیں۔ جنت خدا کی اس قدرتِ کاملہ کا مظہر ہے کہ وہ حسن میں ابدیت کی شان پیدا کر سکتا ہے، وہ لذت کو لامحدود بنانے کا اختیار رکھتا ہے۔ وہ ایسی دنیا کی تخلیق کر سکتا ہے جہاں اتھاہ سکون ہو اور جس کا چین کبھی ختم نہ ہو سکے۔

ہر آدمی ایک اَن دیکھے سکون کی تلاش میں ہے۔ ہر آدمی ایک ایسی مکمل دنیا کا طالب ہے جس کو وہ ابھی تک پا نہ سکا۔ یہ طلب موجودہ کائنات میں اجنبی نہیں۔ جو کائنات ایک ازلی خدا کی شہادت دے رہی ہو وہاں ازلی خوبیوں کی ایک دنیا کا ظہور اتنا ہی ممکن ہے جتنا خود موجودہ غیر ازلی دنیا کا ظہور۔ کیونکہ جس کائنات کا خالق اپنی ذات میں ازلی ہو وہ اپنی صفات کے غیر ازلی ظہور پر اکتفا نہیں کر سکتا۔ جس خدا نے نیست سے ہست کو پیدا کیا وہ یقیناً ہست میں ابدیت کی شان بھی پیدا کر سکتا ہے، اور یقیناً دوسرا کارنامہ پہلے کارنامہ سے کچھ مشکل نہیں۔

ازلیت ایک خاص الخاص خدائی صفت ہے، اس صفت میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔ ازلیت

اعلیٰ ترین کمال ہے جو صرف ایک خدا کے لئے سزاوار ہے۔ وہ جنت جو خدا کی صفتِ ازلیت کا ظہور ہو وہ ایسی عجیب وغریب چیز ہوگی جس کا آج کوئی انسان تصور نہیں کر سکتا۔ وہ حسن جس کے لئے کبھی مرجھانا نہ ہو، وہ لذت جو کبھی ختم ہونے والی نہ ہو، وہ عیش جس کا تسلسل ابدی طور پر باقی رہے، امیدوں اور تمناؤں کی وہ دنیا جس کے کمالات پر کبھی کوئی زوال نہ آئے، ایسی جنتی دنیا اتنی حیرت ناک حد تک لذیذ ہوگی کہ آدمی نیند کے بقدر بھی اس سے انقطاع نہ چاہے گا خواہ اس پر اربوں اور کھربوں سال کیوں نہ گزر جائیں۔

انسان ہمیشہ ایک ایسی زندگی کی تلاش میں رہتا ہے جس میں اس کو ابدی آرام حاصل ہو۔ یہ تلاش صحیح بھی ہے اور انسانی فطرت کے مطابق بھی۔ مگر ہمارے خوابوں کی یہ زندگی ہمیں موجودہ دنیا میں نہیں مل سکتی۔ موجودہ دنیا میں ابدی خوشیوں کا نظام بننا ممکن نہیں۔ یہاں وہ اسباب موجود ہی نہیں جو ابدی خوشیوں اور راحتوں کی دنیا کو ظہور میں لانے کے لئے ضروری ہیں۔

پیغمبر نے بتایا کہ موجودہ دنیا کو خدا نے امتحان کی جگہ بنایا ہے نہ کہ انعام پانے کی جگہ۔ یہاں صرف وہ اسباب جمع کئے گئے ہیں جو آدمی کے امتحان کے لئے ضروری ہیں۔ خوشیوں اور راحتوں کی ابدی زندگی حاصل کرنے کے لئے جو اسباب درکار ہیں وہ دوسری دنیا میں فراہم ہوں گے جو موجودہ دنیا کے بعد ہمارے سامنے آنے والی ہے۔ ہمارے اور اس اگلی دنیا کے درمیان موت کا فاصلہ ہے۔ موت آدمی کے امتحان کی تکمیل کا وقت ہے اور اسی کے ساتھ آگے کی ابدی دنیا میں داخل ہونے کا بھی۔

جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کو اس کے خوابوں کی زندگی ملے، اس کو موجودہ دنیا میں اپنی "جنت" بنانے کی بے فائدہ کوشش میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے بجائے اس کو یہ کوشش کرنا چاہئے کہ وہ آج کی دنیا میں ہونے والے امتحان میں پورا اترے۔ وہ دنیا میں خدا کا بندہ بن کر زندگی گزارے۔ وہ پیغمبر کی پیروی کو اپنا طریقہ بنائے۔ وہ اپنی آزادی کو خدا کے احکام کی پابندی میں دے دے۔

جو لوگ آج کے امتحان میں پورے اتریں گے وہ اگلی زندگی میں اپنے خوابوں کی دنیا کو پائیں گے۔ جو لوگ امتحان میں ناکام رہیں گے وہ زندگی کے اگلے مرحلے میں اس حال میں پہنچیں گے کہ ابدی بربادی کے سوا اور کوئی چیز نہ ہوگی جو وہاں ان کا استقبال کرے۔

سچائی کیا ہے

ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ تک سیدھی لکیر صرف ایک ہوتی ہے۔ اسی طرح بندے کو خدا تک پہنچانے والا سیدھا راستہ بھی کوئی ایک ہی راستہ ہو سکتا ہے۔ اسی راستہ کا نام سچائی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ سچائی کیا ہے اور اس کو کس طرح دریافت کیا جائے۔

ہماری خوش قسمتی سے سچائی جس طرح ایک ہے اسی طرح وہ میدان میں بھی تنہا ہے۔ یہاں کئی چیزیں نہیں ہیں جن کے درمیان انتخاب کا سوال ہو۔ یہاں تو ایک ہی چیز ہے اور ہمارے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس ایک کو مان لیں۔ یہ واحد سچائی محمد رسول اللہ کی تعلیمات ہیں۔ اگر آدمی سچائی کی تلاش میں فی الواقع سنجیدہ ہو تو وہ پائے گا کہ خدا نے اس کو انتخاب کی آزمائش میں نہیں ڈالا۔ خدا نے ہم کو ایک ایسی دنیا میں رکھا ہے جہاں انتخاب حق اور ناحق کے درمیان ہے نہ کہ حق اور حق کے درمیان۔ (یونس ۳۲)

فلسفہ سچائی کی تلاش میں کم از کم پانچ ہزار سال سے سرگرداں ہے۔ مگر اس کی لمبی تلاش نے اس کو صرف اس مقام پر پہنچایا ہے کہ وہ خود اقرار کر رہا ہے کہ وہ آخری سچائی تک نہیں پہنچ سکا اور نہ کبھی پہنچ سکتا۔ فلسفہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عقلی غور و فکر کے ذریعہ سچائی تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر عقل اپنی معلومات کے دائرہ میں غور کرتی ہے۔ اور سچائی کا معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے بارے میں کوئی واقعی رائے قائم کرنے کے لئے پوری کائنات کا علم درکار ہے۔ کوئی فلسفی کبھی کائناتی معلومات تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے وہ سچائی کے بارے میں کوئی قطعی رائے بھی قائم نہیں کر سکتا۔

سائنس نے اس معاملہ میں اپنے کو میدان میں کھڑا ہی نہیں کیا ہے۔ سائنس اپنی کھوج ان امور میں جاری کرتی ہے جہاں قابل اعادہ تجربات کے ذریعہ نتائج تک پہنچنا ممکن ہو۔ سائنس پھول کی کیمسٹری کو موضوع بحث بناتی ہے مگر وہ پھول کی مہک کو اپنی بحث سے خارج قرار دیتی ہے۔ کیونکہ پھول کے کیمیائی اجزار تولے اور ناپے جا سکتے ہیں مگر پھول کی مہک کو تولنے اور ناپنے کا کوئی ذریعہ سائنس کے پاس نہیں۔ اس طرح سائنس نے اپنے دائرہ بحث کو خود ہی محدود کر لیا ہے۔ چنانچہ سائنس نے ہمیشگی یہ اقرار کر لیا ہے کہ وہ عالم حقائق کے صرف جزئی پہلو سے بحث کرتی ہے، وہ کلی حقائق کے بارے میں کوئی بیان دینے کی پوزیشن میں نہیں۔

روحانی شخصیات کا دعویٰ ہے یا کم از کم ان کے ماننے والے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ سچائی سے باخبر ہیں اور سچائی کے بارے میں قطعی معلومات دے سکتے ہیں۔ مگر اس عقیدہ کے لئے کوئی بنیاد موجود نہیں۔ روحانی شخصیات اپنے دعوے کے مطابق جس ذریعہ سے سچائی تک پہنچتی ہیں وہ روحانی ریاضتیں ہیں۔ مگر نام نہاد روحانی ریاضتیں حقیقۃً جسمانی ریاضتیں ہیں اور جسمانی ریاضتوں کے ذریعہ روحانی دریافت بجائے خود ایک بے اصل بات ہے۔ دوسرے یہ کہ کوئی بھی روحانی شخصیت، اپنی ذات میں، ان محدودیتوں سے خالی نہیں ہے جن محدودیتوں کا شکار اس کے جیسے دوسرے تمام انسان ہیں۔ دوسرے انسان اپنی جن محدودیتوں کی وجہ سے سچائی تک نہیں پہنچ سکتے وہی محدودیتیں خود ان روحانی شخصیتوں کی راہ میں بھی حائل ہیں۔ کسی بھی قسم کی ریاضت آدمی کو اس کی فطری محدودیتوں سے بالا نہیں کر سکتی، اس لئے کسی بھی قسم کی ریاضت اس کو مطلق سچائی تک نہیں پہنچا سکتی۔

اس کے بعد میدان میں صرف پیغمبر رہ جاتے ہیں۔ پیغمبر وہ انسان ہے جو یہ کہتا ہے کہ خدا نے اس کو چنا ہے اور اس پر سچائی کا علم اتارا ہے تاکہ وہ اس کو دوسرے تمام لوگوں تک پہنچا دے۔ اپنی نوعیت کی حد تک یہی ایک دعویٰ ہے جو اس معاملہ میں قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ سچائی کا حقیقی علم صرف خدا ہی کو ہو سکتا ہے جو ازلی و ابدی ہے اور تمام حقیقتوں سے براہ راست واقف ہے۔ خدا کا خدا ہونا ہی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ حقیقت کا کلی علم رکھتا ہو۔ اس لئے جو شخص یہ کہے کہ اس کو براہ راست خدا کی طرف سے سچائی کا علم پہنچا ہے اس کا دعویٰ یقیناً اس قابل ہے کہ اس معاملہ میں اس کا لحاظ کیا جائے۔

یہاں ایک سوال ہے۔ پیغمبر ہماری دنیا میں کوئی ایک نہیں بلکہ بہت سے ہیں۔ ان کی کتابیں بھی کئی ہیں۔ پھر کس پیغمبر کو مانا جائے۔ تاہم آدمی اگر سچائی کی تلاش میں سنجیدہ ہو تو اس سوال کا جواب معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں۔ بلاشبہ ماضی میں خدا نے بہت سے پیغمبر بھیجے۔ مگر انسان کے پاس ماضی کے کسی واقعہ کو ماننے کا واحد معیار یہ ہے کہ اس کو تاریخی اعتباریت حاصل ہو، اور ایک کے سوا دوسرے تمام پیغمبر اس انسانی معیار پر پورے نہیں اترتے۔ آج ایک ہی پیغمبر تاریخی پیغمبر ہیں اور دوسرے تمام پیغمبر اب عملاً اعتقادی پیغمبر۔ دنیا میں جتنے پیغمبر گزرے ہیں ان میں صرف ایک ہی پیغمبر ہیں جن کو پورے معنوں میں تاریخی اعتباریت کا درجہ حاصل ہے۔ اور وہ پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے بارے میں ہر بات تاریخی طور پر معلوم اور مسلّم ہے۔ موجودہ زمانہ کی کسی شخصیت کے بارے میں ہم جتنا جانتے ہیں اس سے بھی زیادہ ہم پیغمبر عربی کے بارے میں جانتے ہیں۔ آپ کے سوا دوسرے

تمام پیغمبر روایات کے اندھیرے میں گم ہیں۔ان کے بارے میں مکمل تاریخی معلومات حاصل نہیں۔ اور نہ ان کی چھوڑی ہوئی کتاب آج اپنی اصل صورت میں محفوظ ہے۔ یہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی زندگی تاریخی طور پر پوری طرح معلوم ہے۔ اور وہ کتاب بھی ادنیٰ تبدیلی کے بغیر کامل صورت میں موجود ہے جس کو آپ نے یہ کہہ کر لوگوں کے حوالے کیا تھا کہ یہ میرے پاس خدا کی طرف سے آئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خالص علمی و عقلی اعتبار سے دیکھا جائے تو "سچائی کیا ہے" کے سوال کا جواب نہ صرف نظری طور پر ایک ہے بلکہ عملی طور پر بھی میدان میں صرف ایک ہی جواب موجود ہے۔ یہاں دوسرا کوئی جواب حقیقی طور پر موجود ہی نہیں۔ ہمیں بہت سے جوابات میں سے ایک جواب کو چننا نہیں ہے بلکہ ایک ہی موجود جواب کو اختیار کرنا ہے

یہ سچائی خدا کی بات ہے اور خدا کی بات ہمیشہ ایک رہتی ہے۔ جس طرح دنیا کی دوسری چیزوں کے لئے خدا کا حکم ہمیشہ سے ایک ہے، اسی طرح انسان کے لئے بھی خدا کا حکم ایک ہے اور ہمیشہ ایک رہے گا۔ زمین و آسمان کا قانون اربوں سال گزرنے پر بھی نہیں بدلتا۔ درخت اور پانی کے اصول جو ایک جغرافیہ میں ہوتے ہیں وہی دوسرے جغرافیہ میں ہوتے ہیں، یہی حال انسان کے بارے میں خدا کے حکم کا بھی ہے۔ انسان کے بارے میں خدا کا جو حکم ہے وہ وہی آج بھی ہے جو ہزاروں سال پہلے تھا۔ وہ ایک ملک کے انسانوں کے لئے بھی وہی ہے جو دوسرے ملک کے انسانوں کے لئے۔

زندگی کے کچھ پہلو ایسے ہیں جو بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً سواریاں، مکانات وغیرہ۔ مگر سچائی کا تعلق اس قسم کی چیزوں سے نہیں۔ سچائی کا تعلق "اس انسان" سے ہے جو ہمیشہ ایک حالت میں رہتا ہے۔ سچائی کا تعلق اس سے ہے کہ آدمی کس کو اپنا خالق و مالک سمجھے۔ وہ کس کے آگے جھکے اور کس کی عبادت کرے۔ وہ کس سے ڈرے اور کس سے محبت کرے۔ وہ اپنی کامیابی اور ناکامی کو کس معیار سے جانچے۔ اس کی زندگی کا مقصد اور اس کے جذبات کا مرکز کیا ہو۔ لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے وہ کن قواعد کے تحت ان سے معاملہ کرے۔ سچائی کا تعلق زندگی کے انھیں امور سے ہے، اور یہ امور وہ ہیں جن کا کوئی تعلق زمانہ یا جغرافیہ سے نہیں۔ وہ ہر مقام پر اور ہر زمانہ میں یکساں طور پر ہر ایک سے مطلوب ہوتے ہیں۔ خدا ایک ہے اور ابدی ہے۔ ٹھیک اسی طرح سچائی بھی ایک ہے اور اسی کے ساتھ ابدی بھی۔

خطرہ کا الارم

زندگی کی حقیقت کیا ہے، عام آدمی اس قسم کے سوالات میں پڑنا پسند نہیں کرتا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ یہاں عزت اور آرام کے ساتھ اپنی عمر پوری کرلو۔ اس کے بعد نہ تم ہوگے اور نہ تمھارا کوئی مسئلہ۔ دوسرے لوگ وہ ہیں جو اس سوال کے بارے میں سوچتے ہیں۔ مگر ان کا سوچنا فلسفیانہ انداز کا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی ساری کوشش صرف یہ ہوتی ہے کہ سامنے کی دنیا کی کوئی نظریاتی توجیہہ حاصل کرلیں۔ اس قسم کی فلسفیانہ توجیہات، تعداد میں مختلف ہونے کے باوجود، صرف توجیہات ہیں۔ وہ آدمی کے لئے کوئی ذاتی مسئلہ پیدا نہیں کرتیں۔ ایک روح عالم اپنی تکمیل کے لئے پورے کارخانہ کو چلا رہی ہے یا تمام چیزیں کسی بالاتر وجود کے اجزا رہیں، اس قسم کی نظریاتی بحثوں سے ایک آدمی کا ذاتی تعلق کیا ہے۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کے پاس اس سوال کا کوئی نہ کوئی مذہبی جواب ہے۔ مگر ان میں بھی آدمی کے لئے کوئی سنگینی کا پہلو نہیں۔ ان میں سے کسی کے نزدیک خدا کا بیٹا تمام انسانوں کے گناہوں کا کفارہ بن چکا ہے۔ کسی کے نزدیک زندگی ہمارے شعور سے بالاتر ایک جبری چکر ہے۔ آدمی ایک جبری نظام کے تحت اپنے آپ بار بار پیدا ہوتا ہے اور بار بار مرتا ہے۔ کوئی بتاتا ہے کہ آدمی کی جو کچھ جزا و سزا ہے اسی دنیا کی زندگی میں ہے، وغیرہ۔

زندگی کے مسئلہ کے بارے میں اس قسم کے جتنے بھی جوابات ہیں وہ باہم ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں۔ مگر اس حیثیت سے سب ایک ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ایک ایک آدمی کے لئے ذاتی طور پر کوئی سنگین مسئلہ پیدا کرتا ہو۔ یہ جوابات یا تو جو کچھ ہو رہا ہے اس کی محض توجیہات ہیں یا ہمارے لئے صرف ایک قسم کی روحانی تسکین فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ وہ اس نوعیت کی کوئی چیز نہیں ہیں جس کو کسی بڑے خطرہ کا الارم کہا جائے۔

مگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب ان تمام جوابات سے سراسر مختلف ہے۔ دوسرے جوابات میں سے کوئی جواب بھی آدمی کے لئے ذاتی سوال نہیں بنتا، وہ آدمی کے لئے کوئی نازک مسئلہ کھڑا نہیں کرتا۔ مگر پیغمبر اسلام کا جواب ایک ایک آدمی کو ایسے خطرناک کنارے پر کھڑا کر رہا ہے جس کے بعد اس کا اگلا قدم یا تو تباہی

کے خوفناک گڑھے میں پڑنے والا ہے یا کامیابی کی ابدی دنیا میں۔ اس کا تقاضا ہے کہ ہر آدمی آپ کے بارے میں انتہائی سنجیدہ ہو۔ وہ اندھیرے میں چلنے والے اس مسافر سے بھی زیادہ سنجیدہ ہو جائے جس کی ٹارچ اچانک اس کو "خبر" دے کہ اس کے سامنے عین اگلے قدم پر کالا سانپ رینگ رہا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیغام دیا وہ ساری دنیا کے لئے بہت بڑی چیتاونی ہے۔ آپ نے بتایا کہ موجودہ دنیا کے بعد ایک اور وسیع تر دنیا آنے والی ہے جس کا نام آخرت ہے۔ وہاں ہر آدمی کا حساب لیا جائے گا اور ہر آدمی کو اس کے عمل کے مطابق یا تو ابدی عذاب ہوگا یا ابدی ثواب۔ موجودہ دنیا میں جو چیزیں آدمی کا سہارا بنی ہوئی ہیں ان میں سے کوئی چیز وہاں کسی کے کام نہیں آئے گی۔ وہاں نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی کام آئے گی اور نہ کسی قسم کی سفارش چلے گی (بقرہ ۲۵۴)

آپ کی یہ چیتاونی آپ کے وجود کو ہر شخص کا ذاتی سوال بنا دیتی ہے۔ اس کے مطابق ہر آدمی ایک انتہائی نازک انجام کے کنارے کھڑا ہوا ہے۔ وہ یا تو آپ کی خبر پر یقین کر کے آپ کی ہدایت کے مطابق ابدی جنت میں جانے کی تیاری کرے یا آپ کی خبر کو نظر انداز کر دے اور بے پروائی کی زندگی گذار کر ابدی جہنم کا خطرہ مول لے۔

یہاں دو چیزیں ہیں جو اس مسئلہ کو مزید سنجیدہ بنا رہی ہیں۔ آپ کے سوا دوسرے لوگ جو اس معاملہ میں کوئی بات کہہ رہے ہیں ان کا استناد حد درجہ مشتبہ ہے۔ وہ لوگ جو کمانے اور مرجانے کو سب کچھ سمجھتے ہیں ان کے پاس اپنے خیال کے لئے سرے سے کوئی دلیل نہیں۔ ان کا فکری ڈھانچہ کسی دلیل کے بغیر محض سطحی جذبات پر قائم ہے۔ فلسفیانہ انداز میں بات کرنے والے لوگوں کے پاس بھی دلیل کے نام سے صرف قیاسات ہیں۔ ان کو نہ اپنی رائے پر خود یقین حاصل ہے نہ وہ کوئی ایسی بات پیش کرتے جس کے اوپر دوسرا شخص یقین کر سکے۔

اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو پیغمبروں اور مذہبی کتابوں کے حوالے سے بول رہے ہیں۔ یہ اصولی طور پر اپنے پیچھے ایک قابل اعتماد بنیاد رکھتے ہیں۔ مگر وہ جن کتابوں اور پیغمبروں کا حوالہ دیتے ہیں ان کا تعلق ماضی کے بہت پہلے گزرے ہوئے زمانہ سے ہے۔ ان کتابوں اور شخصیتوں کے بارے میں آج ہمارے پاس مستند معلومات موجود نہیں۔ اس لئے اصولی طور پر قابل اعتماد ذریعہ سے وابستہ ہونے کے باوجود وہ جو کچھ پیش کر رہے ہیں وہ

بجائے خود قابل اعتماد نہیں۔ ماضی کی کسی چیز کی صداقت کو جانچنے کا معیار تاریخ ہے اور ان تعلیمات کو تاریخ کی تصدیق حاصل نہیں۔

مگر پیغمبر اسلام کا معاملہ سراسر مختلف ہے۔ ایک طرف یہ کہ کسی شخص کے پیغمبر خدا ہونے کا جو بھی معیار مقرر کیا جائے، اس پر آپ کامل طور پر پورے اترتے ہیں۔ آپ کی زندگی میں وہ تمام عناصر بتمام و کمال موجود ہیں جو خدا کے ایک پیغمبر میں ہونے چاہئیں۔ آپ کی پیغمبری ایک ایسا ثابت شدہ واقعہ ہے جس سے انکار کسی حال میں ممکن نہیں۔

دوسرے یہ کہ آپ کی زندگی اور آپ کی تعلیمات اتنی صحت کے ساتھ آج بھی ہمارے پاس موجود ہیں کہ ان کی تاریخی اعتباریت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کا دیا ہوا قرآن آج بھی اسی طرح لفظ بلفظ موجود ہے جس طرح آپ نے اس کو دیا تھا۔ آپ کا قول و عمل اس طرح صحت کے ساتھ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے جیسے کہ آج بھی آپ ہمارے سامنے بول رہے ہوں اور چل پھر رہے ہوں۔ بغیر کسی ادنیٰ شبہ کے آدمی آج بھی یہ معلوم کر سکتا ہے کہ آپ نے کیا کہا اور کیا کیا۔

پیغمبر کی چیتاونی کے مطابق ہم ایک ایسی حقیقت سے دوچار ہیں جس کو ہم بدل نہیں سکتے۔ ہم مجبور ہیں کہ اس کا سامنا کریں۔ موت یا خودکشی سے بھی ہم معدوم نہیں ہوتے بلکہ صرف دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ کامیابی یا ناکامی کا ایک نقشہ خالق نے ابدی طور پر بنا دیا ہے۔ کسی کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اس خدائی نقشہ کو بدل دے یا اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ کر لے۔ ہم کو صرف یہ اختیار ہے کہ جنت یا جہنم میں سے کسی ایک کو چن لیں۔ ہم کو یہ اختیار نہیں کہ دونوں سے الگ ہو کر اپنے لئے کسی تیسرے انجام کی تخلیق کریں۔

رصدگاہ اگر بھونچال کی خبر دے تو یہ ایک ایسے آنے والے حادثہ کی خبر ہوتی ہے جس میں فیصلہ کا اختیار تمام تر دوسرے فریق کو ہوتا ہے، دوچار ہونے والے کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ آدمی یا تو اس سے بھاگ کر اپنے کو بچائے یا اس میں پڑ کر اپنے کو برباد کر لے۔ اسی طرح قیامت بھی ایک ایسا بھونچال ہے جس میں آدمی یا تو پیغمبر کی بتائی ہوئی تدبیر اختیار کر کے اپنے کو بچائے گا یا اس کو نظر انداز کر کے اپنے کو ابدی ہلاکت میں مبتلا کرے گا۔

پیغمبرِ خدا کی تعلیمات

خدا کا دین ایک دین ہے۔ تمام پیغمبروں کے ذریعہ ایک ہی دین ہمیشہ بھیجا جاتا رہا ہے۔ مگر انسان نے اپنی غفلت کی وجہ سے یا تو اس کو ضائع کر دیا یا اس کو بدل ڈالا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسی خدائی دین کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔ اور اس کو اس کی اصلی شکل میں پیش کرکے ہمیشہ کے لئے کتابی صورت میں محفوظ کر دیا گیا۔ اب تمام انسانوں کے لئے قیامت تک یہی مستند دین ہے۔ خدا کی قربت اور آخرت کی نجات حاصل کرنے کا اس کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔

آپ نے بتایا کہ خدا ایک ہے۔ اس کا کسی بھی اعتبار سے کوئی شریک نہیں۔ اسی نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے اور اسی کو ہر قسم کی طاقتیں حاصل ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ صرف اسی کے آگے جھکے اور اسی کی عبادت کرے۔ اسی سے مانگے اور اسی سے امیدیں قائم کرے۔ خدا اگرچہ بظاہر دکھائی نہیں دیتا مگر وہ انسان سے اتنا قریب ہے کہ جب بھی آدمی اس کو پکارتا ہے وہ اس کی پکار کو سنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے۔ خدا کے نزدیک کسی انسان کا یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ وہ کسی اعتبار سے کسی کو خدا کا شریک یا اس کے برابر ٹھہرائے۔

کوئی انسان یا غیر انسان ایسا نہیں جس کو خدا اور بندوں کے درمیان وسیلہ یا واسطہ کا مقام حاصل ہو۔ انسان جب بھی خدا کو یاد کرتا ہے، وہ براہ راست خدا سے مربوط ہو جاتا ہے۔ انسان کو اپنے خالق و مالک سے جڑنے کے لئے کسی درمیانی وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح آخرت میں بھی کوئی خدا کی عدالت میں کسی کا سفارشی نہیں بن سکتا۔ خدا اپنے ہر بندے کا فیصلہ خود اپنے علم کے مطابق کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کے فیصلہ پر اثر انداز ہو سکے۔ خدا اپنا فیصلہ کرنے میں کسی کا پابند نہیں۔ خدا کے تمام فیصلے حکمت اور انصاف کی بنیاد پر ہوتے ہیں نہ کہ سفارش یا تقرب کی بنیاد پر۔

خدا کی عبادت کوئی عملیاتی ضمیمہ نہیں ہے۔ یہ پوری زندگی کے ساتھ خدا کے آگے جھک جانا ہے۔ خدا کی عبادت کرنے والا وہی ہے جو خدا کا عابد اس طرح بنے کہ خدا ہی اس کا سب کچھ ہو جائے۔ وہ اسی کی پرستش کرے، اسی سے ڈرے، اسی کو چاہے، اسی سے امید باندھے، وہ اس کو اپنی تمام توجہات اور سرگرمیوں کا مرکز بنائے۔ خدا کی عبادت خدا کے سامنے کامل حوالگی کا نام ہے نہ کہ محض کسی رسم کی وقتی بجا آوری کا۔

بندوں کے درمیان رہتے ہوئے آدمی کو ہر وقت یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے اور اپنے علم کے مطابق اس سے اس کی کارگزاری کا حساب لے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ آدمی ظلم، جھوٹ، بغض، گھمنڈ حسد، خودغرضی، بدمعاملگی، لوٹ کھسوٹ، دھاندلی، اور اس قسم کی دوسری اخلاقی برائیوں سے اپنے کو بچائے تاکہ خدا کی میزان میں وہ مجرم نہ ٹھہرے۔ اللہ سے ڈرنے والا بندوں کے معاملہ میں نڈر ہو کر نہیں رہ سکتا۔ جو لوگ بندوں کے ساتھ برا سلوک کریں گے ان کو خدا سے اپنے لئے اچھے سلوک کی امید نہ رکھنی چاہئے۔ خدا کے اچھے سلوک کا مستحق صرف وہ ہے جو خدا کے یہاں اس طرح پہنچے کہ اس نے خدا کے بندوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہو۔

آپ نے بتایا کہ خدا کی زمین پر خدا کے بندوں کے لئے زندگی گزارنے کا صرف ایک ہی جائز طریقہ ہے۔ یہ کہ آدمی پوری زندگی اور تمام معاملات میں خدا کا فرماں بردار بن کر رہے۔ اس فرماں برداری کے آداب اور اصول قرآن میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کا عملی نمونہ موجود ہے۔ اب تمام انسانوں کے لئے خدا کی پسندیدہ زندگی صرف یہ ہے کہ وہ قرآن سے اپنے لئے ہدایت حاصل کرے اور پیغمبر کے نمونہ کو دیکھتے ہوئے اس کے مطابق زندگی گزارے۔

آپ نے جو دین پیش کیا ہے وہ آدمی کی پوری زندگی کے لئے ایک واضح نقشہ دیتا ہے اور ہر آدمی کو اسی نقشہ پر چلنا ہے۔ اس نقشہ کا ایک مختصر علامتی نظام پانچ خاص ارکان کی صورت میں مقرر کیا گیا ہے۔ یہ پانچ ارکان پوری اسلامی زندگی کے لئے بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں۔

اول کلمۂ شہادت (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کا اقرار ہے۔ یہ کلمہ گویا وہ اعلان ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ آدمی ایک دائرہ سے نکل کر دوسرے دائرہ میں داخل ہوگیا۔ وہ غیر اسلام کو چھوڑ کر اسلام کی صف میں آگیا۔ دوسری چیز نماز ہے۔ یعنی پیغمبر کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق روزانہ پانچ وقت خدا کی عبادت کرنا۔ تیسری چیز روزہ ہے۔ یعنی ہر سال رمضان میں پورے ایک مہینہ تک صبر و برداشت کا وہ عمل کرنا جس کو روزہ کہا جاتا ہے۔ چوتھی چیز زکوٰۃ ہے۔ یعنی آدمی اپنے مال میں سے مقرر طریقہ کے مطابق ہر سال خدا کا حق نکالے اور اس کو خدا کی مقرر کی ہوئی مدوں میں خرچ کرے۔ پانچویں چیز حج ہے۔ یعنی استطاعت کی صورت میں عمر میں کم از کم ایک بار بیت اللہ کا حج کرنا۔ آدمی جب یہ پانچ شرطیں پوری کرتا ہے تو وہ پیغمبر کی قائم کی ہوئی اسلامی برادری میں شامل ہو جاتا ہے۔

زندگی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک زندگی وہ ہے جو آخرت کی بنیاد پر بنتی ہے۔ دوسری زندگی وہ ہے جو دنیا کی بنیاد پر بنتی ہے۔ آخرت کی بنیاد پر بننے والی زندگی میں رہنمائی کا مقام پیغمبر کو حاصل رہتا ہے۔ آدمی پیغمبر کے بتانے کے مطابق اپنا عقیدہ بناتا ہے اور اسی کے بتانے کے مطابق اپنی زندگی کو چلاتا ہے۔ اس کے برعکس جو زندگی دنیا کی بنیاد پر بنتی ہے اس میں آدمی اپنا رہنما آپ ہوتا ہے اور اپنی عقل یا نفس کے مطابق اپنے فکر و عمل کا ڈھانچہ بناتا ہے۔ پہلا اگر خدا کا پرستار ہوتا ہے تو دوسرا خود اپنا۔

پیغمبر کی رہنمائی میں جو زندگی بنتی ہے اس کے اجزار ہوتے ہیں ——— خدا پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، خدا کی کتابوں پر ایمان، خدا کے رسولوں پر ایمان، قیامت اور زندگی بعد موت پر ایمان، جنت دوزخ پر ایمان، اللہ کے مالک اور حاکم ہونے پر ایمان۔ اس ایمانیات کے تحت جو انسان بنتا ہے وہ ایسا انسان ہوتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کئے ہوئے ہوتا ہے۔ اس کی زندگی کی تمام سرگرمیاں آخرت رخی بن جاتی ہیں۔ اس کی عبادت، اس کی قربانیاں، اس کا جینا اور اس کا مرنا سب اللہ اور رسول کے لئے ہو جاتا ہے۔

جو زندگی خود اپنی رہنمائی میں بنے وہ ایک آزاد اور بے قید زندگی ہوتی ہے، اس میں آدمی کو اس سے بحث نہیں ہوتی کہ حقیقت کیا ہے۔ وہ اپنے خیالات کے مطابق اپنی پسند کا عقیدہ بنا لیتا ہے۔ اس کے صبح و شام خود اپنی عقل یا نفس کی رہنمائی میں بسر ہوتے ہیں۔ اس کی سرگرمیاں تمام تر دنیا کے فائدوں کے گرد گھومتی ہیں۔ وہ ویسا بنتا ہے جیسا وہ خود بننا چاہتا ہے نہ کہ ویسا جو خدا اور رسول چاہتے ہیں کہ وہ بنے۔

جو لوگ کسی پچھلے پیغمبر کے نام پر کسی دین کو پکڑے ہوئے ہیں، ان کی مذہبیت یا خدا پرستی اس وقت تک معتبر نہیں جب تک وہ پیغمبر اسلام پر ایمان نہ لائیں۔ پیغمبر اسلام پر ایمان لانا گویا خود اپنے دین ہی کو زیادہ صحیح اور کامل صورت میں اختیار کرنا ہے۔ جو لوگ آپ کے اوپر ایمان نہ لائیں وہ اپنے اس عمل سے اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں کہ وہ پیغمبر کے نام پر اپنی قومی روایات اور گروہی تعصبات کو اپنا دین بنائے ہوئے ہیں۔ جو لوگ قومی مذہب کے پرستار ہوں وہ آپ کے لائے ہوئے خدائی مذہب کو نہ پائیں گے۔ وہ اپنے تعصباتی پردہ کی وجہ سے اس سچائی کو نہ دیکھ سکیں گے جو خدا نے اپنے آخری پیغمبر کے ذریعہ ان کے لئے کھولی ہے۔ البتہ جو لوگ فی الواقع خدا اور پیغمبر کے ماننے والے ہوں ان کو پیغمبر اسلام کا دین خود اپنی ہی چیز معلوم ہوگا۔ وہ اس کو اس طرح لیں گے جس طرح کوئی اپنی کھوئی چیز کو دوڑ کر لے لیتا ہے۔

توحید اور مساوات

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دو لفظوں میں یہ تھا ــــــ توحید اور مساوات ۔ یعنی خدا کو ایک ماننا، اور تمام انسانوں کو برابر سمجھنا ۔ آپ نے بتایا کہ اس دنیا کو بنانے والا ایک ہی خدا ہے ، وہی سب کو پال رہا ہے اور اسی کے سامنے زندگی کا حساب دینے کے لئے سب کو حاضر ہونا ہے ۔

توحید

خدا ایک ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اس کو مانے بغیر چارہ نہیں ۔انسان کی فطرت اور چاروں طرف پھیلی ہوئی کائنات دونوں پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ خدا کو ضرور مانا جائے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مصیبت کا لمحہ آتا ہے تو ہر آدمی کو خدا یاد آجاتا ہے ۔ خدا کا انکار کرنے والے بھی نازک وقتوں میں خدا کو پکارنے لگتے ہیں ۔تاریخ کا کوئی ایسا دور نہیں ہے جب کہ لوگ عمومی پیمانہ پر خدا کے منکر بن گئے ہوں ۔ تاہم خدا کو ماننے کے باوجود ہر دور میں دو خاص غلطیاں پائی جاتی رہی ہیں ۔

۱۔ مظاہر کائنات کو خدا سمجھ لینا ۔

۲۔ دکھائی دینے والی چیزوں پر نہ دکھائی دینے والے خدا کو قیاس کرنا ۔

آدمی کے اندر اپنے خالق کا تصور نہایت گہرائی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے ۔اس کے دل میں جذبہ اٹھتا ہے کہ وہ اپنے خالق کو مانے، وہ اس کے ساتھ اپنے کو جوڑے ۔ آدمی اگرچہ خدا کو نہیں دیکھتا ۔مگر وہ خدا کی مخلوقات کو دیکھتا ہے ۔یہاں آدمی نے یہ کیا کہ اس نے دکھائی دینے والی چیزوں میں جو چیز نمایاں اور برتر نظر آئی اس کو خدا فرض کر لیا ۔مثلاً سورج ، چاند ، ستارے ، وغیرہ ۔اس نے اصولی طور پر خدا کے وجود کو مانا ۔مگر اس نے اس طرح مانا کہ جو چیز خدا نہیں تھی اس کو محض اپنی اپج کی بنا پر خدا بنا لیا ۔

دوسرے لوگوں نے کائناتی مظاہر کو خدا نہیں کہا ۔مگر انھوں نے اسی سے ملتی جلتی ایک اور غلطی کی ۔ انھوں نے نظر آنے والی چیزوں پر اس خدا کو قیاس کر لیا جو آنکھوں سے نظر نہیں آتا ۔مثلاً دنیا میں ہر چیز کئی کئی ہوتی ہے ۔انھوں نے خدا کو بھی کئی مان لیا ۔ دنیا میں بڑے لوگوں کے کچھ قریبی اور سفارشی ہوتے ہیں ۔انھوں نے خدا کے یہاں بھی بہت سے مقرب اور سفارشی فرض کر لئے ۔انسان بیٹے بیٹیاں رکھتا ہے ۔انھوں نے خدا کے لئے بھی گمان کر لیا کہ اس کے بیٹے بیٹیاں ہیں ۔ وہ خالق کو مان کر اس کو مخلوق کی سطح پر اتار لائے ۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے عقیدہ کو اس قسم کی ملاوٹوں سے پاک کیا ۔ اور اس کو خالص توحید کی صورت میں انسان کے سامنے پیش کیا ۔قرآن میں حکم ہوا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے ۔

اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں (سورہ اخلاص)

مساوات

انسان نے خود اپنے معاملہ میں بھی وہی غلطی کی جو اس نے خدا کے معاملہ میں کی تھی۔ اس نے دیکھا کہ انسانوں میں کوئی مال دار ہے اور کوئی غریب، کوئی سفید ہے اور کوئی کالا، کوئی اونچے گھرانے کا ہے اور کوئی معمولی گھرانے کا۔ ان فرقوں کی بنا پر لوگوں نے آدمیوں میں فرق کرنا شروع کر دیا۔ انھیں بنیادوں پر ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان اونچ نیچ قائم ہوگئی۔

پیغمبر اسلام نے بتایا کہ اس طرح کے فرق حقیقی نہیں ہیں، وہ محض ظاہری اور اعتباری ہیں۔ ان کا انسانی اونچ نیچ سے کوئی تعلق نہیں۔ ان فرقوں کے باوجود تمام انسان برابر ہیں۔ سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ کسی کو کسی دوسرے کے اوپر رنگ اور نسل اور عہدہ اور مال کی بنا پر بڑائی حاصل نہیں۔ بڑائی کا معیار آدمی کا کردار ہے نہ کہ اس کی ظاہری حیثیت۔ بڑا حقیقت میں وہ ہے جو خدا کا فرماں بردار ہے، چھوٹا وہ ہے جو خدا کا فرماں بردار نہیں۔

قرآن میں کہا گیا ہے کہ اے لوگو، خدا نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمھارے کنبے اور قبیلے بنا دئے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے (الحجرات ۱۳)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج (۱۰ھ) کے خطبہ میں اعلان کیا:

یا ایھا الناس الا ان ربکم واحد، لا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولا لاسود علیٰ احمر ولا لاحمر علی اسود الا بالتقوی، ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ الناس من آدم و آدم من تراب

اے لوگو، سن لو تمھارا رب ایک ہے، کسی عربی کو کسی غیر عربی پر۔ یا کسی غیر عربی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت ہے۔ فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ ہے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے۔

اسلام یہ بتاتا ہے کہ جس طرح خدا ایک ہے اسی طرح تمام انسان بھی ایک ہیں۔ فرق یہ ہے کہ خدا کی وحدت اپنی ذات کے اعتبار سے ہے اور انسان کی وحدت اپنی تخلیق کے اعتبار سے۔

حیاتِ طیبہ

جو شخص نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت ، اور وہ مومن ہو تو اس کو ہم پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور ان کے بہترین عمل کے مطابق ان کا اجر عطا کریں گے۔

قرآن ١٦ : ٩٧

اللہ ایک ہے

کہو وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ (سورہ اخلاص)۔ لوگو عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تم کو اور تم سے قبل والوں کو پیدا کیا تاکہ تم بچ جاؤ۔ وہی ہے جس نے تمھارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنادیا۔ اور اوپر سے پانی برسایا۔ پھر تمھاری غذا کے لئے ہر طرح کی پیداوار نکالی۔ پس تم کسی کو اللہ کا برابر نہ ٹھہراؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔ (البقرہ ۲۲—۲۱)۔ یقیناً اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ اس کے سوا اور گناہوں کو معاف کردے گا جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔ (النساء ۱۱۶)

سب سے اوپر، سب سے بڑا

اللہ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے، سب کو تھامے ہوئے ہے۔ اس کو نہ اونگھ لگتی اور نہ نیند آتی۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے سامنے بغیر اس کی اجازت کے سفارش کرسکے۔ جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے سب کا اسے علم ہے۔ اس کے علم کے کسی گوشہ پر بھی کوئی شخص حاوی نہیں ہوسکتا مگر جو وہ چاہے۔ اس کا اقتدار آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے۔ ان کی نگہبانی اس کے لئے تھکا دینے والا کام نہیں۔ وہی سب سے اوپر ہے، وہی سب سے بڑا۔ (البقرہ ۲۵۵)

اللہ کی نشانیاں

تمھارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر اپنے عرش پر متمکن ہوا۔ وہ رات کو دن پر ڈھانکتا ہے، دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے۔ سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے تابع ہیں۔

آگاہ، اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور اسی کے لئے ہے حکم فرمانا۔ بڑی برکت والا ہے، اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔ اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ زمین میں خرابی نہ ڈالو اس کی اصلاح کے بعد اور اللہ کو پکارو ڈر کے ساتھ اور امید کے ساتھ۔ بیشک اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے قریب ہے۔ اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوش خبری لئے ہوئے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادلوں کو اٹھالیتی ہیں تو ہم ان کو کسی مردہ بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم اس بادل سے پانی نکالتے ہیں، اس کے بعد ہم اس سے طرح طرح کے پھل نکالتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم غور کرو۔ اور جو زمین اچھی ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے اپنا اپنا سبزہ نکالتی ہے اور جو زمین خراب ہوتی ہے اس سے ناقص پیداوار کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا، اس طرح ہم نشانیوں کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو شکر کرنے والے ہیں (الاعراف ۵۴-۵۸)

آسمانوں اور زمین میں

پس تسبیح کرو اللہ کی جب کہ تم شام کرتے ہو اور جب کہ تم صبح کرتے ہو اور اسی کے لئے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور اس کی تسبیح کرو تیسرے پہر اور جب کہ تم پر ظہر کا وقت آتا ہے۔ خدا زندہ میں سے مردہ کو نکالتا ہے اور مردہ میں سے زندہ کو نکالتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے، اسی طرح تم لوگ بھی نکالے جاؤ گے۔ اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر یکایک تم بشر ہو کر زمین میں پھیل گئے اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمھارے لئے تمھاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی، یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمھاری زبانوں اور تمھارے رنگوں کا اختلاف، یقیناً اس میں نشانیاں ہیں علم

والوں کے لئے۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمھارا رات اور دن کا سونا اور تمھارا اس کے فضل کو تلاش کرنا، یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو بجلی کی چمک دکھاتا ہے خوف اور لالچ کے ساتھ، اور آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل والے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جیسے ہی اس نے تم کو پکارا، تم اچانک زمین سے نکل آؤ گے۔ اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب اس کے بندے ہیں، سب اسی کے تابع ہیں۔ اور وہی ہے جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے پھر وہی ہے جو اس کا اعادہ کرے گا، اور یہ اس کے لئے بہت آسان ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں اس کی صفت سب سے برتر ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے (الروم ۲۷-۱۷)

کائنات کی پکار

بے شک اللہ دانہ اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے، پھر تم کدھر بہکے جارہے ہو۔ وہی صبح کو نکالتا ہے۔ اس نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے۔ اس نے سورج اور چاند کا حساب مقرر کیا ہے۔ یہ سب عزیز و علیم کا ٹھہرایا ہوا اندازہ ہے۔ اور وہی ہے جس نے تمھارے لئے ستاروں کو بنایا تاکہ تم اس سے خشکی اور سمندر میں راستہ معلوم کرو۔ ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر ہر ایک کے لئے ایک جائے قرار ہے اور ایک اس کے سونپے جانے کی جگہ۔ ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی نباتات اگائی۔ پھر ہم نے اس سے ہریالی پیدا کی جس سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے جو بوجھ سے جھکے پڑتے ہیں اور انگور اور زیتون اور انار کے باغ جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور پھر ایک دوسرے سے جدا جدا بھی۔ اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو، ان میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔ اور لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنا لیا۔ حالانکہ خدا نے ان کو پیدا کیا ہے۔

اور انھوں نے خدا کے لئے بیٹے بیٹیاں گھڑ لیں بغیر علم کے، حالانکہ وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اس کا کوئی بیٹا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ کوئی اس کی شریک زندگی نہیں۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمھارا رب۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ ہر چیز کا خالق ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو۔ اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے۔ نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے اور وہ باریک بین اور باخبر ہے (الانعام ۱۰۴ ـــ ۹۶)

عرش عظیم والا

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمھیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم کو ہماری طرف پلٹنا نہیں ہوگا۔ پس برتر ہے اللہ، بادشاہِ حقیقی، کوئی اس کے سوا معبود نہیں، وہ مالک ہے عرشِ عظیم کا۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے تو اس کے پاس اس کے لئے کوئی دلیل نہیں، اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، ایسے منکر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ اور کہو کہ اے ہمارے رب مغفرت فرما اور رحم کر، تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (المومنون ۱۱۸ ـــ ۱۱۵)

محبت اللہ سے

بے شک آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں اور ان کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لئے ہوئے سمندروں میں چلتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے اوپر سے اتارا پھر اس سے زمین کو موت کے بعد زندگی بخشی اور اس نے زمین میں ہر قسم کے جاندار پھیلا دیے اور ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو آسمانوں اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، نشانیاں ہیں عقل والوں کے لئے۔ اور لوگوں میں ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر بناتے ہیں، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ کے ساتھ کرنی چاہئے۔ حالانکہ ایمان لانے والے اللہ کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ اور اگر یہ ظالم دیکھ لیں اس وقت کو جب کہ وہ عذاب کو دیکھیں گے کہ ساری قوت اللہ کے لئے ہے اور یہ کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔ جب کہ پیروی کرنے والوں سے وہ لوگ بے تعلقی ظاہر کریں گے جن کی پیروی کی گئی تھی اور وہ عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے تمام اسباب ٹوٹ جائیں گے اور پیرو کہیں گے کہ کاش ہم کو پھر دنیا کی طرف لوٹ جانا ملتا تو ہم بھی ان سے بیزاری دکھاتے جس طرح

وہ ہم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔ اس طرح اللہ ان کے کام ان کو حسرت کے لئے دکھائے گا اور وہ ہرگز آگ سے نکل نہ سکیں گے۔ اے لوگو زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں ان میں سے کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے وہ تم کو برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کو تم نہیں جانتے (البقرہ ۱۶۹ ــــ ۱۶۴)

خدا کے پیغمبر

جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا تو انھیں کے لئے امن ہے۔ اور وہی ہدایت پائے ہوئے ہیں اور یہ ہماری حجت ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر دی۔ ہم جن کو چاہتے ہیں بلند مرتبے عطا کرتے ہیں۔ بے شک تیرا رب حکیم اور علیم ہے۔ پھر ہم نے ابراہیم کو، اسحاق اور یعقوب دیے۔ ہم نے ہر ایک کو راہ راست دکھائی اور ہم نے نوح کو اس سے پہلے راہ راست دکھائی اور اس کی نسل میں داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو، اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ اور اسی طرح زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو ہدایت دی۔ ان میں سے ہر ایک صالح تھا۔ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے دنیا والوں پر فضیلت دی۔ اور ان کے آبا میں اور ان کی اولاد میں اور ان کے بھائیوں میں اور ہم نے ان کو چن لیا اور ان کو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور اگر وہ شرک کرتے تو ان کا سارا عمل غارت ہو جاتا۔ یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی۔ اب اگر یہ لوگ ان کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے ایسے لوگوں کو اس پر مقرر کر دیا ہے جو اس کے منکر نہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی، تم انھیں کے راستے پر چلو۔ کہو، میں اس کام پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ یہ تو صرف ایک نصیحت ہے دنیا والوں کے لئے (الانعام ۹۱ - ۸۳)

جنت اور جہنم

اور لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے، اور قیامت کے دن زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے اس شرک سے جو لوگ کرتے ہیں۔ اور صور پھونکا جائے گا پھر بے ہوش ہو جائیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین

میں ہیں مگر جس کو اللہ چاہے، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو یکایک وہ اٹھ کر دیکھنے لگیں گے ۔ زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور کتاب لاکر رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ حاضر کر دئے جائیں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ اور ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ لوگوں کے عمل سے خوب واقف ہے۔ اور کفر کرنے والے جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دئے جائیں گے اور اس کے کارندے ان سے کہیں گے ، کیا تمھارے پاس تمھارے اندر سے ایسے پیغمبر نہیں آئے جو تم کو تمھارے رب کی آیتیں سنائیں اور تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈرائیں، وہ کہیں گے کیوں نہیں، مگر منکروں کے اوپر خدا کا حکم عذاب ثابت ہوگیا۔ کہا جائے گا کہ داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں، ہمیشہ رہنے کے لئے۔ یہ ایک بری جگہ ہے گھمنڈ کرنے والوں کے لئے۔ اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے انھیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا، یہاں تک کہ وہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھولے جائیں گے ، اور اس کے ذمہ دار اُن سے کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو، تم بہت اچھے آئے، پس داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ کے لئے۔ اور وہ کہیں گے شکر ہے اللہ کا جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کر دیا اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا ، ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنائیں، پس کیا خوب بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا۔ اور تم دیکھو گے کہ فرشتے عرش کے گرد گھیرا بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد و تسبیح کر رہے ہیں۔ اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا کہ ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہان کا (الزمر ۷۵ - ۶۷)

نماز

میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری بندگی کر اور نماز قائم کر میری یاد کے لئے (طٰہٰ - ۱۴)۔ نماز قائم کر دن ڈھلے سے لے کر رات کے اندھیرے تک اور فجر کے وقت قرآن بے شک فجر کا قرآن مشہود ہوتا ہے۔ اور رات کے وقت تہجد پڑھو، یہ تمھارے لئے نفل ہے، قریب ہے کہ تیرا رب تجھ کو مقام محمود پر اٹھائے (بنی اسرائیل ۷۹ - ۷۸)۔ اور نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر۔ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لئے جو نصیحت پکڑیں اور صبر کر، اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا (ہود ۱۱۵ - ۱۱۴)۔ اپنی نمازوں کی نگہداشت رکھو، اور بیچ کی نماز کی، اور اللہ کے آگے جھک کر کھڑے ہو (البقرہ - ۲۳۸)۔ اور جب

نماز سے فارغ ہوجاؤ تو کھڑے اور لیٹے اور بیٹھے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو اور جب تم کو اطمینان ہوجائے تو پھر نماز قائم کرو بلاشبہ نماز ایمان والوں پر وقت کے ساتھ فرض کی گئی ہے (النساء ۔ ۱۰۳)۔ پڑھو اس کتاب کو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو، یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے، اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگ کرتے ہو (العنکبوت ۔ ۴۵)

روزہ

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے اگلوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ گنتی کے چند دن ہیں، پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرلے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہیں ان کے ذمہ فدیہ ہے، ایک روزے کا بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا۔ اور جو اپنی خوشی سے زیادہ دے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور اگر تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ رمضان کا مہینہ، اس میں قرآن اتارا گیا جو انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور روشن دلیلیں ہیں راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی۔ پس تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے تو وہ ضرور اس کا روزہ رکھے۔ اور جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرلے۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے وہ تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا، اور تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کرلو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی کرو اس بات پر کہ اس نے تم کو ہدایت دی اور تاکہ تم شکرگزار بنو۔ اور جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو کہہ دو کہ میں ان سے قریب ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کو سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔ پس انہیں چاہئے کہ وہ میری پکار پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھے راستے کو پالیں (البقرہ ۱۸۶-۱۸۳)

انفاق

اے ایمان والو، جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو، قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی اور جو انکار کرنے والے ہیں وہی دراصل ظالم ہیں (البقرہ ۲۵۴) جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور اس کی ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کی

راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ دکھ دیتے ہیں انھیں کے لئے
اللہ کا ثواب ہے ان کے رب کے پاس۔ ان کے لئے نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ نرم جواب
دینا اور درگذر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دل آزاری لگی ہوئی ہو، اور اللہ بے نیاز اور
تحمل والا ہے۔ اے ایمان والو، احسان جتاکر اور دکھ دے کر اپنی خیرات کو اکارت نہ کرو، اس شخص کی
طرح جو اپنا مال دکھاوا کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کی
مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان ہو جس پر کچھ مٹی ہو، پھر جب اس پہ زور کا مینھ برسا تو مٹی بہہ گئی اور صاف
چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنی کمائی سے کچھ بھی حاصل نہ کر سکیں گے اور اللہ منکروں کو سیدھی راہ نہیں
دکھاتا۔ اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے کے لئے اور اپنے دلوں کو ثابت
کرکے خرچ کرتے ہیں اس باغ کی طرح ہے جو بلند زمین پر ہو، اس پر زور کی بارش ہوئی تو وہ دگنا پھل لایا
اور اگر بارش نہ ہوئی تو پھوار ہی کافی ہے۔ اور اللہ خوب دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ
پسند کرے گا کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، اس کے نیچے نہریں بہتی ہوں، اس باغ میں
اس کے لئے ہر قسم کے پھل ہوں اور اس پر بڑھاپا آجائے اور اس کے بچے کم زور ہوں، اس وقت باغ پر ایک
بگولہ آپڑے جس میں آگ ہو اور وہ باغ جل جائے۔ اللہ اس طرح اپنی باتیں تمھارے سامنے بیان کرتا ہے
تاکہ تم سوچو۔ اے ایمان والو، اپنے کمائے ہوئے ستھرے مال میں سے خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے خرچ
کرو جو ہم نے تمھارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لئے بُری چیز
چھانٹنے لگو، حالانکہ وہی چیز اگر تمھیں لینا ہو تو تم ہرگز اس کو لینا گوارا نہ کرو مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔ اور
جان لو کہ اللہ بے نیاز ہے خوبیوں والا ہے۔ شیطان تم کو تنگ دستی سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کی
راہ سجھاتا ہے اور اللہ تم کو وعدہ دیتا ہے اپنی بخشش کا اور فضل کا۔ اور اللہ وسعت والا جاننے والا
ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت ملی اس کو بہت بڑی خوبی مل گئی اور نصیحت
وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں (۲۶۱ ــ ۲۶۹)

عمرہ اور حج

حج اور عمرہ کو پورا کرو اللہ کے لئے، اور اگر تم روک دئے جاؤ تو جو قربانی میسر آئے اسی کو پیش
کردو اور اپنے سر نہ مونڈو جب تک کہ قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے۔ مگر جو شخص مریض ہو یا اس کو سر
کی تکلیف ہو تو اس کے لئے فدیہ ہے روزے رکھنا یا صدقہ دینا یا قربانی کرنا۔ پھر جب تم کو امن ہو جائے

توجو شخص حج کے ساتھ عمرہ کو ملائے تو اس پر قربانی ہے جو اسے میسر آئے، اور اگر قربانی میسر نہ ہو تو تین روزے حج کے زمانہ میں اور سات گھر پہنچ کر، اس طرح وہ پورے دس روزے رکھ لے یہ حکم اس کے لئے ہے جس کا گھر مسجدِ حرام کے قریب نہ ہو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ حج کے چند معلوم مہینے ہیں، جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کرے تو اس کے لئے حج کے دوران میں کوئی شہوانی فعل اور کوئی بدعملی اور کوئی لڑائی جھگڑے کی بات جائز نہیں، اور جو نیکی تم کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔ اور زادراہ لے لیا کرو، سب سے بہتر زادراہ تقویٰ ہے بس مجھ سے ڈرو اے عقل والو۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، پھر جب عرفات سے چلو تو مشعرِ حرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو اور اس کو اس طرح یاد کرو جیسا کہ اس نے تمھیں سکھایا ہے، ورنہ اس سے پہلے تم بھٹکے ہوئے لوگ تھے اس کے بعد طواف کے لئے پھر وہاں سے سب لوگ پھریں اور اللہ سے معافی چاہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ پھر جب اپنے حج کے ارکان پورے کر لو تو اللہ کو یاد کرو جیسے کہ تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو۔ بس کوئی ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں دیدے، اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔ یہی لوگ اپنی کمائی کے مطابق حصہ پائیں گے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ اور اللہ کو یاد کرو گنتی کے چند دنوں میں، پھر جو شخص دو ہی دن میں جلدی چلا گیا تو اس پر گناہ نہیں اور جو شخص ٹھہر گیا تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اس کے لئے جو اللہ سے ڈرے، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم سب اسی کے پاس جمع کئے جاؤ گے (البقرہ ۲۰۳ ــ ۱۹۶)

قربانی

ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے تاکہ لوگ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انھیں دئے ہیں۔ پس تمھارا خدا ایک ہی خدا ہے، تم اسی کے تابعدار بنو اور بشارت دے دو عاجزی کرنے والوں کو۔ جن کا حال یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور مصیبتوں پر صبر کرنے والے اور نماز قائم کرنے والے اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور قربانی کے جانوروں کو ہم نے تمھارے لئے اللہ کی علامت بنایا ہے، ان میں تمھارے لئے بھلائی ہے۔ پس انھیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو اور جب ان کی پیٹھیں زمین پر لگ جائیں تو ان میں سے خود بھی

کھاؤ اور کھلاؤ قناعت سے بیٹھنے والوں کو اور ان کو بھی جو اپنی حاجت پیش کریں۔ ان جانوروں کو ہم نے تمھارے بس میں کر دیا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔ اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون بلکہ اللہ کو تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اس طرح اللہ نے ان کو تمھارے بس میں کر دیا ہے تاکہ تم اللہ کی بڑائی کرو اس بات پر کہ اس نے تم کو راہ بتائی اور خوش خبری دے دو نیکی کرنے والوں کو (الحج ۳۷ ـ ۳۴)

اللہ کی بندگی

اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور تم اپنے جی کی بات کو خواہ ظاہر کرو یا اس کو چھپاؤ، اللہ بہرحال تم سے اس کا حساب لے گا۔ پھر وہ جس کو چاہے گا بخشے گا جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر اتری ہے اور مسلمانوں نے بھی، سب ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر، ان کا کہنا ہے کہ ہم اللہ کے پیغمبروں میں تفریق نہیں کرتے، اور انھوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب، اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، ہر ایک کو ملنا ہے جو اس نے کمایا اور ہر ایک پر پڑنا ہے جو اس نے کیا۔ اے ہمارے رب ہم کو نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں، اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے اگلوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ رکھ جس کو اٹھانے کی ہم کو طاقت نہیں، اور ہم سے درگذر کر اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مولیٰ ہے، پس منکروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر (البقرہ ـ آخر)

شریعت

تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمھارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انھیں اُف بھی نہ کہو اور نہ انھیں جھڑکو اور ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔ اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک جاؤ اور کہو کہ اے ہمارے رب ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے مجھ کو پالا جب میں چھوٹا تھا۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک بن کر رہو تو وہ پلٹ آنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین کو اور مسافر کو، اور فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے

بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اور اگر تمھیں ان سے اعراض کرنا ہو اس بنا پر کہ ابھی تم اللہ کی اس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو تلاش کر رہے ہو تو ان کو نرم جواب دو۔ اور اپنا ہاتھ نہ تو گردن سے باندھ لو اور نہ اس کو بالکل کھلا چھوڑ دو کہ تم ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔ تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کھول دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اسے تنگ کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم انھیں بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ بے شک ان کو قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔ اور زنا کے قریب نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ۔ اور اس جان کو قتل نہ کرو جس کو اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ، اور جو ظلم سے مارا جائے تو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کا حق دیا ہے، پس وہ قتل کرنے میں حد سے نہ نکلیں، اس کی مدد کی جائے گی۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر جس طرح کہ بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی پوری عمر کو پہنچ جائے، اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور جب ناپ کر دو تو پورا بھر کر دو اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔ اور ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمھیں علم نہ ہو، بے شک کان اور آنکھ اور دل سب کے بارے میں پوچھ ہو گی۔ اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے۔ ان میں سے ہر برا کام تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ یہ حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے رب نے وحی کی، اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا ورنہ تم جہنم میں ڈال دئے جاؤ گے ملامت زدہ ہو کر اور بھلائی سے محروم ہو کر
(بنی اسرائیل ۲۶ ـ ۳۹)

رحمان کے بندے

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے الجھیں تو وہ کہہ دیتے ہیں تم کو سلام۔ اور جو اپنے رب کے حضور سجدہ اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لے اس کا عذاب تو لپٹ جانے والا ہے۔ وہ بڑا ہی برا ٹھکانا اور مقام ہے۔ اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل، بلکہ ان کا خرچ دونوں کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور وہ اللہ کی حرام کی ہوئی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے روز اس کو دہرا عذاب دیا جائے گا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلت

کے ساتھ رہے گا۔ الّا یہ کہ کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل صالح کرے تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو وہ اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنا چاہئے۔ اور وہ لوگ جو جھوٹ کی گواہی نہیں دیتے اور جب وہ کسی لغو چیز پر گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ اور جنھیں اگر ان کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے تو وہ اس پر اندھے بہرے کی طرح نہیں گرتے۔ اور جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔ یہی لوگ بالا خانوں میں جگہ پائیں گے کیونکہ انھوں نے صبر کیا اور اس میں ان کا استقبال تحیّۃ اور سلام کے ساتھ ہوگا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ہے وہ ٹھکانا اور وہ مقام (الفرقان ۷۶ ۔ ۶۳)

بھروسہ اللہ پر

اللہ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اے ایمان لانے والو تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں تمھارے دشمن ہیں، ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تمھارے مال اور تمھاری اولاد ایک آزمائش ہیں، اور اللہ ہی کے پاس بڑا اجر ہے۔ پس اللہ سے ڈرو جتنا تمھارے بس میں ہے اور سنو اور اطاعت کرو اور اپنے مال خرچ کرو، یہ تمھارے لئے بہتر ہے۔ اور جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہا تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو قرض حسن دو تو وہ تم کو کئی گنا بڑھا کر دے گا اور تم کو بخش دے گا، اللہ قدردان اور بردبار ہے۔ وہ حاضر اور غائب کو جاننے والا ہے اور دانا اور زبردست ہے (التغابن ۱۸ ۔ ۱۳)

حکمت کی باتیں

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر شرک بلاشبہ بڑا ظلم ہے۔ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھوٹنے میں دو سال لگے، یہ کہ میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا، میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ تم پر دباؤ ڈالیں کہ تم میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک کرو جس کو تم نہیں جانتے تو ان کی بات نہ ماننا، اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرو اور پیروی اس شخص کے راستہ کی کرو جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم سب کو میری طرف پلٹنا ہے، اُس

وقت میں تم کو بتادوں گا کہ تم کیسے عمل کر رہے تھے۔ اے بیٹے، کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو، وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں، اللہ اس کو نکال لائے گا وہ لطیف وخبیر ہے۔ بیٹے، نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور بدی سے منع کر اور جو مصیبت پڑے اس پر صبر کر، بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔ اور لوگوں سے منھ نہ پھیر اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو پست رکھ، سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھے کی آواز ہے (لقمان ۱۹-۱۳)

اللہ سے ڈرنے والے

لوگ تم سے انفال کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہو کہ انفال اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔ پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور آپس کے معاملات درست رکھو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔ ایمان والے تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کے سامنے پڑھی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لئے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں اور بخشش ہے اور بہترین رزق ہے (الانفال ۴-۱)

حیات طیبہ

اللہ حکم دیتا ہے انصاف کا اور بھلائی کا اور قرابت والوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا اور وہ منع کرتا ہے بے حیائی سے اور بدی سے اور زیادتی سے، اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو عہد کرنے کے بعد اور اپنی قسموں کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو جب کہ تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو، اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ اور تم اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے محنت سے سوت کاتا اور پھر اس کو توڑ ڈالا، تم اپنی قسموں کو ایک دوسرے کے معاملات میں دخل دینے کا بہانہ بناتے ہو تاکہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جائے۔ بے شک اللہ اس کے ذریعہ تم کو پرکھتا ہے اور وہ قیامت کے دن تمہارے اختلاف کی حقیقت کھول دے گا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ تم سب کو ایک امت بنا دیتا۔ مگر وہ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے اور ضرور تم سے تمہارے اعمال

کی پوچھ ہوگی اور تم اپنی قسموں کو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکا دینے کا ذریعہ نہ بناؤ کہ کوئی قدم جمنے کے بعد اکھڑ جائے اور تم اس بات کی سزا چکھو کہ تم نے اللہ کے راستہ سے روکا، اور تم کو بڑا عذاب ہو۔ اور اللہ کے عہد کو تھوڑے فائدے کے بدلے نہ بیچو، جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ جو تمھارے پاس ہے وہ سب ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے، اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے عمل کا بہترین بدلہ دیں گے۔ جو شخص بھی نیک کام کرے گا، وہ مرد ہو یا عورت، اگر وہ مومن ہے تو ہم اس کو اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کو ان کے بہترین کاموں کے مطابق بدلہ دیں گے (النحل ۹۷-۹۰)

حرام و حلال

کہو، آؤ میں تمھیں سناؤں کہ تمھارے رب نے تمھارے لئے کیا چیزیں حرام کی ہیں۔ یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے مار نہ ڈالو۔ ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔ بے شرمی کی باتوں کے قریب نہ جاؤ۔ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی۔ اور کسی جان کو ہلاک نہ کرو جس کو اللہ نے حرام ٹھیرایا ہے۔ مگر حق کے ساتھ۔ اللہ ان باتوں کی تمھیں ہدایت کرتا ہے تاکہ تم سوچو۔ اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ۔ مگر ایسے طریقے سے جو بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے۔ اور ناپ اور تول میں انصاف کرو۔ ہم کسی شخص پر اتنی ہی ذمہ داری ڈالتے ہیں جتنا اس کے بس میں ہو۔ اور جب بات کہو تو انصاف کی بات کہو خواہ اپنے رشتہ دار کے خلاف کیوں نہ ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا۔ اللہ تمھیں ان کی ہدایت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو، اور یہی راستہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو، کہ وہ اللہ کے راستے سے ہٹا کر تم کو متفرق کر دیں گے۔ اللہ اس کی تم کو ہدایت کرتا ہے تاکہ تم بچو (الانعام ۵۴-۱۵۲)

کہو، میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ یہ ہیں —— فحش کام خواہ کھلے ہوں یا چھپے اور گناہ اور ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کے لئے اس نے سند نہیں اتاری۔ اور یہ کہ اللہ پر ایسی بات کہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ ہر گروہ کے لئے ایک مدت ہے، پھر جب ان کی مدت آجاتی ہے تو ایک گھڑی کی دیر یا جلدی نہیں ہوتی۔ اے بنی آدم، جب تمھارے پاس تم میں سے رسول آئیں جو تم کو میری آیتیں سنائیں تو جو کوئی ڈرے گا اور اصلاح کرے گا تو اس کے لئے نہ خوف ہے اور نہ غم۔ اور جو لوگ ہماری نشانیوں کو جھٹلائیں گے اور ان سے سرکشی کریں گے تو وہی آگ والے ہیں

جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے (الاعراف ۳۶ - ۴۳)

جنتی انسان

بے شک انسان بے صبر پیدا کیا گیا ہے۔ اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔ اور جب اس کو خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے، سوائے ان لوگوں کے جو نماز پڑھنے والے ہیں۔ جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔ جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا مقرر حق ہے۔ اور جو روز جزا کو سچا مانتے ہیں اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ ان کے رب کا عذاب اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں بجز اپنی بیویوں اور اپنی مملوکہ عورتوں کے کہ ان کے لئے ان پر کوئی ملامت نہیں۔ البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں تو وہی ہیں حد سے نکل جانے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں کی اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور جو اپنی گواہیوں میں سچائی پر قائم رہتے ہیں۔ اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ عزت کے ساتھ جنت کے باغوں میں رہیں گے (المعارج ۳۵ - ۱۹)

اطمینان والی روح

انسان کا حال یہ ہے کہ اس کا رب جب اس کو آزماتا ہے اور اس کو عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھ کو عزت دار بنایا۔ اور جب اس کو دوسری طرح آزماتا ہے اور اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھ کو ذلیل کر دیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ تم لوگ یتیم کے ساتھ عزت کا سلوک نہیں کرتے۔ میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ اور مال کی محبت میں بری طرح پڑے ہوئے ہو۔ ہرگز نہیں۔ جب زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ کر دیا جائے گا اور تمھارا رب ظاہر ہوگا اور فرشتے قطار در قطار آئیں گے۔ اور جہنم اس روز سامنے لائی جائے گی۔ اس دن انسان کو سمجھ آجائے گی۔ مگر اب سمجھ میں آنے کا موقع کہاں۔ آدمی کہے گا، کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لئے آگے کچھ بھیجا ہوتا۔ اس دن اللہ جو عذاب دے گا ویسا عذاب دینے والا کوئی نہیں۔ اور اللہ جیسا باندھے گا ویسا باندھنے والا کوئی نہیں۔ اے اطمینان والی روح، چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اللہ سے راضی، اللہ تجھ سے راضی۔ شامل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں (الفجر ۳۰ - ۱۵)

اللہ والے

اے ایمان والو، سود کئی کئی حصہ بڑھا کر نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو۔ اور اس آگ سے ڈرو جو منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اللہ اور رسول کا حکم مانو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت سارے آسمان اور زمین ہیں اور جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جو فراغت اور تنگی دونوں میں خرچ کرتے ہیں۔ جو غصہ کو پی جانے والے ہیں، اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کوئی برا کام ہو جاتا ہے یا اپنی جان پر کوئی ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ انھیں یاد آجاتا ہے۔ اور وہ اپنے گناہوں سے معافی مانگنے لگتے ہیں اور کون معاف کر سکتا ہے گناہوں کو اللہ کے سوا۔ اور یہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے درآں حالیکہ وہ جان رہے ہوں۔ ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کر دے گا۔ اور ایسے باغوں میں انھیں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ کیسا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کے لئے (آل عمران ۱۳۶ ـ ۱۳۰)

اصلاح کا طریقہ

اور جو کچھ تم کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب انھیں غصہ آجائے تو وہ معاف کر دیتے ہیں ۔ اور جنھوں نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہی اور انھوں نے نماز قائم کی اور وہ اپنے کام باہم مشورہ سے کرتے ہیں۔ اور ان کو ہم نے ان کو جو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب ان پر چڑھائی کی جائے تو وہ ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے ، پھر جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے ، اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو ظلم کے بعد بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ۔ الزام کے قابل تو وہ ہیں جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو یقیناً یہ ہمت کے کام ہیں (الشوریٰ ۴۳ ـ ۳۶)

کامیاب تجارت

اے ایمان والو، کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچا دے۔ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔ یہ تمھارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اللہ تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور بہترین گھر ابدی جنتوں میں، یہ ہے بڑی کامیابی اور دوسری چیز جو تم چاہتے ہو، اللہ کی طرف سے نصرت اور جلد فتح، اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دو۔ اے ایمان لانے والو، اللہ کے مددگار بنو، جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ کون ہے اللہ کی طرف میرا مددگار۔ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار۔ پس بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے انکار کیا۔ پس ہم نے ایمان لانے والوں کی تائید کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں، اور وہ غالب ہو گئے (الصف ۱۴-۱۰)

نیکی کی حقیقت

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے پورب کی طرف کر لو یا پچھم کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور آسمانی کتابوں پر اور پیغمبروں پر، اور اپنا پسندیدہ مال رشتہ داروں کو دے اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے کے لئے، اور وہ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور وہ لوگ کہ جب عہد کریں تو اپنے عہد کو پورا کریں اور صبر کرنے والے تنگی اور مصیبت کے وقت اور جہاد کے وقت، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں (البقرہ ۱۷۷)

اللہ کی مہمانی

کیا انکار کرنے والے یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنالیں، ہم نے انکار کرنے والوں کی مہمانی کے لئے جہنم بنا رکھی ہے۔ کہو، کیا ہم تم کو بتائیں کہ عمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے والے کون ہیں۔ وہ لوگ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں بھٹکتی رہی، اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا اور اس کی ملاقات کا یقین نہ کیا۔ پس ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔ قیامت کے دن ہم ان کو کوئی وزن نہ دیں گے۔ ان کا بدلہ جہنم ہے، اس انکار کے

سبب سے جو انھوں نے کیا، اور انھوں نے میری نشانیوں اور میرے پیغمبروں کا مذاق اڑایا۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیا ان کی میزبانی کے لئے فردوس کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس سے نکلنا نہ چاہیں گے۔ کہو، اگر سمندر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے روشنائی بن جائے تو سمندر ختم ہو جائے گا مگر میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی، خواہ ہم اتنی ہی روشنائی اور لے آئیں۔ کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کا امید وار ہو اس کو چاہئے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے (الکہف ۱۱۰ - ۱۰۲)

مومن کی معاشی زندگی

اے ایمان لانے والو جب پکارا جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمھارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو۔ اور جب انھوں نے تجارت اور کھیل تماشا دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور تم کو کھڑا چھوڑ دیا۔ ان سے کہو کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے کھیل تماشے سے اور تجارت سے۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے (الجمعۃ ۹ - ۱۱)

فردوس والے

کامیاب ہو گئے ایمان لانے والے۔ جو اپنی نماز میں جھکنے والے ہیں۔ اور جو لغو چیزوں سے دور رہتے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوا اپنی بیویوں کے یا ان عورتوں کے جو ان کی ملک میں ہیں، کہ ان پر انھیں کوئی ملامت نہیں۔ مگر جو اس کے علاوہ چاہیں تو وہ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں جو فردوس کی وراثت پائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (المومنون ۱۱ - ۱)

سب کچھ اللہ کے لئے

اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جان اور مال خرید لیا ہے اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور پھر مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے توراۃ میں انجیل میں اور قرآن میں، اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدہ کا پورا کرنے والا ہو۔ پس خوشی مناؤ اپنے اس معاملہ پر جو تم نے اللہ سے

کیا ہے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ وہ ہیں اللہ کی طرف پلٹنے والے، اس کی عبادت کرنے والے، اس کا شکر کرنے والے اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے، اس کے آگے رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے والے، اور خوش خبری دے دو ایمان لانے والوں کو (التوبہ ۱۱۲ ــ ۱۱۱)

مومن اللہ کا درخت ہے

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسی مثال بیان کی، کلمۂ طیبّہ ایسا ہی ہے جیسے شجرۂ طیبہ (اچھا درخت) اس کی جڑ گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے، یہ مثال اللہ لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ سوچیں۔ اور کلمہ خبیثہ کی مثال شجرۂ خبیثہ (برے درخت) جیسی ہے جو زمین کے اوپر سے اکھاڑ لیا جائے، اس کے لئے کوئی ٹھہراؤ نہیں۔ اللہ ایمان والوں کو ایک قولِ ثابت کے ذریعہ دنیا و آخرت میں جماؤ عطا کرتا ہے اور ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے اور اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے (ابراہیم ۲۷ - ۲۴)

اچھی نصیحت

اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تم کو بہت اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے۔ اور یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے (النساء ۵۸) جس کو ڈر ہو گا وہ نصیحت پکڑے گا۔ اور اس سے گریز کرے گا وہ بدبخت جس کو بڑی آگ میں جانا ہے۔ پھر وہ نہ اس میں مرے گا اور نہ جئے گا۔ کامیاب ہو گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا۔ پھر نماز ادا کی۔ مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت زیادہ بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے (الاعلیٰ ۱۷ ــ ۱۰)

تباہی کس کے لئے

تباہی ہے اس شخص کی جو عیب نکالتا ہے اور غیبت کرتا ہے۔ جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ ہرگز نہیں۔ وہ شخص تو روندنے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا۔ اور تم کیا جانو کہ وہ روندنے والی جگہ کیا ہے۔ وہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں

تک جا پہنچے گی۔ وہ ان پر بند کر دی جائے گی، اونچے اونچے ستونوں میں (ہمزہ)

نشانیوں کو جھٹلانے والے

جو شخص میری نصیحت سے منہ پھیرے گا، اس کے لئے ہے تنگ زندگی اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب کیوں تو نے مجھ کو اندھا اٹھایا، دنیا میں تو میں آنکھ والا تھا۔ اللہ فرمائے گا، ہاں، اسی طرح پہنچی تھیں تمھارے پاس ہماری نشانیاں، پھر تم نے ان کو بھلا دیا۔ اسی طرح آج تم کو بھلایا جا رہا ہے۔ اسی طرح ہم حد سے گزرنے والے اور اپنے رب کی نشانیاں نہ ماننے والے کو بدلہ دیتے ہیں، اور آخرت کا عذاب بڑا سخت اور بہت باقی رہنے والا ہے (طٰہٰ ۱۲۷ – ۱۲۴)

انصاف کی گواہی

اے ایمان والو اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم انصاف کو چھوڑ دو، انصاف کرو۔ یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ کا وعدہ ہے ایمان والوں سے اور نیک عمل کرنے والوں سے کہ ان کے لئے بڑی بخشش اور ثواب ہے۔ اور جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہی ہیں دوزخ میں جلنے والے (المائدہ ۱۰ – ۸)

اختلاف نہیں

اے ایمان والو جب کسی گروہ سے تمھارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو گے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور تم ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اپنے گھر سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاتے ہوئے نکلے، اور وہ اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور اللہ اُن کے عمل کا احاطہ کئے ہوئے ہے (الانفال ۴۷ – ۴۵)

اسلامی معاشرت

اے ایمان لانے والو، اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم

کسی گروہ پر نادانی سے جاپڑو پھر تمھیں اپنے کیئے پر پچھتاوا ہو اور جان لو کہ تمھارے درمیان اللہ کا رسول ہے، اگر وہ بہت سے معاملات میں تمھاری بات مان لے تو تم مشکل میں پڑجاؤ گے، مگر اللہ نے تمھارے اندر ایمان کی محبت ڈال دی اور اس کو تمھارے لئے دل پسند بنا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو متنفر کر دیا، یہی لوگ نیک راستہ پر ہیں۔ اللہ کے فضل اور احسان سے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ ملاپ کرادو اور انصاف کرو کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ بے شک مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں پس اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ اے ایمان والو ایک گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو بُرے نام سے یاد کرو، گنہ گاری برا نام ہے ایمان کے بعد، اور جو باز نہ آئے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔ اے ایمان والو، بدگمانیوں سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کا بھید نہ ٹٹولو، اور ایک دوسرے کو بیٹھ پیچھے برا نہ کہو کیا تم میں سے کوئی اس کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، تم خود اس سے گھن کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔ اے لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمھارے قبیلے اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو یقیناً اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، بے شک اللہ علیم و خبیر ہے (الحجرات ۱۳-۶)

اللہ کی طرف دعوت

اپنے رب کے راستہ کی طرف پکارو، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔ اور لوگوں سے بحث کرو ایسے طریقے سے جو بہتر ہو۔ تمھارا رب زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون سیدھے راستے پر ہے۔ اور اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اتنا ہی لو جتنا کہ تم پر زیادتی کی گئی ہے۔ اور اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔ اور صبر سے کام لو، تمھارا صبر اللہ ہی کے لئے ہے، اور ان پر غم نہ کرو اور ان کی کارروائیوں پر دل تنگ نہ ہو۔ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے

ڈریں۔ اور جو نیک عمل کرتے ہیں (النحل ۱۲۸ – ۱۲۵)

اللہ کی بڑائی کرو

اے اوڑھ کر لیٹنے والے، اٹھ اور لوگوں کو خبردار کر۔ اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کر۔ اور اپنے آپ کو پاک رکھ۔ اور گندگی سے دور رہ۔ اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے اور بہت بدلہ چاہے۔ اور اپنے رب کی خاطر صبر کر۔ پھر جب صور میں پھونک ماری جائے گی، وہ دن بڑا ہی مشکل دن ہو گا، منکروں کے لئے آسان نہ ہو گا (۱۰ – ۱) ہرگز نہیں، قسم ہے چاند کی اور رات کی جب کہ وہ پلٹتی ہے اور صبح کی جب کہ وہ روشن ہوتی ہے۔ دوزخ بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔ انسان کے لئے ڈراوا، تم میں سے اس شخص کے لئے جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہ جانا چاہے۔ ہر آدمی اپنے کئے کاموں میں پھنسا ہوا ہے۔ دائیں طرف والوں کے سوا، وہ باغوں میں ہوں گے۔ وہ مجرموں سے پوچھیں گے، تم کو کیا چیز دوزخ میں لے گئی۔ وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں نہ تھے اور ہم محتاج کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ اور ہم باتیں بنانے والوں کے ساتھ باتیں بناتے تھے۔ اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ آ پہنچی ہم پر وہ یقینی بات۔ اس وقت سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے کام نہ آئے گی (المدثر ۴۸ – ۳۲)

آخرت بہتر ہے

کامیاب ہو گیا وہ جس نے پاکی اختیار کی۔ اور اپنے رب کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی۔ مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ یہی بات پچھلے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں (الاعلیٰ ۱۸ – ۱۵)

جن کی کوششیں قابل قدر ٹھہریں گی

ہم نے انسان کو پیدا کیا پانی کی ایک مخلوط بوند سے تاکہ ہم اس کا امتحان لیں۔ پس ہم نے اس کو سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ ہم نے اس کو راستہ دکھایا، چاہے وہ شکر کرنے والا بنے یا انکار کرنے والا۔ ہم نے انکار کرنے والوں کے لئے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ بے شک نیک لوگ شراب کے ایسے پیالے پئیں گے جن میں چشمۂ کافور کی آمیزش ہو گی۔ اس چشمہ سے اللہ کے بندے پئیں گے، وہ

وہ اس کی شاخیں نکال لیں گے جس طرف چاہیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تم کو صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ ہم کو تو اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا ڈر لگا ہوا ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا۔ تو اللہ نے ان کو اس دن کی آفت سے بچا لیا اور ان کو تازگی اور سرور سے نوازا۔ اور انھوں نے جو صبر کیا اس کے بدلے میں ان کو جنت اور ریشمی لباس عطا فرمایا۔ وہاں وہ اونچی مسندوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے۔ نہ ان کو دھوپ کی گرمی ستائے گی اور نہ جاڑے کی سردی۔ جنت کی چھاؤں ان پر جھکی ہوئی سایہ کر رہی ہوگی۔ اور اس کے پھل ہر وقت ان کی دسترس میں ہوں گے اور ان کے سامنے چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالے گردش میں ہوں گے۔ وہ نہایت موزوں انداز سے بھرے ہوں گے۔ اور وہاں ان کو ایک اور شراب کے پیالے پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ یہ اس میں ایک چشمہ ہے جس کو سلسبیل کہا جاتا ہے۔ اور ان کی خدمت کے لئے ایسے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ ایک ہی سن پر رہیں گے۔ تم انھیں دیکھو تو سمجھو کہ موتی ہیں جو بکھیر دئے گئے ہیں۔ وہاں تم جدھر بھی نظر ڈالو گے عظیم نعمت اور عظیم بادشاہی دیکھو گے۔ ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز لباس اور اطلس و دیبا کے کپڑے ہوں گے۔ ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ اور ان کا رب ان کو پاکیزہ مشروب پلائے گا۔ بے شک یہ تمھارے عمل کا بدلہ ہے اور تمھاری سعی مقبول ہوئی (الدہر)

جزا و سزا کا دن

جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب تارے بکھر جائیں گے۔ اور جب سمندر پھاڑ دئے جائیں گے۔ اور جب قبریں کھول دی جائیں گی۔ اس وقت ہر آدمی جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو اس نے پیچھے چھوڑا۔ اے انسان، کس چیز نے تجھ کو اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھ کو پیدا کیا۔ پھر تجھے درست کیا اور تجھ کو متناسب بنایا۔ جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا۔ ہرگز نہیں، بلکہ تم لوگ جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ تمھارے اوپر نگراں مقرر ہیں۔ معزز لکھنے والے جو تمھارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔ بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور بے شک برے لوگ جہنم میں جائیں گے۔ جزا کے دن وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ اس سے ہرگز غائب نہ ہو سکیں گے۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے۔ ہاں، تم کیا جانتے ہو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے۔ یہ وہ دن ہے جب کہ

ایک شخص کے لیۓ دوسرے کے لیۓ کچھ کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اور اس دن فیصلہ صرف اللہ کے اختیار میں ہوگا (الانفطار)

خدا کا مقبول دین

آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیۓ خاص کردیں گے جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہیں اور نہ فساد کرنا، اور عاقبت متقیوں ہی کے لیۓ ہے۔ جو کوئی بھلائی لے کر آئے گا اس کے لیۓ اس سے بہتر بھلائی ہے۔ اور جو برائی لے کر آئے تو برائیاں کرنے والے وہی سزا پائیں گے جو وہ کرتے تھے (قصص ۸۴-۸۳) جس شخص نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو بری خواہشات سے روکا، اس کا ٹھکانا جنت ہے۔ (النازعات ۴۱-۳۸) جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرے گا، وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ شخص آخرت میں ناکام و نامراد ہوگا (آل عمران ۸۵)

دعا

سب تعریف صرف اللہ کے لیۓ ہے جو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ بدلہ کے دن کا مالک ہے۔ خدایا، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم کو سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تونے انعام فرمایا جو تیرے معتوب نہیں ہوئے، جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں (الفاتحہ)

اے ہمارے رب

اے ہمارے رب، ہماری بھول اور ہماری غلطیوں پر ہم کو نہ پکڑ۔ اے ہمارے رب، ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تونے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے ہمارے رب، ہم پر وہ بوجھ نہ رکھ جس کو اٹھانے کی ہمیں طاقت نہیں۔ ہم کو معاف کر، ہمیں بخش دے۔ ہم پر رحم فرما۔ تو ہمارا مولا ہے، بس تو انکار کرنے والوں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر (البقرہ ۲۸۶) اے اللہ، سلطنت کے مالک، تو جس کو چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔ تو جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے۔ سب خوبی تیرے ہاتھ میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے

اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے (آل عمران ۲۷ ۔ ۲۶)

ہم کو بچالے

اے ہمارے رب، ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا (الفرقان ۷۴) اے میرے رب، مجھے نصیب کر کہ میں تیرے احسان کا شکر کروں جو تو نے میرے اوپر اور میرے والدین کے اوپر کیا ہے اور یہ کہ میں نیک کام کروں جو تجھ کو پسند آئے اور اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے صالح بندوں میں داخل کر لے (النمل ۱۹) اے ہمارے رب، تیرا رحم اور تیرا علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے، تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ پر چلے اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے رب، اور انھیں داخل کر ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں جن کا وعدہ تو نے ان سے کیا ہے اور ان کے والدین اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو صالح ہوں ان کو بھی، تو زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اور بچالے ان کو خرابیوں سے اور جس کو تو اس دن خرابیوں سے بچالے اس پر تو نے بڑا رحم کیا۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے (المومن ۹ ۔ ۷)

ہماری مدد کر

اے ہمارے رب، ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور ہم کو آخرت میں بھلائی دے۔ اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا (البقرہ ۲۰۱) اے ہمارے رب، ہمارے اوپر صبر انڈیل دے اور ہمارے قدموں کو جمادے اور منکر لوگوں کے اوپر ہماری مدد کر (البقرہ ۲۵۰) اے ہمارے رب، ہمارے دلوں کو تو ہدایت دینے کے بعد پھیر نہ دے۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بے شک تو ہی سب کچھ دینے والا ہے (آل عمران ۸) اے ہمارے رب، ہم ایمان لائے۔ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا (آل عمران ۱۶)

ہمارے سینہ کو پاک کردے

اے ہمارے رب، ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کدورت نہ رکھ۔ اے ہمارے رب، تو بہت مہربان اور رحم والا ہے (الحشر ۱۰) اے ہمارے رب، ہم نے تیرے اوپر بھروسہ کیا اور ہم نے تیری طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

اے ہمارے رب، ہمیں منکر لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا اور ہمیں بخش دے، بے شک تو زبردست ہے، حکمت والا ہے (۵-۴) اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل دے اور ہم کو بخش دے، تو ہر چیز پر قادر ہے (التحریم ۸)

اچھا خاتمہ کر

اے ہمارے رب، تو نے یہ سب بے مقصد نہیں بنایا، تو پاک ہے، پس ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب، تو نے جس کو آگ میں ڈالا اس کو تو نے واقعی رسوا کر دیا۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے ہمارے رب، ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ پس ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ اے ہمارے رب، تو نے جو وعدے اپنے رسولوں کی معرفت ہم سے کئے ہیں ان کو ہمارے ساتھ پورا کر اور قیامت کے دن ہم کو رسوائی میں نہ ڈال۔ بے شک تو اپنے وعدہ کے خلاف کرنے والا نہیں (آل عمران ۱۹۴-۱۹۱)

ہم پر رحم کر

اے میرے رب، مجھ کو نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی۔ اے رب، میری دعا قبول کر۔ اے ہمارے رب، مجھ کو اور میرے والدین کو اور تمام ایمان والوں کو اس دن معاف کر دے جب کہ حساب قائم ہوگا (ابراہیم ۴۱-۴۰) اے میرے رب تو میرے والدین پر رحم کر جس طرح انھوں نے مجھے پالا جب کہ میں چھوٹا تھا (بنی اسرائیل ۲۵)

ہم کو فتنہ نہ بنا

اے ہمارے رب، ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو معاف نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے (الاعراف ۲۳) اے ہمارے رب، ہمارے اوپر صبر انڈیل دے اور ہم کو اس حال میں دنیا سے اٹھا کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں (الاعراف ۱۲۶) اے رب، تو ہی ہمارا مددگار ہے۔ پس ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے۔ تو ہمارے لئے اس

دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی، ہم نے تیری طرف رجوع کیا (الاعراف ۱۵۵ - ۵۶) اے ہمارے رب، ہمیں ظالم لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا۔ اور اپنی رحمت سے ہم کو منکروں سے نجات دے (یونس ۸۶ - ۸۵) اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے، تو ہی میرا رفیق ہے دنیا میں اور آخرت میں۔ میرا خاتمہ اسلام پر کر اور مجھ کو نیکوں کے ساتھ شامل کر دے (یوسف ۱۰۱)

ہمارے کام کو درست کر دے

اے میرے رب، تو مجھ کو جہاں لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے مجھ کو نکال سچائی کے ساتھ نکال، اور اپنی طرف سے ایک قوت کو میرا مددگار بنا دے (بنی اسرائیل ۸۰) اے ہمارے رب، ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے لئے ہمارے کام میں درستی فرما (الکہف ۱۰)

مجھے اکیلا نہ چھوڑ

اے میرے رب، میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لئے آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ لیں (طہ ۲۸ - ۲۵) اے میرے رب، مجھے زیادہ علم عطا کر (طہ ۱۱۴) اے رب، مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو سب سے بڑا مہربان ہے (الانبیار ۸۳) اے میرے رب، مجھے اکیلا نہ چھوڑ دے اور تو سب سے اچھا وارث ہے (الانبیار ۸۹) اے میرے رب، مجھے برکت والی جگہ میں اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے (المومنون ۲۹) اے میرے رب، اپنے یہاں جنت میں میرے لئے ایک گھر بنا دے (التحریم ۱۱) اے میرے رب، جو بھلائی تو میرے اوپر اتارے میں اس کا محتاج ہوں (القصص ۲۴) اے میرے رب، مفسد لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد کر (العنکبوت ۳۰) اے رب، میں مغلوب ہو گیا، پس تو میرا بدلہ لے لے (القمر ۱۰)

عذاب سے بچا

اے میرے رب، میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطانوں کی اکساہٹ سے۔ اور اے میرے رب، میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں (المومنون ۹۸ - ۹۹) اے ہمارے رب، ہم ایمان لائے، تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے (المومنون ۱۰۹) اے ہمارے رب، جہنم کے عذاب کو ہم سے ہٹا دے، بیشک اس کا عذاب پکڑ لینے والا ہے (الفرقان ۶۵)

دعا کیوں قبول نہیں ہوتی

لوگوں نے ایک بزرگ سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔ بزرگ نے جواب دیا: اس لئے کہ آپ لوگ خدا سے وہ چیز مانگتے ہیں جو آپ دوسرے انسانوں کو دینے کے لئے تیار نہیں۔ آپ خدا سے مانگتے ہیں کہ وہ آپ کو ظالموں کے ظلم سے بچائے۔ مگر آپ میں سے ایک شخص کو جب کسی کے اوپر غلبہ حاصل ہوتا ہے تو وہ اس کو اپنے ظلم کا مزہ چکھانے سے باز نہیں رہتا۔ آپ خدا سے جان و مال کی امان مانگتے ہیں مگر آپ میں سے ایک شخص کو جب موقع ملتا ہے تو وہ اپنے بھائی کے جان و مال کو اپنے لئے جائز کر لیتا ہے۔ آپ خدا سے باعزت زندگی مانگتے ہیں مگر آپ میں سے ایک شخص اگر کسی کے اوپر قابو پائے تو وہ اس کو بےعزت کر کے خوش ہوتا ہے۔ آپ خدا سے مانگتے ہیں کہ وہ آپ کو دشمن قوموں کی سازش سے بچائے مگر آپ میں سے ایک شخص کو اگر کسی سے اختلاف ہو جائے تو اس کو اکھاڑنے کے لئے وہ ہر قسم کی سازشیں کرنا شروع کر دیتا ہے۔

دعا کی قبولیت کی لازمی شرط یہ ہے کہ آدمی دعا مانگنے میں سنجیدہ ہو۔ اس کی دعا اس کی پوری ہستی کی پکار ہو نہ کہ محض زبان کی حرکت سے نکلے ہوئے الفاظ۔ جب آدمی سنجیدہ ہو تو اس کی زندگی تضاد سے خالی ہو جاتی ہے۔ اس کی دعا میں اور اس کے عمل میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اگر ایک شخص فی الواقع ظلم کو ناپسند کرتا ہے اور دوسرے آدمی کے ظلم کو قابل شکایت سمجھ رہا ہے تو ناممکن ہے کہ وہ خود اپنے دائرے میں ظالم بن جائے۔ اپنے دائرہ اختیار میں ظلم کرنا اور دوسرے کے ظلم پر احتجاج کرنا ایسا تضاد ہے جو ثابت کرتا ہے کہ آدمی اپنے کہنے میں سنجیدہ نہیں ہے، وہ قول بلافعل (صف) کی سطح پر ہے۔ اور جو شخص قول بلافعل کی سطح پر ہو اس کی دعا اس کے منہ پر مار دی جاتی ہے نہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت کا شرف حاصل کرے۔

ایک شخص لوگوں کو باہم لڑاتا پھرتا ہو اور خدا سے دعا کرے کہ "خدایا لوگوں کو متحد کر دے"، تو یہ اللہ کی نظر میں دعا نہیں ہے بلکہ ایک مذاق ہے جو دعا کرنے والے کو صرف سزا کا مستحق بناتی ہے۔ دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ آدمی بندوں کو وہی دے رہا ہو جو وہ خدا سے اپنے لئے مانگ رہا ہے۔ اس سے دوسروں کو وہی رحمت و عنایت ملے جس رحمت و عنایت کی درخواست وہ خدا سے اپنے لئے کر رہا ہے۔ اس کے بغیر دعا ایک جرم ہے نہ کہ حقیقۃً اللہ کے سامنے پیش کی جانے والی درخواست۔

دینی تعلیم

اور جو شخص اسلام (خدا کی اطاعت) کے سوا کوئی اور دین چاہے گا تو وہ ہرگز
اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نامراد ہوگا۔

قرآن ۳ : ۸۵

توحید

کہو وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے
اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ سورۂ اخلاص

اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ غالب اور حکیم ہے۔ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ وہ زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی اول ہے اور وہی آخر بھی۔ وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی بھی۔ اور وہی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ حدید

اللہ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے، سب کا تھامنے والا ہے۔ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اس کو اونگھ لگتی ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جو وہ چاہے۔ اس کی حکومت آسمانوں اور زمین سب پر چھائی ہوئی ہے۔ اور ان کی نگرانی اس پر ذرا بھی گراں نہیں۔ بس وہی ایک ذات سب سے برتر اور عظیم ہے۔

دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔ اب جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسی پکڑ لی جو ٹوٹنے والی نہیں۔ اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا، وہ ان کو اندھیرے سے اجالے کی طرف لاتا ہے۔ اور جن لوگوں نے انکار کیا ان کے ساتھی شیطان ہیں، وہ ان کو اجالے سے اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ آگ میں جانے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ بقرہ

ساری تعریف اللہ کے لئے

ایک درخت ایک بے حد بامعنی واقعہ ہے مگر اس کو اپنی معنویت کا شعور نہیں۔ ایک پھول نفاست اور لطافت کا شاہکار ہے مگر کوئی پھول اپنی اس خصوصیت کو نہیں جانتا، ایک چڑیا بے حد حسین وجود ہے مگر کسی چڑیا کو اپنے حسن کا احساس نہیں۔ یہی حال دنیا کی تمام چیزوں کا ہے۔ دنیا کی ہر چیز حسین ترین آرٹ کا انتہائی کامل نمونہ ہے۔ مگر کسی چیز کو بھی اپنی اس حیثیت کا کوئی علم نہیں۔

پھر حسن ولطافت کی یہ نمائش گاہ کس کے لئے سجائی گئی ہے۔ یہ انسان کے لئے ہے۔ تمام معلوم کائنات میں انسان ہی واحد مخلوق ہے جو کسی چیز کے حسن کو دیکھتا ہے اور اس کی خوبیوں کو محسوس کرکے اس کی داد دے سکتا ہے۔ خدا نے دنیا کی صورت میں ایک حسین آرٹ بنایا اور انسان کو اس کی پرکھ دے کر اس کو زبان عطا کی تاکہ وہ خدا کی حسین تخلیق کو دیکھ کر جھوم اٹھے اور اپنی زبان سے اس کے خالق کو خراج تحسین پیش کرے۔ اسی کا نام حمد یا خدا کی تعریف ہے۔ حمد انسان کے اعلیٰ ترین جذبات کا وہ نذرانہ ہے جو خدا کے سامنے پیش ہونے کے لئے انسانی الفاظ میں ڈھل جاتے ہیں۔

حمد یہ ہے کہ ایک شخص دنیا میں خدا کی کاریگری کو دیکھے، وہ اس کے کمالات کو محسوس کرکے تڑپ اٹھے۔ اور پھر اس کی زبان سے بے تابانہ نکل پڑے کہ خدایا، ساری تعریف تیرے لئے ہے۔ تو پاک اور برتر ہے، خدایا تو مجھے اقرار کرنے والوں میں لکھ لے اور مجھ کو ان لوگوں میں نہ بنا جن کو تو اندھی حالت میں اٹھائے گا، کیونکہ انھوں نے تیرے حسن کو نہیں دیکھا، کیونکہ انھوں نے تیرے کمالات کا اعتراف نہیں کیا ـــــ اللہ کو چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے اس طرح یاد کرنے کا نام حمد ہے، خواہ کہنے والا اپنے کلمات کو عربی زبان میں کہے یا کسی دوسری زبان میں۔

خدا کے فرشتے

خدا نے اپنی قدرت خاص سے جو مخلوقات پیدا کی ہیں انھیں میں سے اس کی وہ نورانی مخلوق ہے جس کو فرشتہ کہا جاتا ہے۔ یہ فرشتے بے شمار تعداد میں ہیں۔ وہ کائنات کے ہر گوشے میں خدا کے احکام پہنچاتے رہتے ہیں اور خدا کے حکم کے تحت اس کی وسیع سلطنت کا انتظام کر رہے ہیں۔

فرشتے خدا کے حد درجہ وفادار کارندے ہیں جو اس کے حکم کے تحت موجودات کے پورے کارخانے کو چلاتے ہیں۔ زمین، سورج اور ستارے مسلسل حرکت کرتے ہیں مگر ان کی رفتار میں کروروں سال کے اندر بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ پانی اور بارش کا ایک زبردست نظام ہے جو زمین کے اوپر اربوں سال سے جاری ہے۔ زمین کی سطح پر ہر آن طرح طرح کے درخت اور پودے نکل رہے ہیں۔ انسان اور دوسرے زندہ اجسام روزانہ پیدا ہوتے ہیں اور زمین پر اپنا رزق حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح کے ان گنت واقعات جو دنیا میں بہت بڑے پیمانہ پر ہو رہے ہیں وہ کیوں کر ہو رہے ہیں۔ خدا کے رسولوں نے بتایا کہ یہ سب کا سب ایک خدائی نظام ہے جس کو وہ اپنے غیبی فرشتوں کے ذریعہ چلا رہا ہے۔ خدا اور اس کی دوسری مخلوقات کے بیچ میں فرشتے ایک قسم کا درمیانی وسیلہ ہیں جن کے ذریعہ خدا اپنی تمام مخلوقات پر اپنے حکموں کا نفاذ کرتا ہے۔ اسی طرح یہ فرشتے خدا کے پیغمبروں تک خدا کا کلام پہنچاتے ہیں۔ وہ انسانوں کے اعمال کا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں۔ ان کے ذریعہ خدا افراد اور قوموں پر اپنا انعام اتارتا ہے اور ان کو سزائیں دیتا ہے۔ فرشتے انسان کی روح قبض کرتے ہیں۔ انھیں فرشتوں کے ذریعہ وہ صور پھونکا جائے گا جو تمام عالم کو درہم برہم کر دے گا اور پھر کچھ لوگ جنت میں جگہ پائیں گے اور کچھ لوگ جہنم میں۔

اللہ کا رسول

کارخانہ سے ایک مشین بن کر نکلتی ہے تو اس کے ترکیب استعمال کا کاغذ بھی ساتھ رکھ دیا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ ایک انجینئر آتا ہے جو عملاً کر کے دکھا دے کہ مشین کو کس طرح چلانا چاہئے۔ انسان بھی ایک زیادہ پیچیدہ قسم کی زندہ مشین ہے۔ وہ پیدا ہو کر اچانک اپنے آپ کو ایک ایسی دنیا میں پاتا ہے جہاں کسی پہاڑ کے اوپر یہ لکھا ہوا نہیں کہ یہ دنیا کیا ہے اور یہاں اس کو کس طرح رہنا چاہئے۔ دنیا کی تعلیم گاہوں میں ایسے انجینئر بھی تیار نہیں ہوتے جو زندگی کے راز کو جانیں اور انسان کے لئے عملی رہنما کا کام دے سکیں۔

اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے خدا نے اپنے رسول بھیجے۔ ہر رسول اپنے ساتھ اللہ کا کلام لایا۔ اس کلام کے ذریعہ خدا نے انسان کو بتایا کہ زندگی کی حقیقت کیا ہے اور آدمی کو کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے۔ اسی کے ساتھ رسول تمام انسانوں کے لئے خدا پرستانہ زندگی کا نمونہ تھے۔ آدمی کن جذبات و خیالات کے ساتھ جئے۔ وہ اپنے رب کو کس طرح یاد کرے۔ انسانوں کے درمیان رہتے ہوئے وہ لوگوں کے ساتھ کس طرح معاملہ کرے۔ اس کی دوستی اور دشمنی کی بنیاد کیا ہو۔ غرض ہر آدمی صبح سے شام تک جو زندگی گزارتا ہے اس کا عملی نمونہ اس کو رسول کی زندگی میں مل جاتا ہے۔

خدا نے اگرچہ ہر آدمی کی فطرت میں حق اور ناحق کی تمیز رکھ دی ہے۔ زمین و آسمان میں بے شمار نشانیاں پھیلا دی ہیں جن سے آدمی سبق حاصل کر سکے۔ تاہم اسی کے ساتھ خدا نے انسانوں کی زبان میں اپنی کتاب بھی اتاری اور انسانوں میں سے اپنے کچھ بندوں کو منتخب کر کے اپنا رسول مقرر کیا تاکہ ہدایت اور گمراہی کو سمجھنے میں آدمی کے لئے کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

ختم نبوت

پیغمبر عربی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول تھے۔ آپ کے بعد اب کوئی رسول نہیں آئے گا، یہاں تک کہ قیامت آجائے۔

اللہ کی طرف سے جتنے رسول آئے سب ایک ہی دین لے کر آئے۔ ان کے بولنے کی زبانیں الگ الگ تھیں مگر دین سب کا ایک تھا۔ مگر پچھلے نبیوں کی تعلیمات کو ان کے ماننے والے ان کی اصلی حالت میں محفوظ نہ رکھ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ بار بار پیغمبر آتے رہے تاکہ خدا کے دین کو از سر نو تازہ اور زندہ کردیں۔ مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا انقلاب آیا جس نے دین کو اس کی اصلی حالت میں محفوظ کردیا۔ اس لئے اب نیا پیغمبر آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ خدا کا دین اس طرح قائم ہوگیا جو آپ کے بعد ہر دور میں پیغمبر کا بدل بن سکے۔ خدا کی کتاب ویسی ہی کی ویسی محفوظ ہے جیسی کہ وہ آسمان سے اتری تھی۔ حتیٰ کہ اب پریس کے دور میں چھپ کر وہ دنیا بھر میں ہر آدمی تک پہنچ گئی۔ رسول کی زندگی ایک کامل نمونہ کی حیثیت سے مستند کتابی مجموعوں میں مرتب ہوگئی۔ رسول کے بعد ایک ایسی مستقل امت وجود میں آگئی جو نسل در نسل قرآن و سنت کے علم کو لوگوں تک پہنچاتی رہے اور اسی کے ساتھ دین کے طریقوں (مثلاً نماز کیسے پڑھی جائے) کو اس طرح عملی طور پر بتاتی رہے کہ کسی کو اس کی تعمیل میں دشواری نہ رہے۔ ہر دور کا انسان دین کو ٹھیک اسی طرح پاتا رہے جس طرح رسول کے زمانہ کے انسانوں کو وہ رسول کے ذریعہ ملا تھا۔

جب دین محفوظ ہوگیا اور لوگوں کے درمیان ہمیشہ کے لئے اس کا تسلسل قائم ہوگیا تو اب نیا نبی آنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اب خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کے ذریعہ وہ کام ہوتا رہے گا جو پہلے رسول کے ذریعہ انجام پاتا تھا۔ پہلے یہ کام براہ راست رسولوں کے ذریعہ ہوتا تھا، اب وہ رسول کی امت کے ذریعہ ہوگا۔

قیامت

ہر روز رات کے بعد دن آتا ہے۔ جو چیزیں رات کے وقت اندھیرے میں چھپی ہوئی تھیں وہ دن کے اجالے میں ایک ایک کر کے سامنے آجاتی ہیں۔ اسی طرح موجودہ دنیا کے بعد آخرت کی دنیا آئے گی۔ اس وقت تمام حقیقتیں دن کی روشنی کی طرح کھل جائیں گی۔ آج آدمی اپنی برائی کو مصنوعی اعمال میں چھپالیتا ہے۔ کسی کو خوبصورت الفاظ مل گئے ہیں جو اس کی باطل پرستی کو حق پرستی کے روپ میں پیش کر رہے ہیں۔ کسی کے لئے اس کی ظاہری رونقیں اس کی باطنی گندگی کا پردہ بن گئی ہے۔ ہر آدمی کی حقیقت "رات" کی تاریکی میں ڈھکی ہوئی ہے۔ مگر قیامت اس طرح کے تمام پردوں کو پھاڑ دے گی، وہ دن کی روشنی کی طرح ہر چیز کو اس کی اصلی حالت میں دکھا دے گی۔

وہ وقت بھی کیسا عجیب ہوگا جب حقیقتوں سے پردہ اٹھایا جائے گا۔ اس دن ہر آدمی وہاں کھڑا ہوا دکھائی دے گا جہاں وہ حقیقۃً تھا نہ کہ اس مصنوعی مقام پر جہاں وہ آج اپنے کو کھڑا کئے ہوئے ہے۔

کتنے لوگ جو آج اقتدار کے مالک بنے ہوئے ہیں اس دن ان کے پاس عجز اور بے چارگی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ کتنے لوگ جو آج انصاف کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اس دن وہ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوئے نظر آئیں گے۔ کتنے لوگ جو آج اہم شخصیت کا درجہ پائے ہوئے ہیں اس دن وہ کیڑے مکوڑوں سے زیادہ حقیر دکھائی دیں گے۔ کتنے لوگ جن کے پاس آج ہر بات کا شاندار جواب ہے اس دن وہ ایسے بے جواب ہو چکے ہوں گے جیسے کہ ان کے پاس الفاظ ہی نہیں۔

جب موت آئے گی

اگر آپ اپنی دونوں آنکھیں بند کرلیں تو ساری دنیا آپ کے لئے تاریک ہوجائے گی۔ سورج کی روشنی اور آسمان کی بلندی سے لے کر درختوں کی سرسبزیاں اور شہروں کی رونقیں تک سب اندھیرے میں چھپ جائیں گی۔ ساری چیزیں موجود ہوتے ہوئے بھی آپ کے لئے غیر موجود بن جائیں گی۔

ایسی ہی کچھ مثال آخرت کی ہے۔ آخرت ایک مکمل حقیقت ہے۔ بلکہ آخرت سب سے بڑی حقیقت ہے۔ مگر وہ ہم کو نظر نہیں آتی۔ کیونکہ وہ ہمارے لئے غیب میں ہے۔ اس کی طرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں۔ موت کا دن وہ دن ہے جب کہ غیب کا پردہ ہماری آنکھوں سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ موت کے فوراً بعد آدمی آخرت کی دنیا کو اسی طرح دیکھنے لگتا ہے جس طرح آج ایک بند آنکھ والا آنکھ کھولنے کے بعد موجودہ دنیا کو دیکھتا ہے۔

ایک شخص کی آنکھ پر پٹی باندھ کر اس کو زندہ شیر کے سامنے کھڑا کردیا جائے۔ وہ بالکل بے خبر ہو کہ وہ کہاں کھڑا ہے۔ اسی حالت میں اچانک اس کی آنکھ کھول دی جائے۔ اس وقت زندہ اور کھلے ہوئے شیر کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کا جو حال ہوگا اس سے کہیں زیادہ بدحواسی آدمی کے اوپر اس وقت طاری ہوگی جب کہ وہ موت کے بعد اچانک آخرت کو دیکھے گا۔

وہ شخص جو دنیا میں اپنے آپ کو بہت سے سہاروں کے درمیان پاتا تھا، اچانک دیکھے گا کہ وہ بالکل بے سہارا ہوچکا ہے۔ اس کے وہ دوست اس سے چھوٹ چکے ہوں گے جن کے درمیان وہ تفریح کرتا تھا۔ اس کے وہ بیوی بچے اس کے لئے غیر بن چکے ہوں گے جن کو وہ اپنا سمجھ کر اپنا سب کچھ ان کے اوپر قربان کر رہا تھا۔ اس کے وہ مادی اسباب جن پر وہ اعتماد کئے ہوئے تھا مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ بے حقیقت ثابت ہوں گے۔ وہ باتیں جن کو وہ بے وزن سمجھ کر نظر انداز کردیتا تھا وہ لوہے اور پتھر سے بھی زیادہ سخت بن کر اس کے سامنے کھڑی ہوں گی۔

دوسری دنیا

خدا کی موجودہ دنیا حد درجہ مکمل دنیا ہے مگر اس کا نظام امتحان کے مقصد کے تحت بنایا گیا ہے ، خدا کے منصوبہ کے تحت مستقل اور معیاری دنیا وہ ہے جو جزا و سزا کے تقاضوں کو پورا کرے۔ موجودہ دنیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس لئے امتحان کی مدت پوری ہونے کے بعد خدا موجودہ دنیا کو توڑ دے گا اور دوسری زیادہ کامل دنیا بنائے گا جہاں برے لوگ اور اچھے لوگ ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں اور ہر ایک اپنے عمل کا ٹھیک ٹھیک بدلہ پا سکے۔

موجودہ دنیا میں ایک عجیب و غریب تضاد نظر آتا ہے۔ یہاں چڑیاں خدا کی حمد کے نغمے گاتی ہیں مگر انسان انسان کا قصیدہ پڑھتا ہے۔ یہاں ستارے اور سیارے ایک دوسرے سے ٹکرائے بغیر اپنا سفر کرتے ہیں مگر انسان جان بوجھ کر ایسا راستہ اختیار کرتا ہے جس میں اس کا دوسروں سے ٹکراؤ ہو۔ یہاں کوئی درخت دوسرے درخت کی کاٹ نہیں کرتا۔ مگر اسی دنیا میں ایک انسان دوسرے انسان کی تخریب کے منصوبے بناتا ہے یہاں لمبا کھڑا ہوا درخت اپنا سایہ زمین پر بچھا کر اپنے عجز کا اقرار کرتا ہے مگر انسان کو اگر کوئی بلندی حاصل ہوجائے تو وہ فوراً اکڑنے لگتا ہے۔

انسان کا یہ رویہ خدا کی اس پسند کے سراسر خلاف ہے جو اس نے اپنی پوری کائنات میں نافذ کر رکھا ہے۔ قیامت اسی لئے آئے گی کہ وہ اس تضاد کو ختم کر دے۔ وہ خدا کے سوا ہر بڑائی کی نفی کر دے ، وہ خدا کی مرضی کے سوا ہر مرضی کو باطل ثابت کر دے۔

امتحان کی مدت پوری ہونے کے بعد خدا موجودہ دنیا کو توڑ کر ایک اور دنیا بنائے گا۔ وہاں اچھے اور برے ایک دوسرے سے الگ کر دئے جائیں گے۔ اس کے بعد اچھے لوگ جنت میں ہوں گے اور برے لوگ جہنم میں۔

جنت کس کے لئے

جنت کا داخلہ صرف اس کے لئے لکھا گیا ہے جس نے ہر دوسری عظمت کی نفی کر کے ایک خدا کی عظمت کو پایا ہو، جس نے اپنے سینہ کو ہر دوسری محبت سے خالی کر کے اس میں صرف خدا کی محبت کو جگہ دی ہو۔ جب کسی سے کوئی اختلافی معاملہ پڑتا ہے اور آدمی انصاف کو چھوڑ کر بے انصافی کا رویہ اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے لئے جنت میں بسائے جانے کا استحقاق کھو دیتا ہے۔ کیونکہ جنت انصاف پسندوں کی بستی ہے نہ کہ بے انصافوں کی سرائے۔ جب کسی سے شکایت پیدا ہونے کے موقع پر آدمی کبر اور سرکشی کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ جنت کی دنیا میں بسائے جانے کے قابل نہیں۔ کیونکہ جنت متواضعین کے لئے ہے نہ کہ متکبرین کے لئے۔ جب کسی سے ان بن ہونے پر آدمی اس کی بربادی کے منصوبے بناتا ہے تو وہ اپنے آپ کو جنت کا نااہل ثابت کر دیتا ہے۔ کیونکہ جنت ان اونچے انسانوں کی بستی ہے جو ایک دوسرے کی عزت کرنے والے ہوں نہ کہ ایک دوسرے کی کاٹ کرنے والے۔ کسی غیر خدا پر تنقید سن کر جب آدمی کے عقیدت و محبت کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں تو وہ ثابت کرتا ہے کہ وہ جنت کی دنیا میں بسائے جانے کے قابل نہیں۔ کیونکہ جنت تو ان پاکیزہ روحوں کی کالونی ہے جو خدا کی محبت و عقیدت میں جیتے ہوں نہ کہ انسانوں میں سے کسی انسان کی عقیدت و محبت میں۔ جب آدمی اپنی تعریف سن کر لذت لیتا ہے اور اپنی عزت و شہرت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو وہ جنت کی شہریت کو کھو دیتا ہے کیونکہ جنت ان بےنفس لوگوں کے لئے ہے جو صرف اللہ کی تعریف پر خوش ہوں اور اللہ کی کبریائی کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہوں۔ جب آدمی کے سامنے سچائی آئے اور وہ اس کے ساتھ اندھے پن کا معاملہ کرے تو وہ جنت میں بسائے جانے کا استحقاق کھو دیتا ہے۔ کیونکہ جنت تو ان لوگوں کا مقام ہے جو اپنے آپ کو حق کے ساتھ اس طرح شامل کر لیں کہ حق کو ہمیشہ حق کی صورت میں دیکھیں اور باطل کو ہمیشہ باطل کی صورت میں۔

صراط مستقیم

انسان کے لئے کامیابی کی منزل تک پہنچنے کا سیدھا راستہ صرف ایک ہے اور وہ خدا کی طرف رخ کرنا ہے۔ یعنی اپنی تمام توجہات اور سرگرمیوں کو خدا کی طرف موڑ دینا۔ خدا کو اپنا سب کچھ بنا کر اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا، یہی صراط مستقیم ہے۔ اس کے برعکس ہر وہ راستہ منزل سے بھٹکا ہوا راستہ ہے جس میں خدا کی طرف رخ نہ پایا جاتا ہو۔

اپنے نفس کی مانگیں پوری کرنے میں لگا رہنا۔ کسی زندہ یا مردہ شخص کی بڑائی میں گم رہنا، مثبت مقصد کے بجائے منفی چیزوں کی طرف دوڑنا۔ حسد اور بغض اور انتقام اور انانیت کے جذبات کے تحت عمل کرنا۔ قوم یا وطن یا جماعت کو سب سے اونچا مقام دے کر اس کے لئے اپنے کو وقف کر دینا۔ یہ سب ٹیڑھی راہیں ہیں جو اصل راستہ کے دائیں بائیں سے نکلتی ہیں۔ وہ اصل منزل کے ادھر اُدھر سے گزر جاتی ہیں اور اپنے مسافر کو منزل تک نہیں پہنچاتیں۔

جب بھی ایسا ہو کہ آدمی کے دل میں خدا کے سوا کسی اور کی یاد سما جائے، وہ خدا کے سوا کسی اور کو پکارے اور خدا کے سوا کسی اور کو اپنے جذبات کا مرکز بنالے، اس کی سرگرمیوں کا رخ خدا کے سوا کسی اور چیز کی طرف ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا، اس نے اپنے "نقطہ" سے خدا کے "نقطہ" کی طرف سفر نہیں کیا۔

ریل گاڑی کی ایک پٹری ہوتی ہے۔ گاڑی اگر پٹری پر چلے تو وہ کامیابی کے ساتھ اپنی منزل تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اگر اس کے پہیے پٹری کے دائیں بائیں اتر جائیں تو اس کا راستہ کھوٹا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی منزل پر پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوتی۔ ایسا ہی معاملہ انسان کا ہے۔ انسان اگر سیدھا اپنے خدا کی طرف سفر کرے تو اس کا سفر صحیح طور پر جاری رہتا ہے اور بالآخر اس کو منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر اس کے سفر کا رخ خدا کی طرف نہ رہے تو وہ بھٹک جاتا ہے اور بربادی کے سوا کسی انجام تک نہیں پہنچتا۔

اسلام زندگی کا ضمیمہ نہیں

پانی کے گلاس میں پتھر کا ایک ٹکڑا ڈالیں تو وہ اس کے اندر اتر کر ایک کنارے بیٹھ جائے گا۔ وہ پانی میں ہوگا مگر پانی سے الگ ہوگا۔ پتھر پتھر رہے گا اور پانی پانی۔ مگر اسی گلاس میں جب آپ رنگ ڈالتے ہیں تو رنگ اور پانی دونوں مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ اب پانی رنگ سے الگ نہیں ہوتا بلکہ دونوں اس طرح مل جاتے ہیں کہ باہر سے دیکھنے والا ان میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔

اسلام کا معاملہ اور آدمی کا معاملہ پتھر اور پانی جیسا معاملہ نہیں ہے بلکہ وہ رنگ اور پانی جیسا معاملہ ہے۔ مسلمان کی زندگی میں اسلام ایک علیحدہ ضمیمہ کی طرح نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کی پوری ہستی میں سما جاتا ہے۔ وہ اس کے جذبات میں شامل ہو کر اس کے دل کی دھڑکن بن جاتا ہے۔ وہ اس کی سوچ میں اس طرح داخل ہوتا ہے کہ اس کا ذہن اسی کے مطابق ڈھل جاتا ہے۔ اسلام اس کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ وہ اس کی زبان بن جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے۔ وہ اس کا ہاتھ پاؤں بن جاتا ہے جس کے تحت وہ دنیا میں اپنی تمام کارروائیاں کرتا ہے۔ اسلام وہی ہے جو آدمی کے اوپر اس طرح چھا جائے کہ اس کی کوئی چیز اس سے باہر نہ رہے۔ اس کے ہر بول میں اسلام کی جھلک ہو۔ اس کا ہر عمل اسلام کے رنگ میں رنگا ہوا ہو۔

جو اسلام پانی میں پتھر کی طرح رہے وہ اسلام نہیں ہے۔ اسلام وہی ہے جو پانی کے اندر رنگ کی طرح گھل جائے۔ آدمی کو کسی سے محبت ہو تو اس کا پورا وجود اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کو کسی سے نفرت ہو تو اس کا پورا وجود اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص اسلام کو حقیقی معنوں میں اپناتا ہے تو وہ اس کے پورے وجود کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ وہ کہیں بھی اسلام سے الگ نہیں ہوتا اور نہ اسلام اس سے۔

اللہ کی عبادت

عبادت اپنے ظاہر کے اعتبار سے کچھ خاص آداب بجا لانے کا نام ہے اور حقیقت کے اعتبار سے یہ ہے کہ کسی چیز کو اپنے جذباتِ شوق اور جذباتِ احتیاج کا مرکز بنا لیا جائے۔ اس اعتبار سے ہر آدمی کسی نہ کسی کی عبادت کر رہا ہے۔ ہر آدمی کی کوئی سب سے بڑی چاہت ہوتی ہے جس کو پانے کے لئے وہ اپنا سب کچھ لگا دیتا ہے۔ ہر آدمی کہیں اپنے کو محتاج محسوس کرتا ہے اور اس محتاجی کی تلافی کے لئے وہ کسی نہ کسی کی مدد پر بھروسہ کئے ہوئے ہوتا ہے۔ جب آدمی صرف اللہ کی طرف لپکے اور صرف اللہ پر بھروسہ کرے تو یہی اللہ کی عبادت کرنا ہے اور جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کو اپنے ان جذبات کا مرکز بنائے تو وہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کر رہا ہے۔

جو شخص اللہ کی عبادت کرے وہ صرف اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ اسی پکار کے ایک روزمرہ طریقہ کا نام نماز ہے۔ وہ اپنے رب میں اتنا مشغول ہوتا ہے کہ اس کی اپنی ضرورتیں بھی اس سے کم ہو جاتی ہیں، اسی کی ایک متعین صورت کا نام روزہ ہے۔ اس کا شوق اس کو اکساتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف دوڑے، اسی کے ایک تاریخی عمل کا نام حج ہے۔ اس کا سابقہ جب انسانوں سے پڑتا ہے تو لوگوں کے ساتھ بھی وہ اسی عنایت کا سلوک کرنے لگتا ہے جس عنایت کو وہ اپنے لئے اپنے رب سے مانگ رہا ہے، اسی کے ایک مقررہ نظام کا نام زکوٰۃ ہے۔

جو شخص اللہ کا عابد ہو، اس کی پوری زندگی اندر سے باہر تک عبادت بن جاتی ہے۔ وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور اللہ اس کا۔ وہ جھکتا ہے تو اللہ کے لئے جھکتا ہے۔ اس کو اندیشہ ہوتا ہے تو صرف اللہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس کے دل میں محبت کے جذبات امنڈتے ہیں تو صرف اللہ کے لئے امنڈتے ہیں۔ وہ زندگی کے معاملات میں لحاظ کرتا ہے تو صرف اللہ کا لحاظ کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے حوالے کر دیتا ہے۔

پرستش کی قسمیں

پرستش کسی صورت کا نام نہیں بلکہ پرستش ایک حقیقت کا نام ہے۔ کسی چیز سے سب سے زیادہ لگاؤ، کسی چیز کی برتری کا اتنا غلبہ کہ اس کے مقابلہ میں دوسری تمام چیزیں غیر اہم بن جائیں، یہی پرستش ہے اور اس اعتبار سے آدمی جس چیز کو اپنی زندگی میں شامل کرے وہ اس کی پرستش کر رہا ہے۔ خواہ وہ زبان سے کسی دوسری چیز کے پرستار ہونے کا اقرار کرتا ہو۔

جب آدمی ایک شخص کو یہ مقام دیتا ہے کہ اس کے آگے اس کی گردن جھک جائے تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے۔ جب آدمی اپنے ایک فائدہ کو یہ اہمیت دیتا ہے کہ اس کی خاطر وہ دوسری تمام چیزوں کو نظر انداز کر دے تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے۔ جب آدمی مال کو اس قابل سمجھتا ہے کہ وہ اس سے اپنی امیدیں اور تمنائیں وابستہ کرے تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے۔

اسی طرح جب آدمی ایک رواج کو یہ حیثیت دیتا ہے کہ ہر دوسرے تقاضے سے بے پروا ہو کر وہ اس کو پورا کرے تو وہ رواج کی پرستش کرتا ہے۔ جب آدمی کسی کے خلاف ابھرنے والے نفسانی جذبات سے اتنا مغلوب ہوتا ہے کہ ہر دوسری چیز کو نظر انداز کر کے اس کو اپنے انتقامی جذبات کا نشانہ بناتا ہے تو وہ اپنے نفس کی پرستش کرتا ہے۔ جب آدمی معیار زندگی کے مسئلہ سے اتنا مرعوب ہوتا ہے کہ اپنے وقت اور کمائی کو تمام تر اپنے دنیوی معیار کو بڑھانے میں لگا دیتا ہے تو وہ معیار زندگی کی پرستش کرتا ہے۔ جب آدمی جاہ و مرتبہ کا اتنا حریص ہوتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ دے کر اپنے کو اونچا اٹھانا چاہتا ہے تو وہ جاہ کی پرستش کرتا ہے ــــــ دنیا میں آدمی کا امتحان یہ ہے کہ ہر اعتبار سے وہ صرف ایک خدا کی پرستش کرے، پرستش میں اس کے ساتھ کسی بھی دوسری چیز کو شریک نہ کرے۔ اس کا لگاؤ، اس کا احترام، اس کی وابستگی، اس کا جھکنا، سب کچھ سب سے زیادہ صرف اللہ کے لئے ہو جائے۔

مومن کے صبح و شام

مسلمان سویرے بستر سے اٹھتا ہے تو اس کی زبان پر یہ دعا ہوتی ہے کہ خدایا تیرا شکر ہے، تو نے مجھے سلایا اور تو نے مجھے بیدار کیا۔ وہ پاک صاف ہو کر فجر کی نماز کے لئے مسجد پہنچتا ہے تاکہ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر خدا کی خدائی اور اس کے مقابلہ میں اپنی بندگی کا اعتراف کرے۔ وہ قرآن کا ایک حصہ پڑھ کر معلوم کرتا ہے کہ اس کا رب اس سے کیا چاہتا ہے۔ اس کے بعد وہ زندگی کی سرگرمیوں میں لگ جاتا ہے۔ دن کے دوران میں اس پر تین نمازوں کے اوقات آتے ہیں۔ ظہر، عصر اور مغرب۔ ہر نماز کے وقت وہ اپنا کام چھوڑ کر اپنے اللہ کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں پہلی حیثیت خدا کو دیتا ہے نہ کہ کسی اور کو۔

جب اس کو بھوک لگتی ہے اور وہ کھانا کھاتا ہے اور پانی پیتا ہے تو اس کا بال بال خدا کے شکر میں ڈوب جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خدایا تو نے کیسا عجیب پانی بنایا جس سے میں اپنی پیاس بجھاؤں اور کیسا عجیب رزق اتارا جس سے میں اپنی بھوک مٹاؤں۔ جب اس کو کوئی کامیابی ہوتی ہے تو وہ اس کو خدا کی طرف سے سمجھ کر شکر ادا کرتا ہے۔ کوئی ناکامی ہوتی ہے تو اپنی غلطی کا نتیجہ سمجھ کر اللہ سے تلافی کی دعا کرتا ہے۔ جب کسی سے اس کا سابقہ پیش آتا ہے تو وہ اس سے یہ سمجھ کر معاملہ کرتا ہے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے اور ایک روز اس سے پوری زندگی کا حساب لے گا۔ اس طرح رات آجاتی ہے۔ اب وہ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر دوبارہ اپنے کو پاک صاف کرتا ہے اور رات کی آخری نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔ سوتے ہوئے اس کی زبان پر یہ دعا ہوتی ہے: خدایا تیرے ہاتھ میں میری زندگی ہے اور تیرے ہاتھ میں میری موت ہے۔ مجھ کو معاف فرما اور مجھ کو اپنی رحمتوں کے سایہ میں داخل فرما۔

مسلمان اپنی زندگی کا نظام خدا کو سامنے رکھ کر بناتا ہے نہ کہ خدا سے آزاد ہو کر۔

اللہ کی راہ میں خرچ

آدمی کے پاس جو کچھ ہے خدا کا دیا ہوا ہے۔ آدمی کی زندگی اور اس کا اثاثہ سب کچھ خدا کی بخشش ہے۔ اس بخشش کا شکریہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ آدمی کو دیا ہے وہ اس کو اللہ کے قدموں میں ڈال دے۔ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا اللہ کے لئے اسی حوالگی کی ایک علامت ہے۔

آدمی دنیا میں جو کچھ کماتا ہے اسی لئے کماتا ہے کہ خدا نے اس کو ہاتھ اور پاؤں دئے ہیں جن سے وہ عمل کرے۔ اس کو آنکھ اور زبان دی ہے جس سے وہ دیکھے اور بولے۔ اس کو دماغ دیا ہے جس سے وہ سوچے اور منصوبہ بنائے۔ اسی کے ساتھ خدا نے آدمی کو ایک ایسی دنیا میں رکھا جو پوری طرح اس کے تابع ہے۔ دنیا کی ہر چیز اس طرح بنائی گئی ہے کہ انسان اس کو جس طرح چاہے اپنے کام میں لائے۔ اگر ایسا نہ ہو تو آدمی جسم و دماغ کی تمام طاقتیں رکھتے ہوئے بھی دنیا سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے گا۔ اگر گیہوں کا دانہ فصل کی صورت میں نہ اگے بلکہ پتھر کے ٹکڑے کی طرح زمین میں پڑا رہے تو انسان کے لئے زمین سے غلہ حاصل کرنا ناممکن ہو جائے۔ فطرت کی طاقتیں اگر اپنا مقررہ عمل ظاہر نہ کریں تو نہ بجلی پیدا ہو اور نہ کوئی سواری حرکت کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دنیا میں انسان جو کمائی کرتا ہے وہ براہ راست خدا کا احسان ہوتی ہے۔ اس احسان کا بدلہ یہ ہے کہ آدمی اپنی کمائی کو اللہ کے دین کی راہ میں خرچ کرے۔ وہ اس سے اللہ کے کمزور بندوں کی مدد کرے۔ خدا کی دی ہوئی دولت کو وہ خدا کے بتائے ہوئے طریقوں میں لگائے۔

اللہ کی راہ کا خرچ وہ ہے جو صرف اللہ کے لئے ہو نہ کہ شہرت یا عزت یا بدلہ پانے کے لئے۔ مال کے ذریعہ آدمی اپنے آپ کو دنیا کی مصیبتوں سے بچاتا ہے۔ اللہ کی راہ میں دیا ہوا مال وہ ہے جس کو آخرت کی مصیبتوں سے نجات پانے کے لئے دیا جائے۔

اسلامی اخلاق

اسلامی اخلاق دوسرے لفظوں میں خدائی اخلاق ہے۔ یعنی بندوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اسی فیاضی اور وسعت کا معاملہ کرنا جو معاملہ ان کا خدا ان کے ساتھ کررہا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے: اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے (تغابن ۱۴) یعنی جب کسی سے تلخی یا ان بن ہوجائے تو تم وہ انداز اختیار کرو جو خدا کا انداز ہے۔ خدا آدمی کی غلطی کو معاف کرتا ہے اور کسی کی غلطی کی وجہ سے اپنی مہربانیاں اس سے اٹھا نہیں لیتا۔ یہی حال تمہارا ہونا چاہئے۔ تمہارے بارے میں کوئی شخص ایسی بات کہہ دے جس سے تم کو تکلیف پہنچ جائے، کوئی ایسا سلوک کرے جو تمہارے لئے شکایت کا باعث ہو تو محض اس وجہ سے تم اس کی طرف سے اپنے دل کو برا نہ کرلو بلکہ غلطی کو نظر انداز کرکے اور شکایت کو بھلا کر اس سے معاملہ کرو۔

اسلامی اخلاقیات ایک لفظ میں وسعت ظرف کی اخلاقیات کا نام ہے۔ عام طور پر لوگوں کا اخلاق اس کے تابع ہوتا ہے کہ کسی نے ان کے بارے میں کیا کہا ہے اور کیا کیا ہے۔ مسلمان وہ ہے جو کسی نے کیا کہا اور کسی نے کیا کیا جیسی باتوں سے اوپر اٹھ کر لوگوں سے معاملہ کرے۔ اس کا اخلاق خدا کے حکم کے تحت بنا ہو نہ کہ ردعمل کی نفسیات کے تحت۔

اسلامی اخلاق کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ آدمی دوسرے کو نفع پہنچانے والا بنے، وہ دوسروں کے کام آئے۔ اور اگر کوئی شخص یہ طاقت نہیں رکھتا کہ وہ دوسرے کو نفع پہنچائے تو آخری درجہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو اپنی برائی سے بچائے۔ اس کی زبان اور اس کے ہاتھ پاؤں سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ اس کے بعد اسلامی اخلاق کا کوئی درجہ نہیں۔

اتحاد کی جڑ تواضع

حاجی امداد اللہ صاحب (۱۸۹۹ - ۱۸۱۷) نے فرمایا: اتفاق کی جڑ تواضع ہے۔ اگر ہر شخص کا حال یہ ہو جائے کہ وہ اپنے مقابلہ میں دوسرے کو بہتر سمجھنے لگے تو نااتفاقی کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیوں کہ نااتفاقی اسی سبب سے پیدا ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھتا ہے اور اپنی ذات کو اور اپنی بات کو ہر حال میں اوپر رکھنا چاہتا ہے جب کوئی اپنے کو بہتر نہ سمجھے تو اس کے بعد اختلاف کس بات پر ہوگا۔

بہت سے لوگ ایک ساتھ رہتے ہوں تو بار بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے رائے یا مفاد کا اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر ہر آدمی کے اندر اپنی بہتری کا احساس جاگ اٹھتا ہے۔ میری رائے سب سے اچھی ہے، میرا حق سب سے زیادہ ہے میرے مفاد کا تحفظ سب سے پہلے ضروری ہے۔ یہ احساسات ہر آدمی کو دوسرے آدمی کا حریف بنا دیتے ہیں اور آپس کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر اگر دونوں فریق اکڑ جائیں تو باہمی اختلاف جنم لیتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ایک آدمی تواضع کا انداز اختیار کرلے، وہ اپنی رائے یا اپنے مفاد کو اوپر رکھنے کے بجائے نیچے رکھنے پر راضی ہو جائے تو اس کے بعد اختلاف خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اور معاشرہ میں اتحاد کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے گی ــــ اختلاف کے باوجود متحد ہونے کا نام اتحاد ہے نہ کہ اختلاف کے بغیر متحد ہونے کا۔

یہ ممکن نہیں کہ لوگوں کے درمیان اختلاف اور شکایت پیدا نہ ہو۔ اختلاف اور شکایت کا پیدا ہونا بالکل فطری ہے۔ اس لئے باہمی اتحاد کی صورت صرف ایک ہے ـ اور وہ یہ کہ لوگ اختلاف سے دل میلا نہ کریں۔ اختلاف کے باوجود باہم متحد ہو کر رہیں۔

وعظ کون کرے

ایک بزرگ نے فرمایا: وعظ وہ شخص کرے جس کو وعظ کا کم سے کم اتنا تقاضا ہو جتنا ایک شخص کو رفع حاجت کا ہوتا ہے۔ وعظ کا مطلب ریکارڈ بجانا نہیں ہے اور نہ یہ مقصد ہے کہ ایک شاندار تقریر کر کے لوگوں سے یہ داد لی جائے کہ خوب بولے۔ وعظ کا مطلب اپنے اندرون کو انڈیلنا ہے، ایک پائی ہوئی حقیقت کو دوسروں تک پہنچانا ہے۔ ایک چھپی ہوئی بات کو لوگوں پر کھولنے کے لئے زندہ گواہ بن کر کھڑا ہونا ہے۔ اس قسم کا وعظ محض کچھ الفاظ بولنا نہیں بلکہ ایک مشکل ترین عمل کرنا ہے۔ کوئی شخص حقیقی معنوں میں یہ عمل اسی وقت کر سکتا ہے جب کہ وہ اپنی بات کو کہنے کے لئے اتنا مضطرب ہو چکا ہو کہ وہ محسوس کرے کہ اس کو ہر قیمت پر اپنی بات لوگوں تک پہنچانی ہے، خواہ اس کے لئے لوگ اس سے ناراض ہو جائیں اور خواہ اس کی راہ میں اس کو اپنا سب کچھ کھو دینا پڑے۔

یہی معاملہ تحریر کا بھی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ اتنا زیادہ مطالعہ کرے کہ معلومات اس کے ذہن سے ابلنے لگیں۔ متعلقہ موضوع پر جو ذخیرہ تیار ہو چکا ہے اس کو چھاننے کے بعد وہ محسوس کرے کہ اب بھی کچھ لکھنے کے لئے باقی ہے۔ اس کا حال یہ ہو جائے کہ اس کی معلومات تھامے نہ تھمیں اور اس کی بے تابی روکے نہ رکے۔ جب یہ نوبت آ جائے اس وقت آدمی کو لکھنے کے لئے اٹھنا چاہئے۔ اس کے بغیر جو لوگ لکھیں وہ صرف سفید کاغذ کو سیاہ کرنے کا کام کریں گے اور اس کے بغیر جو لوگ بولیں وہ صرف فضائی شور و غل میں اضافہ کا باعث ہونگے اس طرح کا لکھنا اور بولنا نہ سننے والوں کو کوئی فائدہ دیتا ہے اور نہ سنانے والوں کو۔

واعظ کا وعظ کوئی کھیل تماشا نہیں، وہ بندوں کے سامنے خدا کی نمائندگی ہے۔ اس کام کو کرنے کا حق صرف اس شخص کو ہے جو اپنی ہستی کو خدا میں گم کر دے۔ جو لوگ اس کے بغیر واعظ بنیں وہ حقیقۃً مجرم ہیں نہ کہ واعظ۔

سچائی کا اعتراف

سچائی دنیا میں خدا کی نمائندہ ہے۔ سچائی کو نہ ماننا خدا کو نہ ماننا ہے۔ خدا کی زمین پر سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ آدمی کے سامنے ایک سچائی آئے اور وہ اس کا اعتراف نہ کرے۔ ہر سچائی خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس لئے جس نے سچائی کو نہیں مانا اس نے خدا کو نہیں مانا۔

سچائی کوئی اجنبی چیز نہیں۔ وہ آدمی کی فطرت میں گندھی ہوئی ہے۔ وہ آدمی کے لئے ایک جانی پہچانی چیز ہے۔ پھر آدمی اس کا اعتراف کیوں نہیں کرتا۔ اس کی وجہ نفسیاتی رکاوٹیں ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سچائی کو ماننے میں دنیوی مصلحتوں کا نظام ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے۔ کبھی اعتراف کرنا آدمی سے یہ قیمت مانگتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اونچے مقام سے اتارنے پر راضی ہو جائے۔ کبھی سچائی کو ماننے میں یہ وجہ مانع ہو جاتی ہے کہ جو شخص سچائی کو پیش کر رہا ہے وہ ایک معمولی آدمی ہے یا اس سے کوئی ذاتی کدورت پیدا ہو گئی ہے۔ اس قسم کی نفسیاتی رکاوٹیں آدمی کے ذہن پر غلبہ پالیتی ہیں۔ وہ ایک ایسی چیز کا انکار کر دیتا ہے جس کے بارے میں اگر وہ سنجیدہ ہو کر سوچے تو اس کا دل گواہی دے کہ بلاشبہ وہ حقیقت ہے۔

یہ دنیا امتحان کی دنیا ہے۔ یہاں خدا خود سامنے نہیں آتا۔ یہاں وہ سچائی کے روپ میں ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا میں آدمی کا امتحان یہ ہے کہ وہ خدا کو سچائی کے لباس میں دیکھ لے اور اس کے آگے گر پڑے۔ ہر بار جب کوئی سچائی ظاہر ہو تو گویا خدا نے اپنا جلوہ دکھایا۔ اس وقت جو شخص عناد اور گھمنڈ اور مصلحت پرستی میں پڑ کر سچائی کو نظر انداز کر دے اس نے خدا کو نظر انداز کیا۔ اس نے خدا کو نہ پہچانا۔ اس نے اپنے آپ کو خدا سے بڑا سمجھا۔ اس نے اپنے تقاضوں کو خدا کے تقاضے پر ترجیح دی۔ ایسا شخص آخرت میں سب سے زیادہ بے سہارا ہوگا۔ کیونکہ اس دن خدا اس کو نظر انداز کر دے گا۔ اور جس کو خدا نظر انداز کر دے اس کے لئے زمین و آسمان میں کوئی ٹھکانا نہیں۔

انسانوں کی تین قسمیں

ایمان و اسلام کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی اللہ سے ڈرتا ہو۔ وہ اپنے معاملات میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔ وہ اس طرح زندگی گزارے گویا وہ اپنے آپ پر خدا کی نگرانی قائم کئے ہوئے ہے۔ وہ خدا کو نہ دیکھتے ہوئے بھی تمام دکھائی دینے والی طاقتوں سے زیادہ اس کا اندیشہ رکھتا ہو۔ وہ خدا کے پاس ایسا دل لے کر پہنچے جو دنیا کی زندگی میں ہمیشہ خدا کی طرف متوجہ رہا ہو۔ یہی اللہ کے مطلوب اور محبوب بندے ہیں۔ جب اللہ کی خاطر وہ دنیا کا دکھ اٹھا کر آخرت میں پہنچیں گے تو ان کا رب ان کو نہال کر دے گا۔ وہ ان سے کہے گا کہ ہرے بھرے باغوں والے جنتی مکانات میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ وہاں رہو۔ یہاں تمھارے لئے وہ سب کچھ ہے جو تم چاہو۔ اور ہمارے اتھاہ انعامات اس کے علاوہ ہیں۔ (ق ۳۵-۳۱)

دوسرے لوگ وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور عمل صالح کیا۔ تاہم ان سے کوتاہیاں بھی ہوئیں۔ ان کے ٹھیک کام میں غلط کام بھی شامل ہوتا رہا۔ مگر اس کمزوری کے باوجود وہ ڈھیٹ نہیں بنے۔ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اللہ سے معافی مانگتے رہے اور بار بار اس کی طرف پلٹنے کی کوشش کرتے رہے۔ امید ہے کہ اللہ ان کو بھی اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے گا۔ وہ جب خدا کی طرف لوٹے تو خدا بھی ان کی طرف لوٹے گا۔ کیوں کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے (توبہ ۱۰۲)

اس کے بعد تیسرا گروہ وہ ہے جس نے نفس پرستی، دنیا طلبی اور گھمنڈ کو اپنا دین بنایا۔ انھوں نے اپنی زبان اللہ کے لئے بند نہیں کی۔ ان کے قدم اللہ کے لئے نہیں رکے۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے لئے نہیں جئے بلکہ اپنے لئے جئے۔ انھوں نے آخرت کی فکر نہیں کی بلکہ دنیا کی فکر کی۔ ایسی حالت میں کیسے ممکن ہے کہ وہ خدا کی ابدی دنیا میں عزت کا مقام حاصل کر سکیں (ہود ۱۶-۱۵)

خدا کا انعام

آدمی کو چاہئے کہ خدا سے اتنا قریب ہوجائے کہ ہر وقت اس کو خدا کی یاد آتی رہے۔ اللہ کی بڑائی کا احساس اس کے اوپر اتنا چھا جائے کہ اپنا وجود اس کو بے حقیقت نظر آنے لگے۔ جنت اور جہنم کا اس کو اتنا یقین ہوجائے کہ دنیا کے آرام و تکلیف سے زیادہ اس کو آخرت کے آرام و تکلیف کی فکر رہنے لگے۔ وہ اپنے آپ کو اتنا اوپر اٹھائے کہ اپنی غلطیاں اس کو اس طرح دکھائی دینے لگیں جس طرح کسی کو اپنے دشمن کی غلطیاں دکھائی دیتی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو نفسیاتی گرہوں سے اتنا آزاد کرلے کہ اختلاف اور شکایت کے باوجود دوسرے کے لئے اس کے دل سے دعائیں نکلنے لگیں۔ حق کا اعتراف نہ کرنا اس کو ایسا معلوم ہو گویا وہ اپنے آپ کو قتل کر رہا ہے۔ دوسرے کا آشیانہ اجاڑنا اس کو ایسا لگے جیسے وہ خود اپنے آشیانہ میں آگ لگا رہا ہے۔ یہی خدا پرستی کی زندگی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو خدا اپنی جنت میں جگہ دے گا۔

جو لوگ اللہ کے سچے بندے بن جائیں، ان کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ دنیا میں انھیں غالب کرے گا۔ یہ غلبہ ان کی خدا پرستی کا اصل انعام نہیں بلکہ اصل انعام کی ابتدائی علامت ہے۔ خدا پرستوں کے لئے اللہ نے جو انعام مقدر کر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کے بعد آنے والی دنیا میں وہ ان کو غلبہ و سربلندی عطا کرے۔ ان کو ہر قسم کے خوف اور حزن سے پاک کرکے اپنی رحمتیں اور نعمتیں دائمی طور پر ان کی وراثت میں دے دے۔ اسی کا نام جنت والی زندگی ہے جو آخرت میں مومنین صالحین کو حاصل ہوگی۔ مگر جب اہل ایمان کا کوئی قابل لحاظ گروہ بن جاتا ہے تو اللہ اس دنیا میں بھی اس کو علامتی طور پر غالب کر دیتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں سرکش اور غافل انسانوں کو مغلوب کرکے دکھایا جاتا ہے کہ آخرت کی ابدی دنیا میں کون عزت اور برتری کے مقام پر ہوگا اور کون ذلت اور پستی کے گڑھے میں ڈال دیا جائے گا۔

اسلامی زندگی

اسلام کا خلاصہ دو لفظوں میں یہ ہے ـــــــ اللہ کا ڈر اور بندوں کی خیر خواہی ۔

مسلمان وہ ہے جو اس حقیقت کو پالے کہ ساری طاقتیں صرف اللہ کے پاس ہیں اور انسان اس کے مقابلہ میں صرف ایک عاجز مخلوق ہے۔ دنیا میں بظاہر آدمی کو جو اختیار ملا ہوا ہے وہ صرف امتحان کے لئے ہے۔ امتحان کی مدت ختم ہوتے ہی خدا غیب کے پردے کو ہٹا دے گا۔ اس وقت خدا کی خدائی اور اس کے مقابلہ میں انسان کی بے بسی اس طرح کھل جائے گی کہ آدمی بالکل ڈھ پڑے گا۔ اس دن وہ حقیقتوں کو اس طرح دیکھے گا کہ ان کو مانے بغیر اس کے لئے چارہ نہ ہوگا۔

مسلمان وہ ہے جو اس آنے والے دن کو اس کے آنے سے پہلے دیکھ لے۔ ایسا شخص دنیا میں اس طرح رہنے لگتا ہے جیسے وہ خدا کو اپنے اوپر نگرانی کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ وہ جب زبان کھولتا ہے تو اس کا ایمان اس کی زبان پکڑ لیتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ بولو تو حق بات بولو ورنہ چپ رہو۔ وہ جب چلنا چاہتا ہے تو خدا کا خوف اس کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ چلو تو صحیح سمت میں چلو ورنہ اپنے قدموں کو چلنے سے روک لو۔ اس کا یہ احساس کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے اس کے اوپر نگراں بن کر چھا جاتا ہے۔ وہ وہی کرتا ہے جس سے خدا راضی ہو۔ اور جس چیز سے خدا راضی نہ ہو اس کے کرنے کی اسے ہمت نہیں ہوتی ۔

ایسے آدمی کے دل میں بندوں کے لئے خیر خواہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ وہ بندوں کو اسی مہربانی کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے جس نظر سے ان کا خدا انھیں دیکھ رہا ہے وہ بندوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اپنے آپ کو اسی بے لاگ انصاف کے ترازو پر کھڑا کر دیتا ہے جس بے لاگ انصاف کے ترازو پر کائنات کا خالق و مالک آخر کار سب کو کھڑا کرنے والا ہے ۔

حقیقت کے مطابق

اسلام کیا ہے، فطرت کے مطابق زندگی گزارنا۔ دنیا میں اس طرح رہنا جیسا کہ حقیقت کے اعتبار سے آدمی کو رہنا چاہئے۔ آدمی خود سے نہیں بن گیا۔ اس کو خدا نے بنایا ہے۔ اب حقیقت کے مطابق زندگی یہ ہے کہ آدمی خدا کی بڑائی کو مانے اور اس کا احسان مند ہو۔ آدمی کے اندر ڈر اور محبت کے جذبات ہیں۔ وہ کسی چیز پر اعتماد کرنا چاہتا ہے اور کسی چیز کو اپنی دوڑ دھوپ کا مرکز بناتا ہے۔ اب حقیقت کے مطابق زندگی یہ ہے کہ آدمی ان حیثیتوں سے خدا کو اپنا مرکز بنائے۔ کیوں کہ دوسری تمام چیزیں مخلوق ہیں، خدا کے سوا کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔

دنیا میں جتنے آدمی پیدا ہوئے یا پیدا ہوں گے سب کے باپ آدم ہیں، سب بالآخر ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ اس لئے حقیقت کے مطابق زندگی یہ ہے کہ ہر آدمی دوسرے کا خیر خواہ ہو، ہر ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کا سا برتاؤ کرے۔ ہر آدمی کے اندر ضمیر ہے۔ یہ ضمیر انصاف کو پسند کرتا ہے اور ظلم اور بے انصافی کو ناپسند کرتا ہے۔ اب حقیقت کے مطابق زندگی یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے درمیان اس طرح رہے کہ ہر آدمی دوسرے کا خیر خواہ ہو، ہر ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرے۔ آدمی پر ایک روز موت آنی ہے۔ موت ہر آدمی سے وہ چیز چھین لیتی ہے جو دنیا میں اس کو حاصل تھی۔ اس لئے حقیقت کے مطابق زندگی یہ ہے کہ دنیا کی اونچ نیچ کو وقتی اور مصنوعی خیال کیا جائے۔ ہر آدمی کو یکساں طور پر خدا کا بندہ سمجھا جائے خواہ بظاہر وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اسی طرح آدمی کے سامنے ایک حق آتا ہے وہ اس پوزیشن میں ہوتا ہے کہ اس کا انکار کردے۔ مگر وہ سوچتا ہے کہ ایک دن بالآخر ایسا آنے والا ہے جب کہ میں حق کو حق اور باطل کو باطل ماننے پر مجبور ہوں گا۔ یہ سوچ کر وہ اس حق کو آج ہی مان لیتا ہے جس کو وہ کل ماننے پر مجبور ہوگا۔

خدا کی عینک سے

اگر آپ صاف شیشہ کی عینک لگائیں تو ہر چیز آپ کو اپنے اصلی رنگ میں دکھائی دے گی۔ لیکن اگر آپ کی آنکھ پر رنگین شیشہ والی عینک ہو تو ہر چیز کا رنگ مصنوعی ہو جائے گا۔ اب ہر چیز آپ کو اس رنگ میں رنگی ہوئی دکھائی دے گی جو کہ آپ کی عینک کا رنگ ہے۔

یہی حال انسانی ذہن کا ہے۔ ہر آدمی جب دوسرے کو دیکھتا ہے تو وہ اس کو اپنے ذہن کی "عینک" سے دیکھتا ہے۔ اگر اس کی عینک کا شیشہ صاف ہے تو ہر چیز اپنے اصلی رنگ میں دکھائی دے گی۔ اور اگر اس کی عینک کا شیشہ رنگین ہو تو کوئی چیز خواہ حقیقت میں کیسی ہی ہو، اس کے اپنے دیکھنے میں ویسی ہی دکھائی دے گی جیسا کہ اس کی اپنی عینک کا رنگ ہے۔

آدمی کا ذہن یا تو خدائی ذہن ہوتا ہے یا ذاتی ذہن۔ وہ دوسروں کو یا تو خدا کی عینک سے دیکھتا ہے، یا اپنی ذاتی پسند کی عینک سے۔ یہ دونوں طریقے ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔ خدا کی عینک سے دیکھنے والا دوسروں کو حقیقت واقعہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے نہ کہ اپنی متاثر نگاہ سے۔ وہ ہر آدمی کو ویسا ہی دیکھتا ہے جیسا کہ وہ فی الواقع ہے۔ کیونکہ خدا کے دیکھنے کا طریقہ یہی ہے۔ مگر دوسرے آدمی کا طریقہ اس سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ ہر آدمی کو اپنے مفاد اور اپنی عصبیت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جس آدمی سے اس کی دوستی ہے وہ اس کو اچھی صورت میں دکھائی دیتا ہے اور جس سے اس کا بگاڑ ہے وہ بری صورت میں۔ جو آدمی اس کے اپنے حلقہ کا ہے وہ اگر اس کو "سفید" نظر آئے تو دوسرے حلقہ کا آدمی اس کو "کالا" نظر آتا ہے۔

مومن وہ ہے جو ہر آدمی کو خدا کی نگاہ سے دیکھے نہ کہ اپنی ذاتی نگاہ سے۔

جو شخص چیزوں کو خدا کی نظر سے دیکھنے لگے وہ ایک بے پناہ انسان بن جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر ایک سے وہی معاملہ کرتا ہے جو باعتبار واقعہ اسے کرنا چاہئے۔ وہ دنیا کے لحاظ سے ایک حقیقت پسند انسان بن جاتا ہے اور آخرت کے لحاظ سے ایک صالح انسان۔

ہر معاملہ میں احتیاط

غیر مومن ایک بے حس انسان ہوتا ہے اور مومن ایک حسّاس انسان۔ مومن کی حساسیت صرف خدا یا اس کی مقدس چیزوں ہی میں ظاہر نہیں ہوتی بلکہ خدا کی تمام مخلوقات کے معاملہ میں ظاہر ہوتی ہے۔

مومن کا سابقہ جب کسی انسان سے پیش آتا ہے، خواہ وہ کمزور ہو یا طاقت ور، تو وہ ایک محتاط قلب کے ساتھ اس کے وہ تمام حقوق ادا کرتا ہے جو خدا نے ایک انسان کے لئے دوسرے انسان کے اوپر مقرر کئے ہیں۔ وہ جب کسی جانور کو اپنے استعمال میں لاتا ہے تو اس وقت بھی وہ مہربانی کے تمام آداب کا لحاظ رکھتا ہے، حتّٰی کہ موذی جانوروں کو مارنا پڑے تو اس وقت بھی وہ ان کو بے رحمی کے ساتھ تکلیف دے دے کر مارنا اپنے لئے جائز نہیں سمجھتا۔ اس کی حسّاسیت اس میں بھی رکاوٹ بن جاتی ہے کہ وہ کسی درخت کو خواہ مخواہ کاٹے اور کسی پھول کو بے ضرورت مسلے۔ پانی سے کام لیتے ہوئے بھی وہ اس کا خیال رکھتا ہے کہ بے فائدہ پانی نہ بہائے اور غیر ضروری طور پر خدا کی نعمت کو خرچ نہ کرے۔

ایمان آدمی کے اندر جو احتیاط اور حسّاسیت پیدا کرتا ہے وہ اس کا عمومی مزاج بن جاتی ہے اور اس کی تمام کارروائیوں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اس کا بولنا، اس کا چلنا پھرنا، اس کا معاملہ کرنا، حتّٰی کہ بے جان اور بے زبان چیزوں کو کام میں لانا، سب کچھ اس کے اس عام مزاج کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ جذباتی مواقع پر بھی وہ احتیاط کے پہلو کو نہیں بھولتا، قابو یافتہ ہونے کے باوجود کسی کو اس سے بے رحمی اور بے حسی کا تجربہ نہیں ہوتا۔

مومن آدمی وہ ہے جس کو یہ کھٹکا لگا ہوا ہو کہ اس کا خدا اس کو دیکھ رہا ہے اور وہ اس سے اس کے تمام کھلے اور چھپے کا حساب لے گا۔ ایسا آدمی عین اپنے مزاج کے اعتبار سے ایک محتاط آدمی بن جاتا ہے۔

خدا کی خاطر بے اختیار ہونے والے

اس دنیا میں سارا اختیار صرف خدا کا ہے، اس کے سوا کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ مگر امتحان کی غرض سے خدا نے انسان کو آزادی دے دی ہے۔ ایک مکمل طور پر بے اختیار دنیا میں انسان کو مکمل طور پر اختیار دیا گیا ہے اور اب خدا یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ اختیار کو پاکر کیا کرتا ہے۔ وہ حقیقت پسندی کا طریقہ اختیار کرکے اللہ کے آگے جھک جاتا ہے یا ظاہری اختیار کی وجہ سے دھوکے میں پڑکر سرکشی کرتا ہے۔

جنت ان لوگوں کے لئے ہے جو اختیار رکھتے ہوئے اللہ کی خاطر اپنے کو بے اختیار کرلیں۔ جو بے خوفی کا موقع ہوتے ہوئے اللہ سے ڈریں۔ بظاہر خود سب کچھ ہوتے ہوئے اللہ کو اپنا سب کچھ بنالیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اسباب کے پردہ میں رزق دیا گیا مگر اس کو انھوں نے براہ راست اللہ کی طرف سے آیا ہوا رزق سمجھا۔ ان کو اللہ نے ظلم کی قدرت دی مگر انھوں نے اللہ کے خوف سے اپنے ہاتھوں کو ظلم کرنے سے روک لیا۔ اللہ نے ان کو غصہ، نفرت، انتقام کے مواقع دئے مگر اللہ کی خاطر انھوں نے غصہ کے موقع پر صبر کیا اور نفرت اور انتقام کے موقع پر درگزر کرنے کا طریقہ اپنایا۔ اللہ نے ان کی تعریف میں لوگوں کی زبانیں کھلوائیں مگر ان کو عجز و تواضع میں لذت ملی۔ اللہ نے ان کو دولت دی مگر دولت کو اپنے ذاتی عیش میں خرچ کرنے کے بجائے انھیں اس میں تسکین ملی کہ وہ اپنی دولت کو اللہ کی راہ میں لٹائیں۔ وہ اپنی مرضی پر چلنے کے بجائے اللہ کی مرضی پر چلے۔ وہ اپنے لئے جینے کے بجائے صرف اللہ کے لئے جئے۔

جنت کی نفیس دنیا ان لوگوں کے لئے ہے جنھوں نے اپنے آزاد ارادہ سے اپنے کو خدا کا محکوم بنایا۔ جنھوں نے پابند نہ ہوکر بھی خدائی پابندی کے رویہ کو اپنے لئے پسند کرلیا۔ جو پوری طرح آزاد ہونے کے باوجود پوری طرح خدا کے تابعدار بن گئے۔

آدمی کا امتحان

زندگی کا سارا معاملہ امتحان کا معاملہ ہے۔ کوئی شخص بظاہر اچھے حالات میں ہے اور کوئی بظاہر برے حالات میں۔ مگر اس اعتبار سے دونوں یکساں ہیں کہ دونوں امتحان کے ترازو میں کھڑے ہوئے ہیں۔ یہاں ہر آدمی کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ کسی کا امتحان ایک قسم کے حالات میں ہے اور کسی کا دوسرے قسم کے حالات میں۔

اللہ ہر آدمی کو مختلف قسم کے حالات میں ڈال کر یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اپنے حالات میں کس قسم کا ردعمل ظاہر کرتا ہے۔ اسی ردعمل پر آدمی کے آخرت کے انجام کا فیصلہ ہونا ہے۔ اللہ ایسے حالات پیدا کرتا ہے جس میں ایک شخص حق پر ہوتے ہوئے کمزور پڑ جائے اور دوسرا شخص ناحق پر ہوتے ہوئے مضبوط حیثیت حاصل کر لے، اب جس شخص نے دوسرے سے معاملہ کرنے میں حق کا لحاظ کیا وہ جنتی ٹھہرا اور جس شخص نے دوسرے سے معاملہ کرنے میں موقع پرستی کا طریقہ اختیار کیا وہ جہنم کا سزاوار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے مواقع پیدا کرتا ہے جس میں ایک کو دوسرے سے تکلیف پہنچے۔ اب جس شخص نے ایسے موقع پر تواضع کا طریقہ اختیار کیا وہ جنتی قرار پایا اور جس نے گھمنڈ کا مظاہرہ کیا وہ جہنمی بن گیا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو کمزور بناتا ہے اور کسی کو طاقت ور۔ اب جس شخص نے انصاف کے پہلو کو اہمیت دیتے ہوئے اس کے مطابق لوگوں کے ساتھ معاملہ کیا وہ جنت کا مستحق ٹھہرا اور جو شخص طاقت ور کے آگے جھکے اور کمزور کو ذلیل کرے وہ جہنم کا مستحق ہو گیا۔

اسی طرح آدمی کی زندگی میں روزانہ جو معاملات پیش آتے ہیں وہ اس کے لئے خدا کی طرف سے امتحان کے پرچے ہیں۔ ہر روز آدمی اپنے رویہ سے یا تو اپنے کو جنت کی طرف لے جاتا ہے یا جہنم کی طرف۔ آدمی کی زندگی میں ہر روز دو راستے کھلتے ہیں۔ آدمی ایک رخ پر جا کر اپنے کو جنت میں داخل کر دیتا ہے اور دوسرے رخ پر جا کر اپنے کو جہنم میں گرا لیتا ہے۔

جانچا جا رہا ہے

موجودہ دنیا میں ارادہ کی حد تک انسان کو مکمل آزادی حاصل ہے۔ مگر واقعات برپا کرنے کا اختیار کسی کو نہیں۔ دنیا میں جتنے واقعات ہوتے ہیں سب خدا کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور ان کی مصلحت یہ ہوتی ہے کہ مختلف حالات میں ڈال کر افراد کا امتحان لیا جائے۔

کوئی واقعہ اس لئے ہوتا ہے کہ ایک شخص کو صبر، انصاف اور حق پرستی کا کریڈٹ دیا جائے اور دوسرے شخص کو بے صبری، ظلم اور حق سے بے پروائی کا مجرم ٹھہرایا جائے۔ کوئی واقعہ اس لئے پیش آتا ہے کہ ایک شخص کو کسی بندۂ خدا کے خلاف سازش، بدمعاملگی اور زیادتی کا موقع دے کر اس کے جھوٹے دعویٰ اسلام کو باطل ثابت کیا جائے۔ دوسری طرف اس بندۂ خدا کی خصوصی تائید کر کے لوگوں کو بتایا جائے کہ وہ سچائی پر ہے اور اس کی مدد پر خدا کھڑا ہوا ہے۔ ایک شخص حق پر ہوتا ہے، اس کے باوجود اس کو بے بسی اور بے کسی کی حالت میں ڈال دیا جاتا ہے۔ دوسرا شخص ناحق پر ہوتا ہے اس کے باوجود اس کے گرد دنیا کی رونقیں جمع کر دی جاتی ہیں۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون ہے جو ظاہر سے گزر کر حق کو پا لیتا ہے اور حق کا ساتھ دینے والا قرار پاتا ہے اور کون ہے جو ظاہری چیزوں میں اٹک جاتا ہے اور اس کا مستحق ٹھہرتا ہے کہ خدا کے یہاں اس کو حق کو نظر انداز کرنے والوں میں اٹھایا جائے۔

موجودہ دنیا میں ہر چیز امتحان کے لئے ہے۔ یہاں طاقت ور ہونا بھی امتحان کے لئے ہے اور کمزور ہونا بھی امتحان کے لئے۔ یہاں کسی کو امیر بنا کر جانچا جا رہا ہے اور کسی کو غریب بنا کر۔ موجودہ دنیا میں نہ کسی کامیاب شخص کے لئے خوش ہونے کا موقع ہے اور نہ کسی ناکام شخص کے لئے غمگین ہونے کا۔ کیوں کہ دونوں یکساں طور پر امتحان کے میدان میں کھڑے ہوئے ہیں۔ خدا مختلف قسم کے واقعات برپا کر کے یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اپنے حالات میں کس قسم کے ردعمل کا اظہار کرتا ہے۔ اسی ردعمل پر کسی کے لئے جنت کا فیصلہ ہوتا ہے اور کسی کے لئے جہنم کا۔

کوئی دنیا کما رہا ہے کوئی آخرت

ایک آدمی وہ ہے جس کا مقصود پیسہ ہے۔ اس نے کوئی ایسا کام پکڑ لیا ہے جس سے پیسہ ملتا ہے اور اپنے پورے وقت اور اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس میں مصروف ہے۔ جب اس کی سرگرمیوں کا نتیجہ پیسہ کی صورت میں اس کی طرف لوٹتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور جب پیسہ نہ ملے تو وہ تردد میں پڑ جاتا ہے۔ دوسرا آدمی وہ ہے جو عزت و شہرت کا طالب ہے۔ وہ ہر اس کام کی طرف دوڑ پڑتا ہے جس میں اس کا نام اونچا ہو اور جس میں شرکت کی وجہ سے ہر طرف اس کا چرچا ہونے لگے۔ اعزاز اور مقبولیت کے مقام پر کھڑا ہو کر اس کے نفس کو لذت ملتی ہے اور اگر اس کو اعزاز اور مقبولیت کے مقام پر کھڑا ہونے کا موقع نہ ملے تو اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس کی دنیا کھو گئی ہے۔ تیسرا آدمی وہ ہے جو اقتدار کو اپنا نشانہ بنائے ہوئے ہے۔ اس کی بہترین تمنا یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کے اوپر اس کا حکم چلے۔ لوگوں کی گردنیں اس کی مٹھی میں ہوں۔ لوگوں کے درمیان اس کو سب سے اونچی جگہ ملے۔ اس کے مقابلہ میں لوگ بے اختیار ہوں اور اس کو لوگوں کی قسمتوں پر اختیار حاصل ہو ـــــــ یہ تینوں آدمی وہ ہیں جنھوں نے اپنے عمل کا نتیجہ اسی دنیا میں چاہا۔ ایسے لوگ دنیا میں خواہ جتنا بھی حاصل کر لیں، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

اس کے بعد وہ اللہ کا بندہ ہے جو آخرت کو چاہنے والا ہے اور آخرت کی راہ میں اپنی سرگرمیوں کو لگائے ہوئے ہے۔ لوگوں کا عمل بازار میں ہوتا ہے اور اس کا عمل فطرت کی خاموش کائنات میں۔ لوگ مجمع عام میں اپنی سرگرمیاں دکھاتے ہیں اور وہ اپنی تنہائیوں میں مصروف عمل ہوتا ہے۔ لوگ دنیا کی عزت و کامیابی پا کر خوش ہوتے ہیں اور وہ اس امید میں جی رہا ہوتا ہے کہ اس کا مالک اس کو اپنی رحمتوں کے سائے میں لے لے۔ بظاہر وہ اسی دنیا میں دکھائی دیتا ہے مگر اپنی سوچ اور جذبات کے اعتبار سے وہ آخرت میں جیتا ہے۔ لوگ سامنے کی دنیا میں گم ہوتے ہیں اور وہ خدا کی چھپی ہوئی کائنات میں۔

واقعات کے درمیان

آدمی کی زندگی میں روزانہ جو واقعات پیش آتے ہیں انھیں کے درمیان یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی کیا ہے۔ ہر واقعہ ہمارے اندر کسی نہ کسی قسم کی ہلچل پیدا کرتا ہے اور ہماری نفسیات کسی نہ کسی صورت میں اس کا جواب پیش کرتی ہے، جو آدمی خدا کو بھولا ہوا ہے، اس پر جب کوئی واقعہ گزرتا ہے تو اس کا جواب اس کی خواہشات اور اس کے مفادات کے تابع ہوتا ہے۔ مومن وہ ہے کہ جب اس کی زندگی میں کوئی واقعہ پیش آئے تو وہ خدا کو یاد کرے، وہ اس کے اندر نفسانیت کے جذبات کو نہ ابھارے بلکہ خدا پرستی کے جذبات کو ابھارے۔

زندگی میں طرح طرح کے اتار چڑھاؤ آتے ہیں۔ کبھی آرام ملتا ہے اور کبھی تکلیف۔ کبھی تعریف سننی ہوتی ہے اور کبھی تنقید۔ کبھی کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آتا ہے اور کبھی خوش گوار۔۔۔ یہ اتار چڑھاؤ سب امتحان کے پرچے ہیں۔ کامیابی یہ ہے کہ ان واقعات سے آدمی کے اندر نفسانیت نہ جاگے بلکہ خدا پرستی جاگے۔ خوشی اور آرام ہو تو اس کے اندر شکر کا جذبہ ابھرے۔ کسی سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کے اندر عجز اور عبدیت کی روح پیدا ہو۔

دنیا میں آدمی کا اصل امتحان یہی ہے کہ مختلف حالات کے درمیان وہ کس قسم کا جواب پیش کرتا ہے۔ دولت و اقتدار کے ملنے پر آدمی کے اندر اگر بڑائی کا جذبہ پیدا ہو جائے تو وہ ناکام ہو گیا اور اگر تواضع کا جذبہ پیدا ہو تو وہ کامیاب ہوا۔ کسی سے اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں ضد اور نفرت ابھر آئے تو وہ ناکام رہا اور اگر ہمدردی اور معافی کے احساسات ابھریں تو وہ کامیاب رہا۔ کسی سے معاملہ پیش آنے کی صورت میں اگر آدمی بے انصافی کرنے لگے تو وہ ناکام رہا اور اگر انصاف کے مطابق پورا پورا حق ادا کرے تو وہ کامیاب ہو گیا۔

انتخاب ہو رہا ہے

ہماری قریبی کہکشاں میں تقریباً دو سو ارب بہت بڑے بڑے ستارے ہیں اس قسم کی بے شمار کہکشائیں خلا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ کائنات ناقابل قیاس حد تک وسیع ہے۔ تاہم ساری معلوم کائنات میں نظام شمسی صرف ایک ہے۔ اسی نظام شمسی میں زمین ہے۔ زمین جیسا کرہ ساری کائنات میں کوئی دوسرا نہیں۔ پھر زمین کے اوپر انسان جیسی انوکھی مخلوق ہے انسان کے اندر زندگی ہے۔ وہ چلتا ہے اور بولتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ وہ سوچتا ہے اور جانتا ہے۔ وہ ذاتی ارادہ کے تحت عمل کرتا ہے۔ یہ انسان ایسی انوکھی چیز ہے جس کے انوکھے پن کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اتنا انوکھا انسان اللہ نے کیوں بنایا۔ جواب یہ ہے کہ ـــ ایک اور زیادہ انوکھی اور معیاری دنیا کے باسیوں کا انتخاب کرنے کے لئے جس کا نام جنت ہے۔

موجودہ دنیا ان مخلوقات کی دنیا ہے جو مجبورانہ اطاعت کر رہی ہیں، جو پابند ہو کر اللہ کی تابع ہیں۔ اب اللہ کو ایک ایسی مخلوق درکار ہے جو ارادی اطاعت کرنے والی ہو، جو پابند نہ ہو کر اس کی تابع ہو جائے۔ یہاں ایسے ہی افراد کا چناؤ ہو رہا ہے۔ اللہ کو ایسے لوگ مطلوب ہیں جو اختیار رکھتے ہوئے بے اختیار ہو جائیں۔ جو اللہ کو نہ دیکھتے ہوئے اس کو دیکھنے لگیں۔ جو دنیا میں گھرے رہ کر آخرت والے بن جائیں۔ جو انکار اور سرکشی کا موقع رکھتے ہوئے اعتراف اور اطاعت کا طریقہ اختیار کر لیں یہاں جو افراد اس صلاحیت کا ثبوت دیں گے وہ اگلی زندگی میں جنتی دنیا میں بسائے جائیں گے۔ جنت انتہائی معیاری انسانوں کی انتہائی معیاری بستی ہوگی۔ وہ اتنی حسین اور لذیذ ہوگی کہ آدمی کبھی اس سے نہ اکتائے گا، وہاں نہ کوئی دکھ ہوگا اور نہ کوئی اندیشہ۔ وہاں انسان کے لئے وہ سب کچھ موجود ہوگا جو وہ چاہے۔

اللہ والے

ہر آدمی کسی نہ کسی چیز کے لئے جیتا ہے۔ کوئی اپنے بیوی بچوں کے لئے جیتا ہے۔ کوئی مال و دولت کے لئے اور کوئی عزت و اقتدار کے لئے۔ مگر اس قسم کی زندگی مومنانہ زندگی نہیں۔ مومنانہ زندگی وہ ہے جب کہ آدمی اللہ کے لئے جینے لگے۔ اس کی سرگرمیاں خدا کے گرد گھومنے لگیں۔ اس کی سوچ اور خواہش پر خدا کا غلبہ ہو جائے۔ وہ زبان کھولے تو یہ سوچ کر کھولے کہ خدا کو کیا پسند ہے اور کیا ناپسند۔ وہ اپنے ہاتھ اور پاؤں کو حرکت دے تو انھیں حدود میں حرکت دے جو خدا کی طرف سے اس کے لئے مقرر ہیں۔

آدمی کے سامنے کسی کی طرف سے ایک بات آتی ہے۔ اس کا نفس اس کے جواب کے لئے فوراً کچھ الفاظ سجھاتا ہے۔ مگر جو اللہ میں جینے والے ہیں وہ نفس کے دیے ہوئے الفاظ کو نہیں دہراتے بلکہ خدا سے الفاظ لے کر بولتے ہیں۔ وہ سوچنے لگتے ہیں کہ کل جب میں خدا کے سامنے کھڑا ہوں گا تو وہاں کون سے الفاظ مانے جائیں گے اور کون سے الفاظ رد کر دئے جائیں گے۔ جن الفاظ کے متعلق اس کا ضمیر کہتا ہے کہ وہ خدا کے یہاں رد ہو جائیں گے ان کو وہ اسی دنیا میں رد کر دیتا ہے اور صرف ان الفاظ کو اپنی زبان پر لاتا ہے جو خدا کے یہاں قبول کئے جانے والے ہوں۔

اسی طرح آدمی کے سامنے ایک معاملہ آتا ہے۔ اس کا نفس فوراً اس کو ایک طریقہ کی ترغیب دیتا ہے۔ مگر اللہ میں جینے والا آدمی نفس کے بتائے ہوئے طریقہ پر نہیں دوڑ پڑتا بلکہ یہ سوچتا ہے کہ کون سا طریقہ خدا کی ترازو میں انصاف کا طریقہ ثابت ہوگا اور کون سا بے انصافی کا۔ وہ بے انصافی کے طریقے کو چھوڑ دیتا ہے خواہ اس میں اس کو عزت اور دولت ملتی ہو اور انصاف والے طریقے کو پکڑ لیتا ہے خواہ بظاہر اس میں سبکی ہوتی ہو اور دنیا کا نقصان ہوتا ہوا نظر آتا ہو۔ وہ ہر بات کو خدا کے لحاظ سے دیکھتا ہے نہ کہ کسی اور لحاظ سے۔

کینہ پن نہیں

مومن غلطی کرسکتا ہے مگر وہ کینہ پن نہیں کرسکتا۔ غلطی وہ ہے جو جذبات سے مغلوب ہوکر وقتی طور پر ہوجائے۔ پھر جب جذبہ ٹھنڈا پڑے تو آدمی کو اپنی غلطی کا احساس ہو۔ وہ شرمندہ ہو کہ مجھ سے ایسا کیوں ہوگیا۔ جس کے ساتھ غلطی ہوگئی ہے اس سے مل کر معافی مانگے۔ وہ اپنی غلطی کی تلافی کرے اور اگر عملی تلافی کی صورت نہ ہو تو وہ اس کے لئے دعا کرے۔ وہ اللہ سے کہے کہ خدایا تو میری غلطی کو معاف فرما اور میری طرف سے اس کے حق میں دعائے خیر لکھ دے۔ اس کو اپنی غلطی کا اتنا شدید احساس ہو کہ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑیں۔

کینہ پن اس سے الگ چیز ہے۔ کینہ پن محض وقتی جذبہ کے تحت نہیں ہوتا۔ وہ مستقل ذہن کے تحت ہوتا ہے۔ کینہ آدمی کو اپنے کئے پر شرمندگی نہیں ہوتی، اس کے ذہن میں یہ نہیں آتا کہ وہ اپنی غلطی کی تلافی کرے بلکہ وہ مقابل کے آدمی کو اور زیادہ تکلیف پہنچا کر خوش ہونا چاہتا ہے۔ کینہ آدمی کو جب کسی سے شکایت ہوجاتی ہے تو وہ صرف اس سے بے تعلق ہوجانے کو کافی نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس پر جھوٹے الزام لگاتا ہے۔ وہ اس کے خلاف سازشیں کرتا ہے۔ اس کے اوپر جھوٹے مقدمے چلاتا ہے۔ اس کو اکھاڑنے اور اس کو برباد کرنے کے منصوبے بناتا ہے۔ وہ صرف اس کی غلطیوں کو غلطی کہنے پر قانع نہیں ہوتا بلکہ اس کی ہر چیز کو غلط ثابت کرنے میں لگ جاتا ہے۔ وہ لوگوں کو اس کی طرف سے بدگمان کرتا ہے۔ وہ اس کے بنتے ہوئے کام کو بگاڑنا چاہتا ہے اور اس کے ملتے ہوئے فائدہ کو بھنگ کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے ——— یہ سب کینہ پن کی صورتیں ہیں اور کینہ پن اور خدا کا دین دونوں ایک ساتھ کسی شخص کے اندر جمع نہیں ہوسکتے۔

کینہ پن یہ ہے کہ آدمی اعتراف نہ کرے۔ ایک ہی قسم کی صورت میں وہ اپنے لوگوں سے کچھ معاملہ کرے اور دوسرے لوگوں سے کچھ۔ وہ حسد اور انتقام سے اوپر اٹھ کر نہ سوچ سکے۔ ایسا آدمی خدا سے دور ہوتا ہے اور شیطان سے قریب۔

مومن اللہ میں جیتا ہے

ایک چھوٹے بچے کے لئے سب کچھ اس کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے والدین میں جیتا ہے۔ مومن وہ ہے جو اللہ میں جینے لگے۔ اس کی یادوں میں اللہ بسا ہوا ہو۔ اس کو ڈر لگتا ہو تو اللہ کا ڈر لگتا ہو، اس کے اندر محبت کے جذبات امنڈتے ہوں تو اللہ کے لئے امنڈتے ہوں۔ وہ جو کچھ کرتا ہو اللہ کے لئے کرتا ہو۔ وہ اللہ کو اپنے اوپر نگراں بنائے ہوئے ہو۔

لوگ عام طور پر دوسری دوسری چیزوں میں جیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو کبھی چین حاصل نہیں ہوتا۔ کوئی کسی انسانی شخصیت میں جی رہا ہے۔ کوئی دنیا کی رونقوں میں جی رہا ہے۔ کوئی اپنے بیوی بچوں میں جی رہا ہے۔ کوئی دولت اور عزت کی طلب میں جی رہا ہے۔ اسی طرح کوئی ہے جو کسی کی دشمنی میں جی رہا ہے۔ کوئی کسی کو اکھاڑنے اور برباد کرنے کی سازشوں میں جی رہا ہے۔ کوئی کسی کو بے عزت کرنے کے منصوبوں میں جی رہا ہے۔ یہ سب جینے کے باطل طریقے ہیں۔ یہ بے حقیقت چیزوں میں جینا ہے۔ یہ ایسی چیزوں میں جینا ہے جو فانی بھی ہیں اور خدا کی کائنات میں بے جوڑ بھی۔ اس لئے ایسی چیزیں آدمی کو نہ سچا سکون دے سکتی ہیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ وہ آدمی کو اس خدائی راستہ پر چلا سکیں جو کسی کے لئے منزل تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے۔ ایک ایسی دنیا جہاں تمام چیزیں خدا میں جی رہی ہوں، کوئی شخص اپنے لئے جینے کا دوسرا سہارا تلاش کرے تو وہ ایسا جھوٹا سہارا ہوگا جو اس کے کسی کام آنے والا نہیں۔

جب آدمی خدا میں جینے لگے تو اس کے اندر ایک نیا انسان ابھرتا ہے۔ اب اس کو بولنے سے زیادہ چپ رہنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس کو سرکشی کے بجائے اعتراف میں لذت ملتی ہے۔ اس کو شکایت کے موقع پر معاف کر دینے میں سکون ملتا ہے۔ اس کو اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرکے راحت حاصل ہوتی ہے۔ امتیاز کے مقام پر بیٹھنے سے زیادہ خوشی اس کو اس وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے کو عجز کے مقام پر بیٹھا ہوا دیکھے۔

غلطی کر کے پلٹنا

ایک مسافر کو کلکتہ جانا ہے، وہ ایک ٹرین میں سوار ہوتا ہے۔ مگر روانگی کے بعد اس کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس گاڑی میں بیٹھا ہوا ہے وہ امرت سر جانے والی گاڑی ہے۔ ایسے مسافر کا حال کیا ہو گا۔ وہ اپنی غلطی پر تڑپ اٹھے گا۔ جس سیٹ پر وہ اطمینان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا وہ اس کو کاٹنے لگے گی۔ اگلے اسٹیشن پر جیسے ہی گاڑی رکے گی وہ فوراً اتر پڑے گا تاکہ واپس جا کر اپنی مطلوبہ گاڑی پکڑ سکے۔

ٹرین کا ایک مسافر جس طرح فوراً اپنی غلطی کو مان کر پلٹ پڑتا ہے وہی حال مومن کا آخرت کے معاملہ میں ہوتا ہے۔ اس سے جب کوئی ایسی غلطی ہو جاتی ہے جو آخرت کے رخ سے بے رخ کرنے والی ہو، جو اس کو اگلی زندگی میں نقصان پہنچانے والی ہو تو وہ بے حد شرمندہ ہوتا ہے اس کو اپنی غلطی ماننے میں دیر نہیں لگتی۔ وہ غلط سمت سے لوٹ کر فوراً صحیح سمت میں چلنے لگتا ہے۔

مومن وہی ہے جو غلطی کر کے پلٹ آئے۔ جو غصہ ہونے کے بعد معاف کر دے۔ عزت کا سوال جس کو اعتراف سے روکنے والا ثابت نہ ہو۔ اس کے برعکس جس کا حال یہ ہو کہ وہ غلطیوں میں لپٹا رہے۔ کسی سے ایک بار رنجش ہو جائے تو اس کو معاف کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ جو کسی حال میں اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اقرار نہ کرے۔ ایسا شخص اللہ کی نظر میں مومن نہیں ہے، خواہ وہ اپنے کو کتنا ہی بڑا مسلمان سمجھتا ہو، خواہ اس نے ایمان واسلام کے کتنے ہی تمغے اپنے اوپر لگا رکھے ہوں۔

موجودہ دنیا میں آدمی اپنی غلطی کو ماننا نہ چاہے تو اس کو اپنی غلطی کی تاویل کے لئے بہت سے الفاظ مل جاتے ہیں۔ کسی کے لئے اس کی دنیوی شان وشوکت اس کی برائیوں کا پردہ بن جاتی ہے۔ مگر آخرت میں کوئی چیز کسی کے کام نہ آئے گی۔ وہاں حقیقتیں اس طرح کھل جائیں گی کہ اندھے بھی ان کو دیکھنے لگیں۔

اوپر اٹھ کر سوچنا

جب تیز ہواؤں کا طوفان آتا ہے تو کم زور بازوؤں والی چھوٹی چڑیاں اس کے اندر گھر کر رہ جاتی ہیں۔ مگر جو بڑی چڑیاں ہوتی ہیں وہ اپنے مضبوط بازوؤں کے ساتھ اڑ کر اوپر چلی جاتی ہیں اور اس طرح وہ طوفان کی زد سے باہر نکل جاتی ہیں۔ اسی واقعہ کی روشنی میں انگریزی مثل ہے دی بگ برڈ آف دی اسٹارم (طوفان کی بڑی چڑیا) یہ مثل اس وقت بولی جاتی ہے جب کہ کوئی شخص حالات کے گھراؤ کو توڑ کر باہر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہو۔

اسی طرح سوچنے کی بھی دو سطحیں ہوتی ہیں۔ کچھ لوگوں کی سوچ ان کے قریبی حالات کے زیر اثر بنتی ہے۔ جن معاملات میں وہ گھرے ہوئے ہیں ان سے الگ ہو کر وہ سوچ نہیں پاتے۔ دوسرے لوگ وہ ہیں جو "طوفان کی بڑی چڑیا" کی طرح اپنے قریب کے حالات سے اوپر اٹھ جاتے ہیں۔ وہ حالات سے متاثر ہو کر نہیں سوچتے بلکہ حالات سے بلند ہو کر اپنی رائے قائم کرتے ہیں۔

مومن کی سوچ بڑی چڑیا کے انداز کی سوچ (بگ برڈ تھنکنگ) ہوتی ہے۔ وہ حالات سے اوپر اٹھ کر جیتا ہے۔ وہ تکلیفوں میں بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ وہ مشکل حالات میں بھی دین پر جمنے والا ہوتا ہے۔ وہ شکایتوں کے باوجود لوگوں سے خیر خواہی اور انصاف کا معاملہ کرتا ہے۔ وہ حالات کی پیداوار نہیں ہوتا بلکہ حالات سے الگ اپنی شخصیت بناتا ہے۔ وہ طوفانوں سے باہر زندگی گزارتا ہے نہ کہ ان کے اندر۔

غیر مومن ردعمل کی نفسیات میں جیتا ہے اور مومن مثبت نفسیات میں۔ غیر مومن دوسروں کی تخریب میں اپنی تعمیر کا راز سمجھتا ہے اور مومن خود اپنے امکانات کو بروئے کار لانے میں۔ غیر مومن دنیا کا غم لئے ہوئے ہوتا ہے اور مومن آخرت کا غم۔ غیر مومن کا دل انسانوں میں اٹکا ہوا ہوتا ہے اور مومن کا دل صرف اللہ میں۔

اپنی غلطی کو جانیئے

"کچھ لوگ گویاکہ عجیب ہوتے ہیں" ایک شخص نے کہا "گویا کہ ان کا ایک تکیۂ کلام بن جاتا ہے۔گویاکہ وہ اس کو گویاکہ بار بار دہراتے رہتے ہیں۔ گویاکہ ۔۔۔" مذکورہ بزرگ اسی طرح اپنی گفتگو میں "گویاکہ" کا لفظ بار بار دہراتے رہے جو ان کا اپنا تکیہ کلام تھا۔ وہ نہایت اطمینان کے ساتھ دوسروں پر یہ تنقید کررہے تھے کہ وہ اپنا ایک تکیہ کلام بنا لیتے ہیں اور اس کو بے موقع دہراتے رہتے ہیں۔ مگر خود اپنے بارہ میں ان کو ذرا بھی یہ احساس نہ تھا کہ انھوں نے بھی اپنا ایک تکیہ کلام بنا رکھا ہے جس کو وہ اپنی گفتگو میں بلاضرورت بار بار دہراتے رہتے ہیں۔ ان کو دوسروں کی غلطی کی خبر تھی مگر اپنی غلطی سے وہ بالکل ناواقف تھے۔

یہ انسان کی عام کمزوری ہے۔ وہ دوسروں کی غلطیوں کو انتہائی باریک بینی کے ساتھ جانتا ہے۔ دوسروں کا معاملہ ہو تو وہ ان کی کوتاہیوں کے چھپے ہوئے گوشوں تک کو پالیتا ہے۔ مگر جب معاملہ اپنا اور اپنے متعلقین کا ہو تو وہ ایسا بے خبر ہو جاتا ہے جیسے وہ کچھ جانتا ہی نہیں۔ مگر خدا کے یہاں جو چیز کام آئے گی وہ اپنی غلطیوں کو جاننا ہے نہ کہ دوسروں کی غلطیوں کا ماہر بننا۔ جو شخص دوسروں کی غلطیوں کو جانے مگر اپنی غلطیوں کو نہ جانے وہ صرف اللہ کے سامنے یہ حجت قائم کررہا ہے کہ اس کو اتنی سمجھ تھی کہ وہ اپنی غلطیوں کو جان لے مگر اس کی سرکشی نے اس کو اندھا بہرا بنا دیا۔ آنکھ رکھتے ہوئے اس نے نہ دیکھا اور کان رکھتے ہوئے اس نے نہ سنا۔ ایسے آدمی کے لئے خدا کے یہاں سخت سزا کے سوا اور کچھ نہیں۔

انسان کے اندر اللہ نے برائی اور بھلائی کی پہچان رکھی ہے تاکہ وہ جہنم کے راستہ سے بچے اور جنت کے راستہ کا مسافر بنے۔ مگر جس آدمی کا یہ حال ہو کہ وہ خود خلاف حق باتوں میں مبتلا ہو اور دوسروں کو حق کی تلقین کرے، اس نے اپنی پہچان کو صرف اپنے جہنمی سفر کو تیز تر کرنے میں استعمال کیا۔ کیونکہ اس قسم کی تلقین صرف ایک جرم ہے نہ کہ کوئی حقیقی عمل۔

مومن کی دولت

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو خوش خبری دے دو کہ ایک دن آئے گا کہ اس مال پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی۔ پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (توبہ ۳۵) یہ آیت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا اب ہم کون سا مال جمع کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کی بابت سوال کیا۔ آپ نے فرمایا:

لیتخذ احدکم قلبا شاکراً ولساناً ذاکراً وزوجۃ مومنۃ تعین احدکم علیٰ امر الآخرۃ (ابن ماجہ)

تم میں سے ہر شخص شکر کرنے والا دل اور یاد کرنے والی زبان کو اپنائے اور مومن بیوی کو جو آخرت کے معاملہ میں اس کی مدد کرے۔

دولت وہی ہے جو زندگی کے مسائل میں کام آئے۔ مومن کے لئے سب سے بڑا مسئلہ آخرت کا مسئلہ ہوتا ہے، اس لئے وہ اسی چیز کو دولت سمجھتا ہے جو آخرت میں کام آنے والی ہو۔ آخرت میں جو چیز آدمی کے کام آئے گی وہ یہ کہ دنیا میں وہ اس طرح رہے کہ ہر حال میں وہ اللہ کا شکر کرنے والا ہو۔ اس کا دل اس طرح اللہ میں اٹکا ہوا ہو کہ ہر وقت اس کو اللہ کی یاد آتی رہے۔ جو شخص اپنے لئے آخرت والی زندگی پسند کرے وہ اپنی زندگی کا ساتھی بھی کسی آخرت پسند کو بنائے گا۔ ایسے آدمی کے لئے ایسی ایک بیوی بہت بڑی دولت ہے جو دنیا کے بجائے آخرت کو چاہتی ہو۔ جو اس کو دنیا کی وقتی چیزوں کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے بلکہ اس کو آخرت کی طرف چلنے میں مدد دے۔

لوگ سونا چاندی کو دولت سمجھتے ہیں۔ مگر مومن کی دولت خدا ہے۔ وہ ان چیزوں کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے جو اس کو خدا سے قریب کرنے والی ہوں۔ جو بعد کو آنے والی دنیا میں اس کو خدا کی رحمتوں کا مستحق بنائیں۔

معاش کا مسئلہ

معاش مومن کی زندگی کا مقصد نہیں، اس کی زندگی کی ضرورت ہے۔ مقصد کے درجہ میں مومن کے سامنے آخرت ہوتی ہے اور ضرورت کے درجہ میں دنیا۔ معاش کے سلسلے میں غیر مومن کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ "زیادہ سے زیادہ حاصل کرو" اس کے برعکس مومن کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ "جو کچھ حاصل کرو جائز طریقہ سے حاصل کرو"۔ غیر مومن کے لئے معاش اس کے حوصلوں اور تمناؤں کی تکمیل کے لئے ہوتی ہے اور مومن کے لئے خود کفیل زندگی کے لئے۔ غیر مومن دنیا میں جیتا ہے اور دنیا ہی میں اپنی پوری قیمت حاصل کرلینا چاہتا ہے۔ مگر مومن آخرت میں جیتا ہے اور آخرت میں لینا چاہتا ہے جو کچھ لینا چاہتا ہے۔ دنیا اس کے لئے عمر کی مدت پوری کرنے کی جگہ ہوتی ہے اور آخرت اس کے لئے اپنی تمناؤں کو پانے کی جگہ۔

معاش ہر آدمی کی ایک لازمی ضرورت ہے۔ کوئی شخص معاش کی جدوجہد سے خالی نہیں ہو سکتا۔ مگر اسلام اس کو ضرورت کے درجہ میں رکھتا ہے نہ کہ مقصد کے درجہ میں۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاش کا حصول بذات خود آدمی کا مطلوب و مقصود نہ بن جائے۔ معاشی سرگرمیوں کے درمیان بھی اس کا دل اللہ میں اٹکا ہوا ہو، اس وقت بھی اللہ ہی اس کی یادوں کا سرمایہ بنا ہوا ہو۔

غیر مومن کے پاس دولت آتی ہے تو وہ اس سے اپنے معیار زندگی کو بڑھاتا ہے۔ مومن کے پاس دولت آتی ہے تو وہ ضرورت کے بقدر اس میں سے لے کر بقیہ کو خدا کے کام میں دے دیتا ہے۔ غیر مومن کے پاس دولت کا مصرف یہ ہے کہ وہ اپنی دنیا کے مستقبل کو بنائے اور مومن کے پاس دولت کا مصرف یہ ہے کہ وہ اس کو اپنی آخرت کی تعمیر میں خرچ کرے۔ معاش کا حصول ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ مگر مومن جائز طریقہ سے حاصل کرتا ہے اور جو کچھ ملتا ہے اس پر قناعت کرتا ہے۔ مگر غیر مومن بے قید طور پر حاصل کرتا ہے اور کبھی حرص سے خالی نہیں ہوتا۔

تعلیم

علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم وہ ہے جو قرآن و حدیث کی صورت میں مرتب ہوکر ہمارے پاس موجود ہے۔ دوسرا علم وہ ہے جس کو انسان اپنی تلاش اور محنت سے بناتا ہے۔ پہلا علم آدمی کو اس کے خدا کی پہچان کراتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ مرنے کے بعد جب آدمی آخرت کی مستقل دنیا میں پہنچے گا تو وہاں اس کو کس قسم کے معاملات سے سابقہ پیش آئے گا اور ان معاملات کے اعتبار سے اس کو اپنی موجودہ زندگی میں کس قسم کی تیاری کرنا چاہئے۔ دوسرا علم یہ بتاتا ہے کہ دنیا میں ہمارے جو مادی اور معاشی مسائل ہیں ان کو کس طرح حل کیا جائے۔

مسلمان کو یہ دونوں علم سیکھنا ہیں۔ اس کو علم دین بھی جاننا چاہئے اور علم دنیا بھی۔ البتہ دونوں کا درجہ الگ الگ ہے۔ قرآن و حدیث کا علم حاصل کرنا مسلمان کی زندگی کا مقصد ہے۔ اور دوسرے علوم کو سیکھنا مسلمان کی دنیوی ضرورت۔ قرآن و حدیث کی باتوں کو جانے بغیر کوئی شخص صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہوسکتا۔ وہ اس سے باخبر نہیں ہوسکتا کہ آخرت کی کامیابی کے لئے اس کو موجودہ زندگی میں کیا کرنا چاہیے۔ مگر دنیوی علوم کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ وہ دنیا میں پیش آنے والے مادی معاملات میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ مثلاً کھیتوں سے اچھی فصل کس طرح اگائی جائے۔ کارخانوں سے ضروریات زندگی کے سامان کس طرح بنائے جائیں۔ شہروں کی تعمیر میں کن قواعد کا لحاظ کیا جائے، وغیرہ۔ قرآن و حدیث کا علم آدمی کو آخرت کی ابدی زندگی کی تعمیر کی راہ بتاتا ہے اور دوسرے علوم دنیا کی موجودہ زندگی کی تعمیر کی راہوں سے باخبر کرتے ہیں۔

مختلف قسم کے علوم کو سیکھنا مسلمان کے لئے بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا غیر مسلمان کے لئے۔ البتہ مسلمان مقصد اور ضرورت میں فرق کرتا ہے۔ قرآن و حدیث کا علم حاصل کرتے میں اس کا جذبہ دوسرا ہوتا ہے اور دوسرے دنیوی علوم کو حاصل کرنے میں دوسرا۔

مسجد

ایک سیاح نے لکھا ہے کہ میں نے دنیا کے مختلف حصوں کا سفر کرنے کے بعد جو چیزیں نوٹ کیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر قوموں کے یہاں کثرت سے پرانے قلعے ہر جگہ کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر مسلم ممالک میں حیرت انگیز طور پر فوجی قلعے بہت کم ہیں۔ البتہ مسلم بستیاں مسجد کے اونچے اونچے میناروں سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ واقعہ مسلمان اور غیر مسلمان کے مزاجی فرق کو بتاتا ہے۔ غیر مسلم کا اعتماد تمام تر اپنی تدبیروں پر ہوتا ہے۔ اور مسلمان کا اعتماد تمام تر اللہ پر۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم قوموں نے اپنے تحفظ اور استحکام کے لئے اونچی دیواروں والے قلعے کھڑے کئے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو جہاں جہاں غلبہ حاصل ہوا انھوں نے خدا کے گھر تعمیر کئے۔ بلند و بالا قلعے اگر بزبان حال یہ کہہ رہے تھے کہ "میں بڑا ہوں"، تو مسجدوں کے اوپر کھڑے ہو کر انھوں نے اپنی نسلوں اور دنیا کی آبادیوں کو یہ پیغام سنایا کہ "اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے"

مسجد کی حیثیت کسی مقام کے مسلمانوں کے لئے وہی ہے جو کعبہ کی حیثیت ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے۔ کعبہ اہل اسلام کا عالمی دینی مرکز ہے اور مسجد اہل اسلام کا مقامی دینی مرکز۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جہاں ایک طرف کعبہ کو قبلہ (بقرہ ۱۴۴) کہا گیا ہے، وہیں مقامی مساجد کے لئے بھی یہی لفظ (واجعلوا بیوتکم قبلۃ، یونس) استعمال کیا گیا ہے۔ نماز مومنانہ زندگی کی علامت ہے۔ خدا کا گھر اسی علامت کو قائم کرنے کے لئے ہے۔ مقامی طور پر ہر بستی میں اور بین اقوامی طور پر مرکز اسلام حجاز میں۔

مسجد میں مسلمان روزانہ پانچ وقت باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ مسجد فطری طور پر مسلمانوں کا دینی مرکز ہے، اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ مسجد کو مسلم آبادی کے درمیان میں بنایا جائے (وان تُبنی فی الدور) مسجد اپنے ماحول اور اپنی سرگرمیوں کے اعتبار سے اس بات کا پیغام ہے کہ خدا کے بندو، عبادت ایک اللہ کے لئے ہے۔ سب مل کر اسی ایک اللہ کے عبادت گزار بن جاؤ۔

اسلام اور کفر

اسلام کا مطلب ہے ماننا اور کفر کا مطلب ہے انکار کرنا۔ انسان بظاہر دنیا میں آزاد ہے کہ جو چاہے بولے اور جو چاہے کرے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز خدا کی ہے۔ کسی کے پاس جو کچھ ہے سب اسی کا دیا ہوا ہے۔ یہاں خدا کے سوا کسی کو کوئی طاقت حاصل نہیں۔ خدا ہر وقت انسان کو پکڑنے اور اس کو سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ اسلام یہ ہے کہ آدمی اس حقیقتِ واقعہ کو مان لے اور اپنی زندگی اس کے مطابق گزارے۔ اس کے مقابلہ میں کفر یہ ہے کہ آدمی اس حقیقتِ واقعہ کو نہ مانے اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنانے کے لئے تیار نہ ہو۔

آگ جل رہی ہو تو آدمی یہ اختیار رکھتا ہے کہ اس کے اندر اپنا ہاتھ ڈال دے۔ مگر اختیار کے باوجود وہ آگ کے اندر اپنا ہاتھ نہیں ڈالتا۔ یہی حقیقتِ واقعہ کا اعتراف ہے۔ دنیا میں اگرچہ بظاہر آدمی کو پوری آزادی حاصل ہے۔ مگر یہ آزادی صرف جانچ کے لئے ہے۔ خدا انسان کو آزادی دے کر یہ جانچنا چاہتا ہے کہ وہ آزادی پاکر سرکشی کرتا ہے یا حقیقتِ واقعہ کا اعتراف کرکے خدا کے آگے جھک جاتا ہے۔ جو شخص خدا کی خدائی کو تسلیم کرکے اپنی زندگی کو حقیقت کے مطابق بنائے، اس نے اسلام قبول کیا۔ ایسے شخص کے لئے خدا کے ابدی انعامات ہیں۔ اس کے برعکس جو شخص اس حقیقت کو نہ مانے اور خدا کو اپنا آقا اور اپنے آپ کو اس کا بندہ بنانے پر راضی نہ ہو اس نے کفر کیا۔ ایسے شخص کو خدا فیصلہ کے دن سخت سزا دے گا۔

جو شخص اسلام کا طریقہ اختیار کرے اس کی پوری زندگی بدل جاتی ہے۔ اس کی سوچ صحیح ترین سوچ ہوتی ہے، کیونکہ وہ حقیقت واقعہ پر مبنی ہوتی ہے۔ اس کا عمل صحیح ترین عمل ہوتا ہے کیونکہ وہ حقیقتِ واقعہ کے مطابق ہوتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ اس کا سلوک صحیح ترین سلوک ہوتا ہے کیونکہ وہ حقیقتِ واقعہ کو سامنے رکھ کر قائم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کافر ہر معاملہ میں حقیقتِ واقعہ کے خلاف چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا انجام کامل بربادی کے سوا اور کچھ نہیں۔

بندہ اور خدا کا معاملہ

قرآن میں ارشاد ہوا ہے: اور جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو کہہ دو کہ میں قریب ہوں۔ پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ میری پکار کا جواب دیں اور میرے اوپر یقین رکھیں تاکہ وہ فلاح حاصل کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا اور بندے کا معاملہ دوطرفہ معاملہ ہے۔ بندہ وہ چیز دیتا ہے جو اس کے پاس ہے، اس کے بعد خدا اس کو وہ چیز دیتا ہے جو خدا کے پاس ہے۔ بندہ اپنے خدا کو معرفت اور تقویٰ اور شکر کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ اس کے جواب میں خدا اس کے لئے رشد (فلاح) کا فیصلہ کرتا ہے (بقرہ)

آدمی کے سامنے ایک معاملہ آتا ہے جس میں بیک وقت دو امکانات ہوتے ہیں۔ ایک شریعت اور اخلاق کے مطابق، دوسرا شریعت اور اخلاق کے خلاف۔ ایسے موقع پر خدا کی پکار کا جواب دینا یہ ہے کہ آدمی خدا کے دیے ہوئے علم کے مطابق صحیح کو پکڑ لے خواہ وہ بظاہر مشکل ہو اور غلط کو چھوڑ دے خواہ وہ بظاہر آسان ہو۔

آدمی کے سامنے بار بار ایسے مواقع آتے ہیں جب کہ وہ ایسے مقام پر کھڑا ہوتا ہے کہ وہ یا تو ظلم اور بے انصافی کرے یا حق اور انصاف سے کام لے۔ ایسے موقع پر خدا کی پکار کا جواب دینا یہ ہے کہ آدمی ظلم اور نا انصافی سے بچے اور اپنے کو حق اور انصاف کے طریقے پر قائم رکھے۔

دنیا میں آدمی کو اپنے وجود کے اندر اور وجود کے باہر جو کچھ ملا ہے اس کو وہ اتفاق کا نتیجہ یا اپنے دست و بازو کی کمائی بھی سمجھ سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ حقیقتِ واقعہ کا اعتراف کرتے ہوئے ہر چیز کو خدا کی چیز سمجھے۔ اس لئے جب آدمی کو کوئی چیز ملے تو خدا کی پکار کا جواب دینا یہ ہے کہ اس وقت آدمی کہہ اٹھے کہ خدایا تو ہی دینے والا ہے اور تو ہی نے سب کچھ دیا ہے ——— بندہ جب اس طرح اپنے دماغ اور دل کا نذرانہ خدا کے سامنے پیش کر دے تو خدا اس کے لئے رُشد کا فیصلہ کر دیتا ہے، جس کا مطلب ہے دنیا میں صالح زندگی اور آخرت میں ابدی جنت۔

برف کی مانند

قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ زمانہ گواہ ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے۔ سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیئے۔ اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔ (العصر)

زمانہ ایک گزرتی ہوئی چیز ہے۔ گزرتے ہوئے زمانے میں انسان گویا ایک ٹھہری ہوئی مخلوق ہے۔ وہ بقیہ کائنات کے سرگرم قافلہ کے ساتھ لازمی طور پر بندھا ہوا نہیں ہے۔ انسان کی یہ آزاد نوعیت بتاتی ہے کہ اس کو کامیاب بننے کے لیے اپنے ارادہ کے تحت کوشش کرنا ہے۔ جب کہ ناکامی اس کی طرف اپنے آپ چلی آرہی ہے۔

ایک بزرگ نے کہا کہ قرآن کی اس سورہ کا مطلب میں نے برف بیچنے والے سے سمجھا۔ وہ بازار میں آواز لگا رہا تھا کہ لوگو اس شخص پر رحم کرو جس کا اثاثہ پگھل رہا ہے لوگو اس شخص پر رحم کرو جس کا اثاثہ پگھل رہا ہے۔ اس کی پکار کو سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ جس طرح برف پگھل کر کم ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح انسان کو ملی ہوئی عمر بھی تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ عمر کا موقع اگر بے عملی یا بُرے کاموں میں کھو دیا جائے تو یہی انسان کا گھاٹا ہے (تفسیر امام رازی)

انسان اپنی عمر رواں کے ساتھ آخرت کے ابدی انجام کی طرف چلا جا رہا ہے وہ ایسے فیصلہ کن مستقبل کی طرف بڑھ رہا ہے جہاں کامیابی صرف اس شخص کے لیے ہے جس نے اپنے عمل سے اس کا استحقاق پیدا کیا ہو جو شخص عملی استحقاق کے بغیر وہاں پہونچے وہ گویا برف کا ایسا دکاندار تھا جس کا برف فروخت ہونے سے پہلے پگھل گیا۔

اسلامی معاشرہ

"معاشرہ" کا لفظ ایسے انسانی مجموعہ کے لئے بولا جاتا ہے جو فطری تنوع کے باوجود کسی خاص مشترک بندھن کے تحت یکساں حالات میں زندگی گزار رہا ہو۔ آج کی دنیا میں معاشرہ کے بہت سے نمونے پائے جاتے ہیں۔ روایتی معاشرہ، جس کا ایک نمونہ عیسائیت ہے۔ نسلی معاشرہ، جو یہود کے یہاں پایا جاتا ہے۔ سیاسی معاشرہ، جیسا کہ جمہوری نظاموں میں ہم دیکھتے ہیں۔ اسی طرح میکانیکی معاشرہ، جس کو ظہور میں لانے کی کوشش کمیونسٹ دنیا میں بہت بڑے پیمانہ پر ہو رہی ہے۔

معاشرہ کی ان تمام قسموں میں، ظاہری فرق کے باوجود، ایک چیز مشترک ہے۔ ان کو جو چیز ایک مخصوص اور متعین روپ دیتی ہے وہ خارجی اسباب ہیں۔ روایت، نسل، سیاسی اور قانونی ڈھانچہ، میکانکی حالات سب خارجی چیزیں ہیں۔ گویا ان معاشروں کو معاشرہ بنانے والی چیزیں ان سے باہر کے عوامل ہیں نہ کہ خود ان کے اندر کے عوامل۔ اسلامی معاشرہ کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اسلامی معاشرہ افراد معاشرہ کے اپنے اندرونی محرک کے تحت ظہور میں آتا ہے۔ اسلامی معاشرہ کو جو چیز اسلامی معاشرہ بناتی ہے وہ کوئی خارجی ناگزیریت نہیں بلکہ افراد کا اپنا اندرونی ارادہ ہے۔ وہ اپنے آزاد ارادہ کی طاقت سے اپنے آپ کو ایک خاص شکل میں ڈھالتے ہیں اور ارادی کوشش کے ذریعہ اس پر قائم رہتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ کو کسی دوسرے معاشرہ کی مثال سے سمجھا نہیں جا سکتا۔ اسلامی معاشرہ، تمام دوسرے معاشروں کے برعکس، خوف خدا کا معاشرہ ہے۔ اسلامی معاشرہ وہ ہے جس کا ہر فرد، یا کم از کم اس کے افراد کی مؤثر تعداد، ایسے لوگوں پر مشتمل ہو جو ہر معاملہ میں صرف خدا کی خوشی اور ناخوشی کو دیکھتے ہوں۔ اس کے سوا دوسرے مصالح و محرکات ان کے لئے ناقابل لحاظ بن جائیں۔ خدا جو ساری کائنات کی اصل ہے، وہی اسلامی معاشرہ کی بھی اصل ہے۔ اسلامی معاشرہ خدا کے مرکزی عقیدہ کے گرد بنتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام خوبیاں اور کمالات "بیج روپ" میں عقیدۂ خدا کے اندر موجود ہیں۔ حدیث میں کہا گیا ہے رأس الحكمة مخافة الله (اللہ کا خوف حکمت کا سرا ہے) جب آدمی خدائے واحد کے عقیدہ کو اس کی صحیح شکل میں اختیار کرتا ہے تو تمام اعلیٰ اوصاف اس کے اندر سے اگنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ خدائی معاشرہ ہے۔ اور اسی لئے وہ مثالی معاشرہ بھی ہے۔ کیونکہ ہر قسم کے کمالات اور خوبیوں کا واحد سرچشمہ صرف خدا ہی کی ذات ہے۔ اس سے باہر کسی کمال کا کوئی وجود نہیں۔

اسلامی معاشرہ اصلاً افراد کی اسلامیت کا اجتماعی ظہور ہے۔ تاہم اس کو مسلسل برقرار رکھنے کے لئے باہمی نگرانی کا خصوصی حکم دیا گیا ہے جس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہا جاتا ہے۔ اسلام اپنے افراد کے اندر یہ مزاج پیدا کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر خیر خواہانہ نظر رکھیں۔ اسلامی معاشرہ کے ہر فرد سے یہ مطلوب ہے کہ وہ دوسرے افراد کو بھلائی کی تلقین کرے اور برائی سے روکے۔ یہ کام اسی دل سوزی اور خیر خواہی کے ساتھ ہو جس طرح ایک باپ اپنے عزیز بچوں کی اصلاح کے لئے کرتا ہے۔ یہی چیز جب زیادہ منظم صورت اختیار کرتی ہے تو اسی کا نام اسلامی خلافت ہے۔ اسلامی معاشرہ افراد کے اندرونی احساس ذمہ داری کے تحت وجود میں آتا ہے اور نصیحت اور احتساب کا خارجی نظام اس کی حفاظت کرتا ہے۔

موت کی طرف

موت ہر ایک پر آنی ہے۔کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔تاہم موتیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ایک وہ جب کہ آدمی اللہ کو اپنا مقصود بنائے ہوئے ہو۔وہ اللہ کے لئے بولتا ہو اور اللہ کے لئے چپ ہوتا ہو۔اس کی توجہ تمام تر آخرت کی طرف لگی ہوئی ہو۔ ایسے آدمی کے لئے موت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف سفر کر رہا تھا اور موت کے فرشتہ نے اس کے سفر کو مختصر کر کے اس کو اس کی منزل تک پہنچا دیا۔

دوسرا آدمی وہ ہے جس نے اپنے مالک کو بھلا رکھا ہے۔ اس کا رکنا اور اس کا چلنا اللہ کے لئے نہیں ہوتا۔ وہ اپنے رب کو چھوڑ کر کسی اور طرف بھاگ رہا ہے۔ایسے شخص کے لئے موت کا دن اس کی گرفتاری کا دن ہے۔ اس کی مثال اس باغی کی سی ہے جو چند دن سرکشی دکھائے اور اس کے بعد اس کو پکڑ کر عدالت میں حاضر کر دیا جائے

بظاہر ایک ہی موت ہے جو دونوں آدمیوں پر آتی ہے۔مگر دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا پھول اور آگ میں۔ ایک کے لئے موت رب العالمین کا مہمان بننا ہے اور دوسرے کے لئے موت رب العالمین کے قید خانہ میں ڈالا جانا۔ایک کے لئے موت جنت کے باغوں میں داخلہ کا دروازہ ہے اور دوسرے کے لئے موت وہ دن ہے جب کہ اس کو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جاتا ہے تاکہ اپنی سرکشی کے جرم میں وہاں وہ ابدی طور پر جلتا رہے۔

مومن اور غیر مومن کی تعریف یہ ہے کہ مومن وہ ہے جس کی نگاہیں موت کے مسائل کی طرف لگی ہوئی ہوں ، جو موت کے بعد آنے والی دنیا میں عزت حاصل کرنے کو اپنی تمام توجہات کا مرکز بنائے ہوئے ہو۔اس کے برعکس غیر مومن وہ ہے جو زندگی کے مسائل میں الجھا ہوا ہو، جو موجودہ دنیا میں عزت اور کامیابی حاصل کرنے کو سب سے بڑی چیز سمجھتا ہو۔آج کے حالات میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کامیاب وہی ہے جو موجودہ دنیا میں اپنی جڑیں مضبوط کیے ہوئے ہو۔مگر موت اس فریب کو مکمل طور پر ڈھا دے گی۔ اس کے بعد اچانک یہ معلوم ہوگا کہ وہی شخص مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہوا تھا جس کو دنیا والوں نے بے بنیاد سمجھ لیا تھا اور وہ تمام لوگ بالکل بے حقیقت تھے جو موت سے پہلے کے حالات میں بظاہر عزت اور ترقی کی بلندیوں پر بیٹھے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔موت ہر چیز کو باطل کر دے گی اور اس کے بعد وہی چیز بچے گی جس کی عالم آخرت میں کوئی قیمت ہو ـــــــ سچائی کی پکار پر دھیان نہ دینا ہمیشہ اس لئے ہوتا ہے کہ آدمی کے سامنے صرف موت سے پہلے کی دنیا ہوتی ہے۔آدمی اگر موت کے بعد کی دنیا کو دیکھ لے تو آج ہی وہ اس خدا کے آگے جھک جائے جس کے آگے اسے کل جھکنا ہے، اگرچہ کل کا جھکنا کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔

باغ جنت

اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنّت کی طرف جس کی وسعت
زمین و آسمان کے برابر ہے۔ وہ مہیّا کی گئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لیے۔

قرآن ۳: ۱۳۳

خدا کو ماننا

خدا ہر قسم کی خوبیوں کا خزانہ ہے۔ اس کی قدرت کہیں روشنی کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے اور کہیں حرارت کی صورت میں۔ کہیں وہ مادہ کو ہریالی میں تبدیل کر رہا ہے اور کہیں پانی کی روانی میں۔ کہیں وہ رنگ کی صورت میں اپنا جلوہ دکھا رہا ہے اور کہیں مزہ اور خوشبو کی صورت میں۔ کہیں اس کی قدرت سے حرکت کے کرشمے ظاہر ہو رہے ہیں اور کہیں کشش کے کرشمے۔

ایسے کمالات والے خدا کو پانا ایک خشک عقیدہ کو پانا نہیں ہو سکتا۔ ایسے خدا کو پانا یہ ہے کہ آدمی کی روح ایک اتھاہ روشنی سے جگمگا اٹھے۔ وہ اس کے قلب کے لئے لطف و لذت بن جائے۔ آدمی ایک اچھا پھل کھاتا ہے تو باغ باغ ہو جاتا ہے۔ وہ ایک لطیف نغمہ سنتا ہے تو ہمہ تن وجد میں آجاتا ہے۔ پھر خدا جو ساری خوبیوں کا سرچشمہ ہے اس کا پانا کیا کسی کو بے قرار نہیں کرے گا۔

خدا کو پانا یہ ہے کہ وہ ایک خوشبو ہو جس سے آدمی کا شامہ معطر ہو جائے۔ وہ ایک مزہ ہو جس سے اس کا ذائقہ لطف پائے۔ وہ ایک حسن ہو جو اس کی بصارت کو ایک حیرتناک نظارہ میں محو کر دے۔ وہ ایک ترنم ہو جو اس کے سامعہ کو ایسی لذت دے جس سے وہ کبھی سیر نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جس خدا نے یہ تمام خوبیاں پیدا کی ہیں وہ خود ان خوبیوں کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔ کسی کو خدا کی قربت ملنا دراصل اس کا جنت میں پہنچ جانا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص رنگ اور خوشبو کے ابدی چمنستان میں جا بسے، جیسے وہ ایک پیکر نور کے پڑوس میں پہنچ جائے۔

خدا کو پانے والے

خدا کا بندہ وہ ہے جس نے خدا کو ان عظمتوں کے ساتھ پایا ہو جس کے اثرات اس ہیجان خیز کیفیت میں ڈھل جاتے ہیں جس کو خدا کی یاد کہا گیا ہے۔ جو خدا کو اس طرح دیکھ لے کہ اس کی ہیبت سے اس کا دل دہل اٹھے اور اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ خدا کو پانے والا وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرے اور سب سے زیادہ خدا سے محبت کرے۔ جس کا یہ حال ہو کہ صرف ایک خدا اس کی تمام توجہات کا مرکز بن جائے۔

ایسا آدمی قرآن کو پڑھتا ہے تو اس کی روح پکار اٹھتی ہے کہ خدایا یہ تیرا کتنا بڑا احسان ہے کہ تو نے میری ہدایت کا ایسا انتظام کیا ورنہ میں جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتا رہتا۔ وہ رسول کی سنت کو دیکھتا ہے تو اس کا وجود اس دریافت سے سرشار ہو جاتا ہے کہ یہ خدا کا کیسا غیر معمولی انتظام ہے کہ اس نے پیغمبر کی زندگی میں ہدایت کا بے داغ نمونہ قائم کیا اور پھر تاریخ میں اس کو روشنی کے ابدی مینار کی صورت میں محفوظ کر دیا۔ جب وہ سجدہ کرتے ہوئے اپنا سر زمین پر رکھتا ہے تو اس کو یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ اس کے رب نے اس کو اپنی رحمت کے آغوش میں لے لیا ہے۔ جب وہ کوئی غذا اپنی حلق کے نیچے اتارتا ہے تو اس کی پوری ہستی میں اس احسان مندی کی لہر دوڑ جاتی ہے کہ کیسا عجیب ہے وہ خدا جس نے میرے جسم کی پرورش کے لئے ایسی مکمل غذا کا اہتمام کیا۔ جب وہ پانی پیتا ہے تو اس کی آنکھوں سے ایک اور جھرنا بہہ پڑتا ہے اور وہ بے اختیار ہو کر کہہ اٹھتا ہے کہ خدایا اگر تو مجھے سیراب نہ کرے تو میں سیراب ہونے والا نہیں، اگر تو مجھے پانی نہ دے تو کہیں سے مجھ کو پانی ملنے والا نہیں۔

خدا کا پڑوسی

خدا کو پانے والا دنیا کی زندگی ہی میں خدا کا پڑوسی بن جاتا ہے ۔ اس کی روح خدا کے نور میں نہا اٹھتی ہے ۔ پھولوں کی صحبت آدمی کو لطیف کیفیات سے بھر دیتی ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ آدمی اپنے رب کو پائے اور پھر بھی اس کے اندر ربانی کیفیات پیدا نہ ہوں ۔

بہت سے لوگ اپنے کو خدا کے قریب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ انتہائی حد تک خدا سے دور ہوتے ہیں ۔ وہ خدا کی باتیں کرتے ہیں مگر ان کا پورا وجود گواہی دے رہا ہوتا ہے کہ ابھی انھوں نے خدا کو پہچانا ہی نہیں ۔

وہ خدا کا نام لیتے ہیں مگر ان کے منھ میں خدائی مٹھاس کی شکر نہیں گھلتی ۔ وہ خدا کو پانے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر خدا کے چمنستان کی کوئی خوشبو ان کے مشام کو معطر نہیں کرتی ۔ وہ خدا کے نام پر دھوم مچاتے ہیں مگر خدا کے نورانی سمندر میں نہانے کا کوئی نشان ان کے جسم پر ظاہر نہیں ہوتا ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا کی جنتیں ان کے لئے مخصوص ہو چکی ہیں مگر جنت کے باغ کا کوئی جھونکا ان کے وجود کو نہیں چھوتا ۔

کیسا عجیب ہوگا وہ خدا جس کی یاد دل و دماغ کی دنیا میں کوئی اہتزاز پیدا نہ کرے ۔ کیسی عجیب ہوگی وہ جنت جس میں داخلہ کا ٹکٹ آدمی اپنی جیبوں میں لئے پھرتا ہو مگر جنت کا باسی ہونے کی کوئی جھلک اس کے رفتار و گفتار سے نمایاں نہ ہو ۔ کیسے عجیب ہوں گے وہ آخرت والے جن کے لئے آخرت کی ابدی وراثت لکھی جا چکی ہو مگر ان کی ساری دلچسپیاں بدستور اسی عارضی دنیا کی چیزوں میں اٹکی ہوئی ہوں ۔

آہ وہ لوگ جو خدا کو پانے کا دعویٰ کرتے ہیں ، حالانکہ ابھی تک انھوں نے خدا کو پایا ہی نہیں ۔

رزق کا دستر خوان

کائنات مومن کے لئے رزق روحانی کا دستر خوان ہے، ویسے ہی جیسے جنت اس کے لئے رزق مادی کا دسترخوان ہوگی۔ ہوا کے لطیف جھونکے جب اس کے جسم کو چھوتے ہیں تو اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لمس خداوندی کا کوئی حصہ اس کو مل رہا ہے۔ دریاؤں کی روانی میں اس کو رحمت حق کا جوش ابلتا ہوا نظر آتا ہے۔ چڑیوں کے چہچے جب اس کے کانوں میں رس گھولتے ہیں تو اس کے دل کے تاروں پر ربّانی نغمے جاگ اٹھتے ہیں۔ جس آدمی کو ایمان کی نظر حاصل ہو جاتی ہے اس کو دنیا کی ہر چیز میں خدا کی جھلکیاں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

درخت معمولی لکڑی کا ڈھانچہ ہے۔ مگر اس کے اوپر بے حد حسین پھول اگتے ہیں۔ وہ بظاہر ایک سوکھی لکڑی کی مانند، اس سے بھی زیادہ ایک سوکھی زمین پر کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک خاموش انقلاب آتا ہے۔ اس کی شاخوں پر نہایت خوبصورت پھول کھل اٹھتے ہیں۔ لکڑی کی شاخیں رنگین پھولوں سے ڈھک جاتی ہیں۔

ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ کوئی بندہ اس کو دیکھ کر کہہ اٹھے کہ خدایا، میں بھی ایک لکڑی ہوں، تو چاہے تو میرے اوپر حسین پھول کھلا دے۔ میں ایک ٹھنٹھ ہوں، تو چاہے تو مجھ کو سرسبز و شاداب کر دے۔ میں ایک بے معنی وجود ہوں، تو چاہے تو میری زندگی کو معنویت سے بھر دے۔ میں جہنم کے کنارے کھڑا ہوں تو چاہے تو مجھ کو جنت میں داخل کر دے۔ میں تجھ سے دور ہوں تو چاہے تو لپک کر مجھ کو اپنے آغوش میں اٹھالے۔

جنت قربت الٰہی کا نام ہے

آخرت میں خدا کی جنت کو وہی شخص پائے گا جس نے دنیا میں خدا کو پالیا ہو۔ خدا کو پانے والا وہ ہے جس نے چھپے ہونے کے باوجود اس کو یقین کی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ جس نے اپنے سینہ کی دھڑکنوں میں اس کو بولتے ہوئے سنا ہے۔ جس نے خدا کی کتاب کو اس طرح پڑھا ہے گویا وہ خود اپنے اندر رکھے ہوئے صحیفۂ فطرت کو اپنی زبان سے دہرا رہا ہے۔

خدا کو پانے والا وہ ہے جس کی مردہ روح کو خدا کے ایمان سے زندگی ملی ہو۔ خدا کی یاد جس کے دل کے زنگ کو دور کرنے والی بن جائے۔ خدا جس کے لئے ایک نور بن گیا ہو جس کی روشنی میں وہ چلتا ہو۔ جس کا یہ حال ہو کہ خدا کا ذکر سن کر اس کا دل دہل اٹھے۔ وہ اپنے آنسوؤں سے خدا کا استقبال کرتا ہو۔ اس کی پوری شخصیت خدا کے آگے ہمہ تن سجدہ میں گر پڑی ہو۔

جو شخص خدا سے قریب ہے وہی جنت سے بھی قریب ہے۔ خدا کی قربت کا آغاز اسی موجودہ دنیا سے شروع ہو جاتا ہے اور اس کی تکمیل آخرت میں ہوتی ہے۔ جب آدمی قربت خداوندی کا تجربہ کرتا ہے تو اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ ایک ان دیکھی حقیقت کو کامل یقین کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ ایک بعید ترین چیز سے انتہائی طور پر قریب ہے۔ کسی مخاطب کی موجودگی کے بغیر کامیاب ترین گفتگو میں مصروف ہے۔ ایک سب سے زیادہ پُرہیبت وجود کے لئے اپنے اندر سب سے زیادہ محبت کے جذبات پا رہا ہے۔ ایک چیز جس کو بظاہر کسی بھی واسطہ کے ذریعہ پایا نہیں جا سکتا، کسی واسطہ کے بغیر وہ عین اس کے نزدیک پہنچ گیا ہے ۔

جنت سب سے بڑا عطیہ

زمین و آسمان کی تمام چیزیں خدا کو سجدہ کر رہی ہیں۔ مگر ایک انسان جب سجدہ کرتے ہوئے اپنا سر زمین پر رکھتا ہے تو یہ تمام عالم کائنات کا سب سے زیادہ عجیب واقعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ دوسری چیزیں مجبورانہ سجدہ کر رہی ہیں، جب کہ انسان شعور اور ارادہ کے تحت اپنا سر خدا کے آگے جھکا دیتا ہے

انسان کے ذریعہ اس کائنات میں اختیاری محکومی کا واقعہ وجود میں آتا ہے جس سے بڑا کوئی دوسرا واقعہ نہیں۔ یہی انسان کی اصل قیمت ہے۔ انسان وہ نادر مخلوق ہے جو اس کائنات میں شعورِ قدرت کے مقابلہ میں شعورِ عجز کی دوسری انتہا بناتا ہے۔ وہ کائنات کے صفحہ پر "ہے" کے مقابلہ میں "نہیں" کا مضمون تحریر کرتا ہے۔ وہ خداوندی انا کے مقابلہ میں اپنے بے انا ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ ہر قسم کا اختیار رکھتے ہوئے اپنے آپ کو خدا کے آگے بے اختیار کر لیتا ہے۔ وہ زبان رکھتے ہوئے خدا کی خاطر اس طرح چپ ہو جاتا ہے جیسے اس کے منھ میں زبان ہی نہیں۔

ایک شخص کا موحد بننا اس آسمان کے نیچے ظاہر ہونے والے تمام واقعات میں سب سے بڑا واقعہ ہے جس کا انعام کوئی سب سے بڑی چیز ہی ہو سکتی ہے۔ اسی سب سے بڑی چیز کا نام جنت ہے۔ جنت کسی کے عمل کی قیمت نہیں، جنت کسی بندے کے لئے خدا کی یہ بخشش ہے کہ اس کے بندے نے اپنے رب کو وہ چیز پیش کر دی جو کائنات میں کسی اور نے پیش نہ کی تھی، اس لئے خدا نے بھی اس کو وہ چیز دے دی جو اس نے کسی دوسری مخلوق کو نہیں دیا تھا۔

جنتی نگاہ

خدا نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ اتنا حیرت ناک ہے کہ اس کو دیکھ کر آدمی خالق کی کاریگری میں کھو جائے۔ تخلیق کے کمالات میں ہر طرف خالق کا چہرہ جھلک رہا ہے۔ مگر ہمارے چاروں طرف جو دنیا ہے اس کو ہم بچپن سے دیکھتے دیکھتے عادی ہو جاتے ہیں۔ اس سے ہم اتنا مانوس ہو جاتے ہیں کہ اس کے انوکھے پن کا ہم کو احساس نہیں ہوتا۔ پانی، درخت، چڑیا، غرض جو کچھ بھی ہماری دنیا میں ہے سب کا سب بے حد عجیب ہے، ہر چیز خالق کا آئینہ ہے۔ مگر عادی ہونے کی وجہ سے ہم اس کے عجوبہ پن کو محسوس نہیں کر پاتے۔

مگر یہی انسان کا امتحان ہے۔ اس کو معمولی چیزوں میں غیر معمولی جھلک دیکھنا ہے۔ اگر آدمی اس دنیا کو استعجاب کی نظر سے دیکھ سکے تو ہر جگہ اس کو خدا کی موجودگی کا تجربہ ہوگا۔ وہ زمین پر اس طرح رہے گا جیسے کہ وہ خدا کے پڑوس میں ہو، جیسے کہ وہ خدا کی نظروں کے سامنے ہو۔

موجودہ دنیا میں انسان کی سب سے بڑی یافت یہ ہے کہ وہ خدا کو دیکھنے لگے، وہ اپنے پاس خدا کی موجودگی کو محسوس کرلے۔ اگر آدمی کے اندر جنتی نظر پیدا ہو جائے تو سورج کی کرنوں میں اس کو خدا کا نور جگمگاتا ہوا دکھائی دے گا۔ ہرے بھرے درختوں کے حسین منظر میں وہ خدا کا روپ جھلکتا ہوا پائے گا۔ ہواؤں کے لطیف جھونکے میں اس کو لمس ربانی کا تجربہ ہوگا۔ اپنی ہتھیلی اور پیشانی کو زمین پر رکھتے ہوئے اس کو ایسا محسوس ہوگا گویا اس نے اپنا وجود اپنے رب کے قدموں میں ڈال دیا ہے۔ خدا ہر جگہ موجود ہے مگر اس کو وہی خوش قسمت آدمی دیکھتا ہے جس کے اندر خدا کو دیکھنے والی جنتی نگاہ پیدا ہو جائے۔

عبادت کرنے والے

ایک شخص کو کسی سے محبت ہو تو محبت کرنے والے ہی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا کہ اس کی یاد سے اس کا دل بھر آئے۔ اس کے برعکس جس کو اس آدمی سے کوئی لگاؤ نہ ہو وہ صرف وقتی تدبیر سے اس کی خاطر رونے والا نہیں بن سکتا۔

ایک شخص لوگوں کے درمیان تواضع کا طریقہ اختیار کرتا ہے اور دوسرا شخص ڈھٹائی کا۔ ایک شخص معاملات میں انصاف کرتا ہے اور دوسرا بے انصافی سے پیش آتا ہے۔ ایک عاجزانہ نفسیات کے ساتھ جی رہا ہے اور دوسرا متکبرانہ نفسیات کے ساتھ۔ ایک شخص اعتراف کو اپنا طریقہ بنائے ہوئے ہے اور دوسرا ہٹ دھرمی کو۔ تو ایسی حالت میں یہ ناممکن ہے کہ دونوں کی عبادت یکساں ہو۔ ان میں صرف پہلا شخص ہے جس کی عبادت خشوع کی عبادت بنے گی۔ دوسرا شخص خواہ کتنا ہی چاہے یہ ناممکن ہے کہ وقتی طور پر عبادتی صورت بنا کر وہ اپنی عبادت کو خشوع کی عبادت بنالے۔ خشوع کی عبادت در اصل خاشعانہ زندگی کا ایک نتیجہ ہے۔ جو شخص اپنی زندگی میں خاشع نہ بنا ہو وہ کبھی خشوع کی عبادت نہیں کر سکتا۔

خدا کی عبادت کرنے والے خدا کی جنتوں میں جائیں گے۔ مگر اس عبادت کی توفیق اس کو ملتی ہے جو عبادت کے مخصوص اوقات کے علاوہ بھی خدا کا عابد بنا ہوا ہو نہ کہ وہ جو صرف وقتی طور پر عبادت کی صورت بنا لے۔ جنت ایک حقیقی جگہ ہے جو خصوصی اہتمام کے ساتھ حقیقی عبادت گزاروں کے لئے بنائی گئی ہے۔ حقیقی جنت ان لوگوں کو نہیں مل سکتی جو صرف جھوٹی عبادت کا سرمایہ لے کر خدا کے یہاں پہنچے ہوں۔

کامل دنیا

دنیا انتہائی لذیذ ہے مگر اس کی لذتیں چند لمحے سے زیادہ باقی نہیں رہتیں۔ دنیا بے پناہ حد تک حسین ہے مگر اس کو دیکھنے والی آنکھ بہت جلد بے نور ہو جاتی ہے۔ دنیا میں عزت اور خوشی حاصل کرنا انسان کو کتنا زیادہ مرغوب ہے مگر دنیا کی عزت اور خوشی آدمی ابھی پوری طرح حاصل نہیں کر پاتا کہ اس پر زوال کا قانون جاری ہو جاتا ہے۔ دنیا میں وہ سب کچھ ہے جس کو انسان چاہتا ہے مگر اس سب کچھ کو حاصل کرنا انسان کے لئے ممکن نہیں، حتیٰ کہ اس خوش قسمت انسان کے لئے بھی نہیں جو بظاہر سب کچھ حاصل کر چکا ہو۔ ہر آدمی کچھ ایسی محدودیتوں میں گھرا ہوا ہے کہ وہ پاکر بھی نہیں پاتا۔ کامیاب ہونے کے بعد بھی خوشیوں کا چمن اس کے لئے نہیں اگتا۔

انسان ایک کامل وجود ہے مگر اس کا المیہ یہ ہے کہ اس کو کامل دنیا حاصل نہیں۔ انسان کی زندگی اس وقت تک بے معنی ہے جب تک اس کو ایک ایسی دنیا نہ ملے جو ہر قسم کی محدودیت اور ناموافق حالات سے پاک ہو۔

خدا نے یہ کامل دنیا جنت کی صورت میں بنائی ہے۔ مگر یہ دنیا کسی کو اپنے آپ نہیں مل سکتی۔ اس آنے والی مکمل دنیا کی قیمت موجودہ نامکمل دنیا ہے۔ جو شخص اپنی موجودہ دنیا کو آنے والی دنیا کے لئے قربان کر سکے وہی آنے والی جنتی دنیا کو پائے گا۔ جو شخص اس قربانی کے لئے تیار نہ ہو وہ بھی اگرچہ موت کے بعد ابدی دنیا میں داخل ہوگا، مگر اس کے لئے یہ ابدی دنیا حسرتوں اور مایوسیوں کی دنیا ہوگی نہ کہ خوشیوں اور لذتوں کی دنیا۔

اندھیرے کے بعد اجالا

ہر رات کے بعد صبح آتی ہے۔ جو چیزیں اندھیرے میں چھپی ہوئی تھیں وہ دن کی روشنی میں لوگوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ یہ آج کی ایک مثال ہے جو کل کے بارے میں لوگوں کو بتا رہی ہے۔

جب آخرت کا سورج طلوع ہوگا تو وہ تاریکی کے ان پردوں کو پھاڑ دے گا جو آج لوگوں کی اصل حیثیت کو چھپائے ہوئے ہیں۔ اس وقت ہر آدمی اپنی اصل صورت میں دکھائی دینے لگے گا۔ اس وقت صاف نظر آئے گا کہ کون شخص اندر سے جانور تھا اور بظاہر انسانی صورت میں چل رہا تھا۔ کون شخص ناحق پر تھا اگرچہ وہ خوبصورت الفاظ بول کر اپنے کو حق پرست ثابت کئے ہوئے تھا۔ کون شخص اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش میں مبتلا تھا اگرچہ زبان سے وہ اللہ کا نام لیتے ہوئے نہیں تھکتا تھا۔

اس کے بعد کچھ اور اشخاص ہوں گے جن کی حقیقت آخرت کے دن کھل کر سامنے آئے گی۔ لوگ دیکھیں گے کہ ایک شخص جس کو انھوں نے اس کے معمولی حالات کی بنا پر غیر اہم سمجھ لیا تھا وہ اپنے اندر اہمیت کا پہاڑ لئے ہوئے تھا۔ ایک شخص جس کو دنیا کی پر رونق مجلسوں میں عزت کی جگہ نہیں ملتی تھی وہ فرشتوں کی زیادہ باعزت مجالس میں اپنے صبح و شام گزار رہا تھا۔ ایک شخص جس کو وقت کے بڑوں نے اپنے نزدیک رد کر دیا تھا وہی وہ شخص تھا جس کو خدا کی طرف سے مقبولیت کی سند ملی ہوئی تھی۔ ایک شخص جس کو دنیا کے لوگ بے دین قرار دے کر حقارت کے خانہ میں ڈالے ہوئے تھے اس کا نام خدا کے یہاں دین داروں کی فہرست میں سب سے اوپر لکھا ہوا تھا۔

تاریکی ختم ہوگی

کائنات ایک انتہائی بامعنی کارخانہ ہے۔ کائنات کسی ایسی چیز کو قبول نہیں کرتی جو اس کے مزاج کے خلاف ہو، جو اس کی تخلیقی اسکیم کے مطابق نہ ہو۔ مگر کائنات کے سب سے زیادہ سرسبز اور قیمتی حصہ پر انسان ظلم و فساد جاری کئے ہوئے ہے۔ حق کے نام پر حق کو قتل کیا جا رہا ہے اور کائنات اپنی تمام معنویت کے باوجود خاموش کھڑی ہوئی ہے۔ وہ زمین پر سب کچھ ہوتے ہوئے دیکھتی ہے مگر اس کے بارے میں اپنا کوئی بیان نہیں دیتی۔ وہ سچ کو سچ نہیں کہتی اور جھوٹ کے جھوٹ ہونے کا اعلان نہیں کرتی۔

کیا کائنات کے اندر تضاد ہے۔ کیا یہ ایک گونگی کائنات ہے۔ جس کائنات کے پاس سریلے نغمے بکھیرنے والی چڑیاں ہوں کیا اس کے پاس حق کا اعلان کرنے والی زبان نہیں۔ جواب یہ ہے کہ یقیناً ہے۔ مگر خدا نے اس کو قیامت تک خاموش رہنے کا حکم دے رکھا ہے۔ جیسے ہی صور پھونکا جائے گا تمام زبانوں کی مہریں ٹوٹ جائیں گی۔ اس وقت ساری کائنات ایک عظیم ریکارڈ بن جائے گی اور پھر خدا کے گواہ کی حیثیت سے وہ سب کچھ بتائے گی جو حق اور عدل کے مطابق اسے بتانا چاہئے۔ اس وقت لوگوں کو معلوم ہوگا کہ جس کائنات کے پاس رات کو دن بنانے والا سورج موجود تھا اس کے پاس یہ بھی انتظام تھا کہ تاریکی میں چھپے ہوئے اعمال کو اجالے میں لا سکے۔

اس دن خدا کے سرکش بندے اپنی سرکشی کی ابدی سزا بھگتنے کے لئے جہنم کی آگ میں ڈال دئے جائیں گے اور خدا کے نیک بندے خدا کی رحمتوں کے سایہ میں جنت میں داخل کئے جائیں گے جہاں وہ عزت اور آرام کی ابدی زندگی کا لطف اٹھاتے رہیں گے۔

تمناؤں کی دنیا

خدا نے انسان کو ایک ایسی مخلوق کی حیثیت سے پیدا کیا جس کے اندر بہت سی خواہشیں اور لذتیں چھپی ہوئی ہیں۔ دنیا میں ان خواہشوں اور لذتوں کی تکمیل کا سامان بھی موجود ہے۔ مگر انسان جب انھیں پورا کرنا چاہتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ انھیں پورا نہیں کرسکتا۔ کہیں انسان کی عمر اس کی خواہشوں اور لذتوں کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے اور کہیں اس کی محدودیت۔ کہیں اس کی کوئی کمزوری رکاوٹ بن جاتی ہے اور کہیں کوئی ناخوش گوار اتفاق۔

کیا انسان کا مقدر صرف یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی خواہشیں لے کر دنیا میں آئے اور پھر یہ حسرت لے کر دنیا سے چلا جائے کہ وہ اپنی خواہشوں کو حاصل نہ کرسکا۔ نہیں، بلکہ خدا نے جنت کی صورت میں اس کی خواہشوں اور لذتوں کی تکمیل کا ابدی سامان مہیا کر رکھا ہے۔ موت کے بعد آدمی ایک اور زیادہ کامل زندگی پالیتا ہے، وہ ایک ایسی دنیا میں دوبارہ آنکھ کھولتا ہے جو ہر قسم کی کمیوں سے پاک ہے۔ یہاں وہ سب کچھ بے حساب مقدار میں موجود ہے جس کو انسان نے موجودہ دنیا میں چاہا مگر وہ ان کو اپنے لئے حاصل نہ کرسکا۔

موت کے بعد کی یہ جنت ان خوش نصیب لوگوں کے لئے ہے جو موت سے پہلے جنتی عمل کا ثبوت دیں جو اپنے اونچے کردار سے اس کا استحقاق ثابت کریں۔ تمناؤں کی زندگی جس کو آدمی موجودہ دنیا میں نہ پاسکا اس کو وہ آخرت کی دنیا میں پائے گا۔ مگر یہ زندگی اسی کو ملے گی جو موجودہ دنیا میں اس کی قیمت ادا کرچکا ہو۔

کھونے والا پاتا ہے

خوشیوں سے بھری ہوئی زندگی انسان کا سب سے بڑا خواب ہے۔ہر آدمی اس تمنا کو لے کر پیدا ہوتا ہے مگر ہر آدمی اس تمنا کو پورا کئے بغیر مر جاتا ہے۔اس ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ تمام لوگ اپنے خواب کی تعبیر اسی موجودہ دنیا میں چاہتے ہیں۔مگر موجودہ دنیا اس آرزو کی تکمیل کے لئے کافی نہیں۔

ہم اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کی طرف ابھی سفر کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم کو موت آجاتی ہے۔ہم مشینی ترقیاں وجود میں لاتے ہیں مگر نئے نئے مسائل پیدا ہو کر ساری ترقی کو بے معنی بنا دیتے ہیں۔ہم اپنی پسند کے مطابق اپنا ایک گھر بناتے ہیں مگر دوسرے انسانوں کا بغض، حسد، گھمنڈ، ظلم اور انتقام ظاہر ہو کر ہم کو الجھا دیتے ہیں اور ہم اپنے آشیانہ کو خود اپنی آنکھوں سے بکھرتا ہوا دیکھ کر اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

آدمی کی تمنائیں بجا ہیں مگر ان کے پورے ہونے کی جگہ موت کے بعد آنے والی دنیا ہے نہ کہ موت سے پہلے کی دنیا۔یہی وہ عقیدہ ہے جو ہماری موجودہ زندگی کو بامعنی بناتا ہے۔اس کے بعد موجودہ دنیا جدو جہد کی دنیا بن جاتی ہے اور اگلی دنیا جدوجہد کا انعام پانے کی دنیا۔موجودہ دنیا کو منزل سمجھنے کی صورت میں آدمی مایوسی کے سوا اور کہیں نہیں پہنچتا۔جب کہ آخرت کی دنیا کو منزل سمجھنے کا عقیدہ اس کے سامنے ابدی سکون کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

ایک ایسی دنیا جہاں کھونے کے سوا اور کچھ نہ ہو وہاں وہی نظریہ صحیح ہو سکتا ہے جو کھونے میں پانے کا راز بتاتا ہو۔

حادثہ سے بچیے

آدمی بے شمار کوششوں کے بعد ایک قابل اعتماد معاشی زندگی حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے حوصلوں کو ایک دل پسند مکان کی صورت میں بنا کر خوش ہوتا ہے۔ وہ اپنے لئے کامیابی اور ترقی کا مینار کھڑا کرتا ہے۔ مگر عین اس وقت اس کی موت آجاتی ہے۔ وہ اپنے گھر کو سونا چھوڑ کر قبر میں لیٹ جاتا ہے۔ اس کا چکنا جسم مٹی اور کیڑے کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس کی کوششوں کا حاصل اس سے اس طرح جدا ہو جاتا ہے جیسے آدمی اور اس کے درمیان کبھی کوئی تعلق ہی نہ تھا۔

کوٹھی کا خواب دیکھنے والا مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ قبر میں داخل ہو، وہ قبر کے راستہ سے گزر کر حشر کے میدان میں پہنچ جائے۔ یہ دوسری دنیا اس کی آرزوؤں کی دنیا سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ یہاں وہ اتنا مفلس ہوتا ہے کہ اس کے پاس کپڑا بھی نہیں ہوتا جس سے وہ اپنے جسم کو چھپائے۔ اس کی ساری کمائی اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھی اس سے بچھڑ جاتے ہیں۔ اس کا زور اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔ ان چیزوں میں سے کوئی چیز وہاں اس کا ساتھ دینے کے لئے موجود نہیں ہوتی جن کے بل پر وہ دنیا میں گھمنڈ کر رہا تھا۔

آہ وہ سفر بھی کیسا عجیب ہے جو عین منزل کے قریب پہنچ کر حادثہ کا شکار ہو جائے۔ وہ مسافر بھی کیسا عجیب مسافر ہے جو یہ سمجھ کر آگے بڑھ رہا ہو کہ وہ منزل کی طرف جا رہا ہے مگر جب منزل آئے تو اس کو معلوم ہو کہ وہ صرف بھٹک رہا تھا، وہ الٹی سمت میں اپنی بھاگ دوڑ جاری کئے ہوئے تھا نہ کہ صحیح سمت میں۔

آفاقی دین

کائنات کا دین اللہ کی اطاعت ہے۔یہاں کی ہر چیز اللہ کے مقرر کئے ہوئے ضابطہ پر چل رہی ہے۔ درخت اوپر کھڑا ہوتا ہے مگر وہ اپنا سایہ نیچے زمین پر بچھا دیتا ہے۔ہوائیں چلتی ہیں مگر وہ کسی سے ٹکراؤ نہیں کرتیں۔سورج اپنی روشنی بکھیرتا ہے مگر وہ چھوٹے بڑے میں کوئی فرق نہیں کرتا۔بادل بارش برساتے ہیں مگر وہ اپنے اور غیر میں تمیز نہیں کرتے ۔ چڑیاں اور چیونٹیاں اپنے اپنے رزق کی تلاش میں مصروف ہوتی ہیں مگر وہ ایک دوسرے کا حصہ نہیں چھینتیں ۔

یہ کائنات کے لئے خدا کا دین ہے اور اسی دین پر انسان کو بھی رہنا ہے ۔ اللہ کے محبوب بندے وہ ہیں جو دنیا میں درخت کے سایہ کی طرح متواضع بن کر رہیں۔جو دوسروں کے درمیان سے اس طرح گزریں جیسے ہوا کے لطیف جھونکے لوگوں کے بیچ سے گزر جاتے ہیں۔جن کا فیض اور جن کی مہربانیاں بارش کی طرح ہر ایک کے لئے عام ہوں۔جو دریا کے پانی کی طرح دوسروں کے لئے سیرابی بن جائیں۔جنھوں نے سورج کی شعاعوں کی طرح ہر ایک کو اجالے کا تحفہ دیا۔جنھوں نے اپنی سرگرمیوں کے دوران اس بات کی پوری احتیاط کی کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے ۔

جنت ایسی ہی پاک روحوں کی آبادی ہے ۔جنت وہ نفیس مقام ہے جہاں آدمی اپنے پڑوسی سے پھولوں کی خوشبو جیسے سلوک کا تجربہ کرے گا اور چڑیوں کے چہچہے جیسے میٹھے بول سنے گا۔جہاں ایک کا دوسرے سے ملنا لطیف ہواؤں سے ملنے کی طرح ہوگا —— کیسی عجیب ہوگی جنت اور کیسا عجیب ہوگا جنت کا پڑوس ۔

اسلامی زندگی

اسلامی زندگی کا وجود میں آنا ایسا ہی ہے جیسے کسی درخت کا وجود میں آنا۔ ایک ہرا بھرا درخت زمین پر اس وقت کھڑا ہوتا ہے جب کہ اس نے اپنے آپ کو زمین و آسمان کے نظام کے ساتھ ہم آہنگ کر لیا ہو، اسی طرح اسلامی انسان اس وقت بنتا ہے جب کہ وہ خدا کی پوری کائنات کو اپنی غذا بنا چکا ہو۔

اسلامی زندگی نہ عملیاتی ورزشوں سے وجود میں آتی ہے اور نہ انقلابی نعروں سے۔ ایک بندہ اس وقت مومن و مسلم بنتا ہے جب کہ وہ تجلیات الٰہی کا مہبط بن جائے۔ خدا نے جس طرح مادی سطح پر درختوں کے لئے ایک عالمی دستر خوان پھیلا رکھا ہے، اسی طرح روحانی سطح پر انسان کے لئے ہر وقت اس کے فیضان کی بارش ہو رہی ہے۔ مادی کائنات سے اپنے آپ کو جوڑنے کے نتیجہ میں درخت وجود میں آتا ہے۔ اسی طرح الٰہی تجلیات کے سمندر میں نہانے سے وہ چیز وجود میں آتی ہے جس کو اسلامی زندگی کہتے ہیں۔ درخت ہو یا انسان، دونوں ہی ایک وسیع تر نظام غذا سے اپنے کو ہم آہنگ کر کے اپنی ہستی کو کمال کے مقام پر پہنچاتے ہیں۔ اسلامی انسان بھی ایسا ہی ایک واقعہ ہے جیسا ایک درخت۔ فرق یہ ہے کہ درخت فطری جبر کے تحت وجود میں آتا ہے اور انسان خود اپنے آزادانہ عمل سے۔

جو شخص آج اللہ کے رزق پر جی رہا ہے وہ آخرت میں نہایت شاداب اور تندرست حالت میں اٹھے گا۔ اور جو لوگ اللہ کے رزق سے محروم ہیں ان کا حال وہی ہوگا جو آج خراب غذاؤں پر پلنے والے غریبوں کا نظر آتا ہے۔ وہ وہاں بدحال صورتوں کے ساتھ اٹھیں گے خواہ آج وہ کتنے ہی پُر رونق نظر آتے ہوں۔

مومن خدا کی انڈسٹری ہے

ہر آدمی ایک انڈسٹری ہے۔ ایک شخص وہ ہے جس کی انڈسٹری سے صرف زہر اور انگارے برآمد ہوئے۔ اس کو جب موقع ملا تو اس نے اپنی بڑائی کا جھنڈا بلند کیا۔ اس کے پاس دولت آئی تو اس نے اس کو نمائشی کاموں میں خرچ کیا۔ اس نے کسی کے اوپر غلبہ پایا تو اس کی بربادی کے منصوبے بنائے۔ اس کو کسی سے اختلاف ہوا تو اس نے اسے کڑوی بات اور شیطانی عمل کا مزہ چکھایا۔ اس سے جب کسی کا معاملہ پڑا تو اس کو اس سے خودغرضی، بے انصافی اور دھاندلی کا تجربہ ہوا۔

ایسا آدمی اپنے اندر جہنم کی انڈسٹری قائم کیے ہوئے ہے۔ جو چیز بھی اس کے اندر داخل ہوتی ہے وہ زہر اور آگ اور بدبو بن کر باہر آتی ہے۔ موت کے بعد اس کی یہ پیداوار اسے گھیرے گی۔ وہ اپنے آپ کو خود اپنے بنائے ہوئے جہنم میں پھنسا ہوا پائے گا۔

دوسرا انسان وہ ہے جس کو خدا نے بڑائی دی تو اس نے تواضع کی صورت میں اس کا ردعمل پیش کیا۔ اس کا احتساب کیا گیا تو اس نے عجز کی نفسیات کے ساتھ اس کو قبول کیا۔ اس کے پاس دولت آئی تو اس نے خدا کے راستہ میں اس کا استعمال ڈھونڈ نکالا۔ اس کو اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے مواقع ملے مگر وہ اپنے آپ کو خدا کی خاطر دفن کرنے پر راضی ہو گیا۔ اس نے لوگوں کے اوپر قابو پایا تو وہ ان کے لئے انصاف اور خیر خواہی کا پیکر بن گیا۔

یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے اندر خدا کی انڈسٹری قائم کی۔ جو چیز بھی اس کے اندر داخل ہوئی وہ ربانی پیکر میں ڈھل کر باہر نکلی۔ اس نے موجودہ دنیا میں پھول اور خوشبو کی فصل اگائی تھی، آخرت میں وہ ہمیشہ کے لئے پھول اور خوشبو والے باغوں میں رہے گا۔

عمل یا اعتراف

ایمان وہ ہے جو آدمی کے اندر اس طرح داخل ہو کہ وہ اس کی نفسیات کا جزء بن جائے۔ وہ اس کے دل و دماغ پر پوری طرح چھا جائے۔ آدمی کا سوچنا اور چاہنا، اس کا یقین و اعتماد، اس کی دلچسپیاں اور وفاداریاں، اس کا خوف اور اس کی محبت، سب اس کے ایمان کے تابع ہو جائیں۔ یہ ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔ ایسے لوگ اسی دنیا میں خدا کی پناہ میں آجاتے ہیں، اور جو شخص دنیا ہی میں خدا کی پناہ میں آچکا ہو اس کے متعلق کون شبہ کر سکتا ہے کہ وہ آخرت میں خدا کی پناہ سے محروم ہوگا۔

دوسرے اہل ایمان وہ ہیں جن سے نیکی کے ساتھ برائیاں بھی ہوئیں مگر انھوں نے اپنی برائیوں کا اعتراف کر لیا۔ امید ہے کہ اللہ انھیں بھی معاف کر دے گا۔ کیونکہ وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

مضبوط ایمان والا وہ ہے جس کے یہاں ایمان اور عمل دونوں ایک چیز بن جائیں۔ مگر کمزور ارادہ کے لوگ اپنے ایمان اور عمل کے درمیان اتنی یکسانی پیدا نہیں کر پاتے۔ تاہم وہ بھی اللہ کی رحمتوں میں حصہ دار ہوں گے، بشرطیکہ انھوں نے ڈھٹائی کے بجائے شرمندگی کا ثبوت دیا ہو۔ انھوں نے تاویلوں کا سہارا لینے کے بجائے کھلے طور پر اعتراف کر لیا ہو۔ وہ بحث کرنے کے بجائے چپ ہو گئے ہوں۔ ان کی کوتاہیوں کی نشان دہی کی جائے تو وہ بپھرنے کے بجائے اپنا سر جھکا لیں۔ اگر وہ اپنے رب کے سامنے عمل کا تحفہ نہ پیش کر سکے ہوں تو انھوں نے اپنے رب کے سامنے عجز کے آنسو پیش کئے ہوں۔ جو لوگ یہ آخری چیز بھی پیش نہ کر سکیں ان کو خدا بخشے گا تو کس بہانے بخشے گا۔

صبر کا سفر

خدا کا محبوب بندہ وہ ہے جو اپنی خود پسندی کو خدا پسندی میں گم کر دے۔ جو اپنی بات کے مقابلہ میں حق کی بات کو اختیار کرلے۔ جو دنیا کی عزت کے مقابلہ میں آخرت کی عزت کو اہمیت دینے لگے۔ لوگوں کی طرف سے خواہ کتنی ہی تلخیاں پیش آئیں مگر وہ اپنی طرف سے جوابی کارروائی نہ کرے۔ اسی کا نام صبر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بے حد مشکل راستہ ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ یہی وہ راستہ ہے جو کسی کو جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔ جنت صبر کرنے والوں کو ملتی ہے اور صبر کرنے والا وہ ہے جو اللہ کی خاطر اپنے آپ کو ہر محرومی پر راضی کرلے۔

امتحان کی اس دنیا میں تلخیوں اور ناخوش گواریوں کے بغیر چارہ نہیں۔ جو شخص جنت کا مسافر بننا چاہے اس کو جان لینا چاہئے کہ وہ ایک ایسے راستہ پر چلنے کا ارادہ کر رہا ہے جس میں لوگوں کی طرف سے کڑوی باتیں پیش آئیں گی۔ جس میں لمبے انتظار کی مشقت برداشت کرنی ہوگی۔ جس میں مخالفین کی طرف سے طرح طرح کی دل آزاریاں ہوں گی۔ ان مواقع پر حق کا مسافر اگر صبر کو کھودے، اگر وہ بے برداشت ہوجائے تو وہ درمیان ہی میں اپنے راستہ کو کھوٹا کرے گا، وہ جنت کی منزل تک نہ پہنچ سکے گا۔

جنت کا سفر تمام کا تمام صبر کا سفر ہے۔ جنت میں وہی شخص پہنچے گا جو صبر کی تلخیوں کو سہنے کے لئے تیار ہو، جو جذبات کی پامالی پر بھی بے ہمت ہونا نہ جانے، جو نفس کی ہر چوٹ کو اپنے سینہ کی ویرانیوں میں چھپالے۔

خدا کا درخت

درخت کیا ہے، ایک بیج کی اس صلاحیت کا ظہور کہ وہ مٹی اور پانی سے اپنا رزق لے کر اپنے آپ کو تنہ اور شاخ اور پتی اور پھول کے اس مجموعہ کی صورت دے سکے جس سے زیادہ خوش منظر مجموعہ اس دنیا میں اور کوئی نہیں۔

انسان کی مثال بھی کچھ اسی قسم کی ہے۔ وہ اس دنیا میں ایک بیج کی مانند ڈالا گیا ہے۔ اس کو اپنی کوششوں سے درخت بننا ہے۔ خدا کی اس دنیا میں اس کے لئے رزق کے بے پناہ ربانی مواقع رکھ دئے گئے ہیں۔ وہ اس دنیا سے اپنا رزق لے کر اپنے لئے ایک ابدی مستقبل کی تعمیر کر سکتا ہے جو اگلی زندگی میں جنت کے ہرے بھرے باغوں کی شکل میں اس کی طرف لوٹے اور اس کے لئے لازوال خوشی کا باعث ہو۔

اس کے برعکس جو لوگ ان مواقع سے اپنا ربانی حصہ پانے میں ناکام رہیں ان کی مثال اس بیج کی سی ہے جو کسی پتھر پر پڑ گیا ہو یا جس نے کسی ناموافق زمین پر جگہ پائی ہو۔ ایسا بیج کبھی لہلہاتے ہوئے درخت کی صورت اختیار نہیں کرتا۔ موجودہ دنیا میں جس نے اپنی تعمیر کے امکانات سے فائدہ نہیں اٹھایا وہ گویا ایک ایسا بیج ہے جس کی کوتاہیوں نے اس کو درخت نہیں بنایا۔ ایسا شخص اگلی طویل تر زندگی میں ابدی ناکامی سے دوچار ہوگا۔ وہ آخرت کی دنیا میں ایک ایسی زندگی کا وارث ہوگا جو ہر قسم کی شادابی سے مکمل طور پر محروم ہو۔

جنتی انسان گویا ایک بہترین درخت ہے جو دنیا میں اگتا ہے اور پھر آخرت میں لے جا کر خدا کے ہرے بھرے باغ میں لگا دیا جاتا ہے۔

جنت کی وراثت

زمین پر انسان کو آزادی حاصل ہے مگر یہ مستقل آزادی نہیں ہے۔ یہ صرف وقتی آزادی ہے اور خاص منصوبہ کے تحت دی گئی ہے۔ یہ دراصل امتحان کی آزادی ہے۔ کائنات کا مالک یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ان میں سے کون ہے جو آزادی پاکر بھی آزادی کا غلط استعمال نہیں کرتا۔ اس کے بعد خدا ایسے لوگوں کو اپنے انعامات سے نوازے گا اور ان لوگوں کو تباہی کے گڑھے میں ڈال دے گا جو آزادی پاکر بگڑ گئے

دنیا کا موجودہ نظام صرف اس وقت تک ہے جب تک جانچ کا یہ عمل پورا نہیں ہوجاتا۔ اس مدت کے پورا ہونے کے بعد زمین کا مالک زمین کا انتظام براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لے گا جس طرح وہ بقیہ کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہے۔ اس وقت اچھے اور برے ایک دوسرے سے الگ کردیے جائیں گے۔ اچھے لوگوں کو ابدی طور پر جنتی زندگی حاصل ہوگی اور برے لوگ ابدی طور پر جہنمی حالات میں دھکیل دیے جائیں گے۔

موجودہ دنیا وہ مقام ہے جہاں آنے والی جنتی دنیا کے شہری چنے جا رہے ہیں۔ جو لوگ آزاد ہونے کے بعد بھی اپنے آپ کو اللہ کا حکم بردار بنائیں گے۔ جو مجبور نہ ہوتے ہوئے بھی اللہ کی مرضی کو اپنے اوپر طاری کریں گے وہی اللہ کے نزدیک اس قابل ٹھہریں گے کہ وہ اللہ کی جنتی دنیا کے باسی بن سکیں۔ آج امتحان کے وقفہ میں ہر طرح کے لوگ زمین پر بسے ہوئے ہیں مگر امتحان کی مدت ختم ہونے کے بعد صرف صالح لوگ خدا کی اس ہری بھری دنیا کے وارث قرار پائیں گے اور بقیہ لوگوں کو اس سے بے دخل کر کے دور پھینک دیا جائے گا جہاں وہ ابدی طور پر حسرتوں اور مایوسیوں کا مزا چکھتے رہیں ۔

جنتیوں کا انتخاب

موجودہ امتحان کی دنیا میں انسانوں کو آزادی ملی ہوئی ہے۔ مگر انسان اپنی آزادی کا غلط استعمال کرتا ہے۔ اس نے خدا کی زمین کو ظلم و فساد سے بھر رکھا ہے۔ پھر خدا نے اتنی بڑی برائی کو کیوں گوارا کیا۔ صرف اس لئے کہ اس کے بغیر اس اعلیٰ نوع کا انتخاب نہیں کیا جا سکتا جو جنت میں بسائے جانے کے قابل ہو۔ اختیار اور آزادی کے ماحول ہی میں وہ انسان چنے جا سکتے ہیں جن کے متعلق خدا کے نگراں فرشتے یہ گواہی دیں کہ یہ وہ روحیں ہیں جنھوں نے مکمل اختیار رکھتے ہوئے اپنے کو خدا کے لئے بے اختیار کر لیا تھا۔ دنیا کی بے پناہ برائیاں دراصل ایک بے پناہ بھلائی کی قیمت ہیں۔ یہ بھلائی کہ انسانوں کے جنگل سے وہ سعید روحیں چھان کر نکالی جائیں جو پورے شعور اور مکمل ارادہ کے ساتھ اپنے کو خدا کا تابعدار بنالیں جو محض حقیقت پسندی کی بنا پر خدا کی محکومی اختیار کریں نہ کہ مجبوری کی بنا پر۔

یہ وہ انوکھی ہستیاں ہیں جن کو یہ موقع تھا کہ وہ حق کو جھٹلا دیں مگر انھوں نے حق کو نہیں جھٹلایا۔ جن کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنی انا کا جھنڈا بلند کریں مگر وہ اپنے کو پچھلی سیٹ پر بٹھا کر خدا کو صدر نشین بنانے پر راضی ہو گئے۔ جن کو یہ آزادی ملی ہوئی تھی کہ وہ اپنی قیادت کا گنبد کھڑا کریں مگر انھوں نے اپنے گنبد کو خود اپنے ہاتھوں سے ڈھا دیا اور صرف حق کو اونچا کرنے میں انھوں نے خوشی حاصل کی۔ اس قسم کی روحیں اس کے بغیر چنی نہیں جا سکتیں کہ ان کو مکمل آزادی کے ماحول میں رکھا جائے اور آزادی کا حقیقی ماحول قائم کرنے کی ہر قیمت کو برداشت کیا جائے۔

دو قسم کی روحیں

انسانوں میں دو قسم کے انسان ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو گندے جذبات میں جیتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ستھرے جذبات پر پرورش پاتے ہیں۔

ایک انسان وہ ہے جو نفرت اور عداوت میں جی رہا ہے۔ جو ذاتی نمائش اور شخصی مصلحت کی ہواؤں میں سانس لیتا ہے۔ جس کی روح کو اس سے غذا ملتی ہے کہ وہ حق کا اعتراف نہ کرے۔ جس کے قلب و دماغ کو انانیت، خود پرستی، اظہار برتری سے خوراک ملتی ہے۔ وہ کسی کو تکلیف پہنچا کر خوش ہوتا ہے۔ کسی کی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر اس پر وار کرتا ہے اور پھر کامیابی کے قہقہے لگاتا ہے۔ ایسے لوگ جہنمی غذاؤں پر جی رہے ہیں اور آخرت میں ان کا ٹھکانا صرف جہنم کی آگ ہوگا۔

دوسرا انسان وہ ہے جو ستھرے قلب کے ساتھ جی رہا ہے۔ اس کی روح دوسروں کی کامیابی سے خوش ہوتی ہے۔ وہ دوسروں پر قابو یافتہ ہو کر بھی اس کو چھوڑ دینے میں راحت محسوس کرتا ہے۔ اس کا دل دوسروں کے لئے محبت اور خیر خواہی کے جذبات سے بھرا ہوتا ہے۔ اس کی ہستی کو عجز اور تواضع میں لذت ملتی ہے۔ وہ خدا اور آخرت کی فضاؤں میں سانس لیتا ہے۔ اختلاف کے وقت اپنے کو جھکا لینے میں اس کو سکون ملتا ہے۔ جب کوئی اس کی غلطی کی نشان دہی کرتا ہے تو اپنی غلطی کو مان لینے میں اس کا دل ٹھنڈک پاتا ہے۔ کسی کا حق اس کے ذمہ ہو تو جب تک وہ اس کا حق ادا نہ کرے اس کو راتوں کو نیند نہیں آتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جنتی غذاؤں پر جی رہے ہیں۔ آخرت میں وہ جنت کے سدابہار باغوں میں بسائے جائیں گے۔

شکر کا جذبہ

آدمی ملے ہوئے پر مطمئن نہیں ہوتا اور جو کچھ نہیں ملا ہے اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر آدمی غیر مطمئن زندگی گزارتا ہے۔ ہر شخص کو خدا نے کوئی نہ کوئی نعمت دی ہے۔ مگر آدمی کا حال یہ ہے کہ جو نعمت نہیں ملی اس کی طرف متوجہ رہتا ہے اور جو نعمت ملی ہوئی ہے اس کو حقیر سمجھتا ہے۔ ایسے آدمی کے اندر اپنے خدا کے لئے شکر کا جذبہ نہیں ابھرتا۔ وہ اس قیمتی کیفیت سے محروم رہ جاتا ہے جو جنت کا مستحق بننے کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے۔

موجودہ دنیا کو خدا نے اس طرح بنایا ہے کہ یہاں مکمل راحت کسی کے لئے نہیں۔ اگر سرد علاقہ کے مسائل ہیں تو گرم علاقہ کے بھی مسائل ہیں۔ اگر کم آمدنی والے کی زحمتیں ہیں تو زیادہ آمدنی والے کی بھی زحمتیں ہیں۔ اگر بے زور کچھ مشکلوں سے دوچار رہے تو ان کی بھی مشکلیں ہیں جن کو زور و قوت حاصل ہے۔ امتحان کی اس دنیا میں آدمی کو مسائل سے فرصت نہیں۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ جن مسائل کے درمیان ہے ان کو گوارا کرتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھے۔ اس کی توجہات کا مرکز خدا کی رضا ہو نہ کہ مشکلات سے خالی زندگی حاصل کرنا، کیونکہ وہ تو آخرت سے پہلے ممکن نہیں۔

جو شخص آخرت کی جنت کا مالک بننا چاہتا ہو اس کو سب سے بڑا تحفہ جو اپنے رب کی خدمت میں پیش کرنا ہے وہ شکر ہے، اور شکر کا جذبہ اس کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا کہ آدمی مشکلات و مسائل سے اوپر اٹھ کر سوچنے کی نظر پیدا کرلے۔ جنت کی قیمت شکر ہے اور جنت اسی کو ملے گی جو اس کی قیمت ادا کرے۔

اللہ والے

اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ عام حالات میں وہ خدا پرست نظر آتے ہیں۔ مگر جب کوئی غیر معمولی حالت پیش آئے تو اچانک وہ دوسری قسم کے انسان بن جاتے ہیں۔ کبھی محبت یا نفرت کا جذبہ، کبھی عزت و وقار کا سوال ان کے اوپر اس طرح چھاجاتا ہے کہ ان کی خداپرستی اس کے نیچے دب کر رہ جاتی ہے۔ معمول کے حالات میں دینی زندگی گزارنے والا آدمی غیر معمولی حالات میں وہی سب کچھ کر گزرتا ہے جو غافل اور بے دین لوگ عام حالات میں کرتے ہیں۔

مگر حقیقی خداپرست وہ ہے جو نہ صرف عام حالات میں اللہ سے ڈرے بلکہ غیر معمولی حالات میں بھی وہ اللہ سے ڈرتا ہو۔ کسی کی محبت اس کو حد سے نکلنے پر اکسائے تو وہ حد سے نکلنے پر تیار نہ ہو۔ کسی کے خلاف نفرت اس کو بے انصافی کے راستہ پر لے جانا چاہے تو وہ اس کے لئے راضی نہ ہو۔ ذاتی عزت و وقار کا سوال اس کو حق کے اعتراف سے روکے تو وہ اس کو روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

سچا خداپرست آدمی اپنی تمام خامیوں سے آگاہ ہو کر اپنی اصلاح کرتا رہتا ہے۔ اس کا مسلسل احتساب اس کو ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں وہ اپنے آپ کو بے لاگ انداز سے دیکھ سکے۔ وہ اپنے آپ کو اس حقیقی نظر سے دیکھے جس نظر سے اس کا خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جو فیصلہ کے دن خدا کی ان جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جہاں نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ کسی قسم کا اندیشہ۔

مانگنے والا پاتا ہے

لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ جنت کا نام لیتے ہیں مگر جہنمی اعمال میں مشغول ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے خدا سے اس کی جنت مانگی ہی نہیں۔ اگر وہ خدا سے جنت مانگتے تو یہ ممکن نہ تھا کہ وہ لوگوں کو ایسے راستوں میں چلنے دے جو انھیں جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔

یہ ممکن نہیں کہ آپ خدا سے جنت مانگیں اور وہ آپ کو جہنم دیدے۔ آپ خدا سے خشیت مانگیں اور وہ آپ کو قساوت دے دے۔ آپ خدا کی یاد مانگیں اور وہ آپ کو غفلت میں بتلا کر دے۔ آپ آخرت کی تڑپ مانگیں اور وہ آپ کو دنیا کی محبت میں ڈال دے۔ آپ کیفیت سے بھری ہوئی دینداری مانگیں اور وہ آپ کو بے روح دین داری میں پڑا رہنے دے۔ آپ حق پرستی مانگیں اور وہ آپ کو شخصیت پرستی کی کوٹھری میں بند کر دے۔

اگر آپ کی زندگی میں مطلوب چیز نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے نہ مانگا تھا اور نہ آپ کو ملا۔ جو مانگے وہ کبھی محروم نہیں رہ سکتا۔ یہ مالک کائنات کی غیرت کے خلاف ہے کہ وہ کسی بندے کو اس حال میں رہنے دے کہ قیامت میں جب خدا سے اس کا سامنا ہو تو وہ اپنے رب کو حسرت کی نظر سے دیکھے۔ وہ کہے کہ خدایا میں نے تجھ سے جنت مانگی تھی اور تو نے جہنم میرے حوالے کر دی۔ بخدا یہ ناممکن ہے، یہ ناممکن ہے، یہ ناممکن ہے۔ کائنات کا مالک تو ہر صبح و شام اپنے سارے خزانوں کے ساتھ آپ کے قریب آکر آواز دیتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے مانگے تاکہ میں اسے دے دوں۔ مگر جن کو لینا ہے وہ خود منھ پھیرے ہوئے ہوں تو اس میں دینے والے کا کیا قصور۔

جنت کے شہری

جنت کا ماحول وہ ماحول ہوگا جہاں ہر طرف خدا کی حمد ہورہی ہوگی، خدا کی بڑائی کے سوا کسی اور کی بڑائی کا وہاں چرچا نہ ہوگا، اس لئے وہی لوگ جنت کی دنیا میں رہنے کے قابل ٹھہریں گے جو آج کی دنیا میں خدا کی حمد اور اس کی بڑائی سے سرشار رہے ہوں، اپنی یا کسی دوسرے کی بڑائی کے احساس سے جن کا سینہ خالی رہا ہو۔ جنت کی دنیا میں قول و عمل کا فرق نہ ہوگا۔ وہاں کوئی کسی کو دھوکا نہ دے گا۔ وہاں کوئی کسی کا استحصال کرنا نہ چاہے گا۔ وہاں کوئی کسی کو آزار نہ پہنچائے گا۔ اس لئے جنت کا باشندہ وہی شخص ہو سکتا ہے جس نے آج کی زندگی میں اپنے عمل سے دکھا دیا ہو کہ وہ شہریت کے ان اعلیٰ معیاروں پر پورا اترتا ہے۔

جنت مکمل طور پر مثبت سرگرمیوں کی دنیا ہوگی، اس لئے وہاں کی آبادیوں میں بسنے کا اجازت نامہ صرف انھیں لوگوں کو ملے گا جنھوں نے آج کی دنیا میں یہ ثبوت دیا ہو کہ وہ خالص مثبت مزاج رکھنے والے لوگ ہیں اور منفی اور تخریبی کارروائیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

جنت کی دنیا ایک ایسی دنیا ہے جہاں آدمی دوسروں کی شرارتوں سے محفوظ ہوگا، اس لئے جنت کی بستیوں میں رہنے کے قابل وہی شخص ہے جس نے دنیا میں یہ ثبوت دیا ہو کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو دوسروں کو اپنے حسد اور اپنی شرارت سے محفوظ رکھنے والا ہے۔

جنت کا ماحول گندگیوں اور بے ہودگیوں سے پاک ہوگا اس لئے جنت کی کالونیوں میں بسانے کے لئے انھیں لوگوں کا انتخاب کیا جائے گا جو ہر قسم کی بے ہودگیوں سے دور رہنے والے ثابت ہوئے ہوں۔

عبدیت کا مقام

بندہ جب تواضع کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ خدا کے قریب ترین ہوتا ہے کیونکہ خدا کے دربار میں کسی بندہ کے لئے جو سب سے قریبی نشست ہے وہ تواضع ہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تواضع اگر نمائشی نہ ہو بلکہ حقیقی ہو تو وہ آدمی کے لئے سب سے لذیذ چیز ہوتی ہے، کیونکہ خدا کی اس دنیا میں وہ اپنی اصل حیثیت کا اعتراف ہوتا ہے، وہ خدا کے سب سے قریب پہنچ جانے کے ہم معنی ہے۔

جس آدمی کو عبدیت کے مقام کی خبر نہ ہو، عبدیت اس کے لئے لذیذ چیز نہیں بن سکتی۔ جو شخص امتیاز میں جیتا ہو وہ مساوات کی لذت کو کس طرح پائے گا۔ جو اپنی انا میں گم ہو وہ خدا کی کبریائی کے اعتراف کا مزہ کیسے چکھے گا۔ جو دوسروں کو غلط ثابت کر کے خوش ہو رہا ہو اس کو اپنی غلطی جاننے اور ماننے کی خوشی کیسے حاصل ہوگی۔ جو اپنے کو ایک پیمانہ سے ناپے اور دوسروں کو دوسرے پیمانہ سے ناپے وہ کیوں کر جانے گا کہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے ایک پیمانہ رکھنا اتنی بڑی دولت ہے کہ دنیا کی تمام دولتیں اس پر قربان کی جا سکتی ہیں۔

جنتی انسان وہ ہے جس کے لئے جنتی عمل دنیا میں سب سے بڑی لذت بن جائے، عبادت میں بھی اور دوسرے معاملات میں بھی۔ حسد کے جذبات کو کچلنا، انتقام کی آگ کو بجھانا، گروہی عصبیت سے اپنے کو اوپر اٹھانا، اختلاف کے باوجود انصاف کرنا، خوشامد کے بجائے حق کی بنیاد پر انسان کی قدر کرنا، یہ سب چیزیں اس کے لئے اس طرح لذیذ بن جائیں کہ ان کو چھوڑنا اس کے لئے ممکن نہ رہے۔

درخت کا سبق

درخت کو دیکھیے ۔ اس کا تنہ کس قدر سخت اور طاقت ور ہے ۔ مگر اس کی پتی، اس کا پھول اور اس کے پھل اتنا ہی زیادہ نازک اور کمزور ہیں ۔ ایک شخص جب پتیوں کے حسن، پھولوں کی رنگ کاری اور پھلوں کی لطافت پر غور کرتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ درخت کے یہ نرم و نازک حصے اس کے مضبوط حصوں سے زیادہ قدرت کی توجہ کے مستحق رہے ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنہ اور شاخیں اس لئے تھیں کہ وہ تخلیق کے اس نرم و نازک شاہکار کو وجود میں لانے کا ذریعہ بنیں جن کو پتی اور پھول اور پھل کہا جاتا ہے ۔

یہ خدا کی طرف سے ایک خاموش اشارہ ہے جو بتاتا ہے کہ انسان سے اس کے خالق کو کیا مطلوب ہے ۔ زندگی کے درخت کو حسین پھولوں کے انجام تک پہنچانے کے لئے آدمی کو کیا کرنا چاہئے ۔ وہ یہ ہے کہ آدمی طاقت سے زیادہ معنویت کا دلدادہ ہو ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے ۔

انسان پتھروں کے آگے جھکتا ہے اور سچائی کو نظر انداز کر دیتا ہے ۔ لوگ طاقتور تنوں پر اپنے حسنِ سلوک کا ثبوت دے رہے ہیں حالانکہ ان کا خدا ان سے پھولوں اور پتیوں کی سطح پر حسنِ سلوک کا نذرانہ مانگ رہا ہے ۔ لوگ بڑوں کا استقبال کر کے اپنی شرافت اور انسانیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں ۔ حالانکہ خدا جہاں ان کی شرافت اور انسانیت کو دیکھنے کا منتظر ہے وہ اس کے وہ بندے ہیں جن کو چھوٹا سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے ۔ لوگ شہرت کے مواقع پر پیسہ دے کر فیاضی کا ٹائٹل لے رہے ہیں حالانکہ خدا کے یہاں فیاضی کا ٹائٹل اس کو ملتا ہے جو ایسے مواقع پر پیسہ دے جہاں جیب خالی کر کے بھی شہرت اور عزت حاصل نہیں ہوتی ۔

جنت کی وراثت

مومن خدا کی اس دنیا میں گویا ایک تناور درخت ہے۔ ایک شخص جب مومن بنتا ہے تو ساری کائنات اس کو رزق پہنچانے کے لئے مستعد ہو جاتی ہے۔ وہ ایک شاندار درخت کی مانند بڑھنا شروع ہوتا ہے۔ زمین کے اندر بھی وہ اپنی جڑیں پھیلاتا ہے اور آسمان تک بھی اس کی شادابیاں پہنچتی ہیں۔ خدا کی مدد ہر مرحلہ میں اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہ ہر موقع پر اپنی بہار دکھاتا ہے۔ اس کی کامیابیاں دنیا کی زندگی سے لے کر آخرت کی زندگی تک چلی جاتی ہیں۔

اس کے برعکس غیر مومن خدا کی اس زمین پر جھاڑ جھنکاڑ کی طرح ہے، وہ غیر مطلوب پودے کے طور پر بس اوپر اوپر اگ آتا ہے۔ خدا کی مدد اس کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اس لئے نہ دنیا میں اس کو جماؤ حاصل ہوتا اور نہ آخرت میں وہ کوئی پھل دیتا۔ وہ یہاں بھی محروم رہتا ہے اور وہاں بھی۔

غیر مومن کو موجودہ دنیا میں جو مواقع ملتے ہیں وہ خدا کے قانون مہلت کی بنا پر ہیں۔ امتحان کی مصلحت کے تحت اس کو وقتی طور پر زمین کی سطح پر اگنے اور بڑھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ مگر امتحان کی مدت ختم ہوتے ہی اس کو زمین سے اکھاڑ دیا جائے گا۔ اس کے بعد اس کو آگ کی دنیا میں پھینک دیا جائے گا جہاں وہ ابدی طور پر جہنم میں جلتا رہے۔ اور خدا کی سرسبز و شاداب دنیا اپنی جنتی فضاؤں کے ساتھ صرف ان لوگوں کی وراثت میں دے دی جائے گی جو موت سے پہلے کی زندگی میں سچے ربانی انسان ثابت ہوئے ہوں۔

آخرت میں جینے والے

جنت اس کے لئے ہے جو جنت کا طالب ہو اور جنت کا طالب وہ ہے جس کے لئے جنت کے مقابلہ میں ہر دوسری چیز بے قیمت ہو جائے۔ جو شخص حقیقی معنوں میں جنت کا طالب ہو اس کی نگاہ میں دنیا کی تمام چیزیں حقیر بن جاتی ہیں۔ اخروی چیزوں کی اہمیت کا احساس دنیوی چیزوں کو اس کی نظر میں غیر اہم بنا دیتا ہے۔

جب آدمی کا ذہن آخرت کی باتیں سوچنے میں اتنا گم ہو کہ وہ دنیا کی باتیں بھولنے لگے۔ جب آخرت کا غم اس کے اوپر اس طرح چھا جائے کہ دنیا کے غم اس کو یاد نہ آئیں۔ جب آنے والے مستقل آرام و تکلیف مسئلہ اس کو اتنا فکر مند بنا دے کہ عارضی آرام و تکلیف کے مسئلے اس کے لئے بے حقیقت ہو جائیں۔ جب کل کی زندگی اس کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لے کہ آج کی زندگی کے بارے میں وہ لوگوں کو غافل نظر آنے لگے۔ جب بلند تر حقیقتوں کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے وہ دنیا میں اس طرح رہنے لگے گویا وہ دنیا میں نہیں ہے۔ جب وہ دنیا کا کوئی آرام دیکھے تو یہ سوچ کر رو پڑے کہ معلوم نہیں آخرت میں کیا ہونے والا ہے۔ اور جب کوئی تکلیف اس کو ستائے تو اس کی زبان سے نکلے کہ خدایا، دنیا کی معمولی تکلیف تو برداشت نہیں ہوتی پھر آخرت کی تکلیف کس طرح برداشت ہوگی۔ جب دنیا کی لذتیں اس کو تسکین نہ دے سکیں اور دنیا کی مصیبتیں اس کی نگاہ میں حقیر بن جائیں۔

جن لوگوں کا یہ حال ہو جائے وہی وہ لوگ ہیں جو آخرت کے ماننے والے بنے۔ انھیں خوش نصیب روحوں کے لئے آخرت میں جنت کے دروازے کھولے جائیں گے۔

جنّتی عمل

جنتی عمل وہ ہے جو آدمی کے اندر جنت کے پھول کھلا رہا ہو، جس کو کرنے کے دوران آدمی کو خود بھی کچھ ملے۔ اگر آدمی بظاہر سرگرمیاں دکھا رہا ہو اور اس کا اپنا وجود کچھ پانے سے محروم ہو تو اس کی سرگرمیوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ عمل وہی عمل ہے جس کے دوران آدمی کے ذہن میں شعور کی چنگاری پڑے۔ اس کے دل میں سوز و تڑپ کا کوئی لاوا ابلے۔ اس کی روح کے اندر کوئی کیفیاتی ہلچل پیدا ہو۔ اس کے اندرون میں کوئی ایسا حادثہ گزرے جو برتر حقیقتوں کی کوئی کھڑکی اس کے لئے کھول دے۔

آخرت کے پیمانہ میں اہمیت کی چیز یہ نہیں ہے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ اہمیت کی چیز یہ ہے کہ آپ کیا ہو رہے ہیں۔ اگر آپ کی مصروفیات بہت بڑھی ہوئی ہوں۔ اگر بتانے کے لئے آپ کے پاس بہت سے کارنامے ہوں مگر آپ کی اندرونی ہستی خالی ہو تو آپ کی مصروفیات محض بے فائدہ سرگرمیاں ہیں، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہوائیں ہوں مگر ان سے آکسیجن نہ ملے۔ پانی ہو مگر اس سے سیرابی حاصل نہ ہو۔ غذا ہو مگر اس سے آدمی کو قوت نہ ملے۔ سورج ہو مگر وہ روشنی نہ دے رہا ہو تو ایسا ہونا ہونا نہیں ہے بلکہ نہ ہونے کی بدترین شکل ہے۔

غیر جنتی انسان وہ ہے کہ جب وہ بولے تو اس کے الفاظ اس کے دل کی دھڑکن نہ بنیں۔ وہ عمل کرے مگر اس کا عمل اس کے دل کو نہ چھوئے۔ اس کے برعکس جنتی انسان وہ ہے جس کا عمل اس کے لئے روحانی تجربہ بن رہا ہو۔ اس کی ہستی کو کیفیت کی غذائیں مل رہی ہوں۔ اس کی ظاہری کارروائیاں اس کے اندرونی وجود میں ہلچل پیدا کرنے کا سبب بن جائیں۔

جنت کس کا حصہ ہے

جنت کسی کو سستے داموں نہیں مل سکتی ۔ یہ تو اسی خوش نصیب روح کا حصہ ہے جو حقیقی معنوں میں خدا کا مومن بندہ ہونے کا ثبوت دے ۔مومن ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنی دنیا دارانہ زندگی کے ساتھ کچھ عملیات کا جوڑ لگالے۔مومن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام ہی آدمی کی پوری زندگی بن جائے۔آدمی کا پورا وجود خدا کے دین میں نہا اٹھے۔

مومن وہ ہے جس کے سینہ میں اسلام ایک نفسیاتی طوفان بن کر داخل ہو۔ جو خدا کو اپنے اتنا قریب پائے کہ اس سے اس کی سرگوشیاں جاری ہوجائیں۔ جس کی تنہائیاں خدا کے فرشتوں سے آباد رہتی ہوں ۔جس کے دینی احساس نے اس کی زبان میں خدا کی لگام دے رکھی ہو۔جس کے ہاتھوں اور پیروں میں خدا کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہوں ۔جس کے اسلام نے اس کو حشر کی آمد سے پہلے حشر کے میدان میں کھڑا کر دیا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ کافر پر مرنے کے بعد گزرنے والا ہے، وہ مومن پر جیتے جی اسی دنیا میں گزر جاتا ہے۔ دوسرے لوگ جن باتوں کو اس وقت پائیں گے جب کہ خدا غیب کا پردہ پھاڑ کر سامنے آجائے گا، مومن ان باتوں کو اس وقت پالیتا ہے جب کہ خدا ابھی غیب کے پردہ میں چھپا ہوا ہے۔مومن پر قیامت سے پہلے قیامت گزر جاتی ہے جب کہ دوسروں پر قیامت اس وقت گزرے گی جب کہ وہ عملاً ان کے اوپر آچکی ہوگی۔

جنتی کون

جنتی وہ ہے جس پر جنت سے پہلے جنت کا تجربہ گزر جائے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے دنیا میں ان کیفیات کو پالیا ہو جو آخرت میں اس کو جنت کا مستحق بنانے والی ہیں۔ جس کے رونگٹے کھڑے ہوکر اس کو خدائی محاسبہ کا احساس دلا چکے ہوں۔ جس کے قلب پر ٹکڑے کر دینے والی تجلیات کے نزول نے اس کو قربت خداوندی سے آشنا کیا ہو۔ جس نے بغض و انتقام کے جذبات کو اپنے اندر کچل کر عفوِ خداوندی کا مشاہدہ کیا ہو۔ جس نے اپنے ندامت کے آنسوؤں میں وہ منظر دیکھا ہو جب کہ ایک مہربان آقا اپنے خادم کے اعتراف قصور پر اس سے درگزر فرماتا ہے۔ جس پر یہ لمحہ گزرا ہو کہ ایک شخص پر قابو پانے کے باوجود وہ اس کو اس لئے چھوڑ دے کہ اس کا خدا بھی اس دن اُسے چھوڑ دے جب کہ وہ بالکل عاجز ہوکر اس کے سامنے کھڑا ہوا ہوگا۔ جو اختیار کے باوجود اپنی زبان کو صرف خدا کی خاطر روک لے۔ جو حق کے آگے اس طرح گر پڑے جیسے لوگ آخرت میں خدا کو دیکھ کر ڈھ پڑیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ مومن جنت کا ایک پھول ہے۔ وہ موجودہ دنیا میں آنے والی دنیا کا ایک ابتدائی شگوفہ ہے۔ مومن پر وہ سارے تجربات اسی دنیا میں گزر جاتے ہیں جو دوسروں پر موت کے بعد گزرنے والے ہیں۔ آدمی کی زندگی میں مختلف قسم کے جو حالات پیش آتے ہیں انھیں میں ہر آدمی کی جنت اور جہنم چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ ان حالات میں کوئی شخص شیطان کا انداز اختیار کرکے جہنم کا مستحق ہوجاتا ہے اور کوئی شخص فرشتوں کا انداز اختیار کرکے جنت کا۔

قیمت نہ دینا

جنت کی قیمت آدمی کا اپنا وجود ہے۔ جو شخص اپنے وجود کو اللہ کے لئے قربان کرے گا وہی جنت کو پائے گا۔ وجود کی قربانی دئے بغیر جنت کا حصول ممکن نہیں۔

ہر آدمی کی زندگی میں وہ لمحہ آتا ہے جب کہ خدا کا دین اس سے کسی قسم کی قربانی مانگتا ہے ــــــ نفس کی قربانی، شخصیت کی قربانی، مال کی قربانی، زندگی کی قربانی۔ ایسے مواقع پر جو شخص مطلوبہ قربانی پیش کردے وہ خدا کے انعام کا مستحق ہوگیا۔ جو شخص ہچکچا کر رک جائے وہ خدا کی نعمتوں سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگیا۔

جنت اتنی زیادہ قیمتی ہے کہ ہماری کوئی بھی چیز اس کا بدل نہیں بن سکتی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے ایک بہت معمولی چیز کو اس کی قیمت بنا دیا ہے۔ یہ ہماری قربانی ہے۔ آدمی اور جنت کے درمیان بس اتنا ہی فاصلہ ہے کہ وہ خدا کی راہ میں اپنی بے قیمت جان کو پیش کردے۔ وہ اس مقصد کے لئے اپنے حقیر مال کو لٹا دے۔ وہ خدا کے کام میں اپنی مختصر عمر کو صرف کردے ــــــ سچائی کو مان لینا قربانی ہے۔ اپنے اثاثہ کو اللہ کے لئے دینا قربانی ہے۔ اپنے وقت اور قوت کو خدا کی راہ میں لگانا قربانی ہے۔ اپنے خلاف مزاج بات کو خدا کی خاطر سہہ لینا قربانی ہے۔

کتنی بڑی چیز کی یہ کتنی چھوٹی قیمت ہے۔ مگر آدمی یہ معمولی قیمت دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ آدمی اپنی مختصر زندگی گزار کر اس حال میں دنیا سے چلا جاتا ہے کہ اس نے جنت کی قیمت ادا کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا تھا۔

جنتی اعمال

آخرت میں جنت کی لذتیں اس شخص کو ملیں گی جس کے لئے جنت والے اعمال اسی دنیا میں لذیذ بن گئے ہوں۔ جب آدمی کا حال یہ ہو جائے کہ وہ دنیا کے دکھائی دینے والے سہاروں سے زیادہ خدا کے نہ دکھائی دینے والے سہارے پر بھروسہ کرنے لگے۔ دنیوی چیزوں کی محبت سے زیادہ خدا کی محبت اس کو عزیز ہو اور دنیوی چیزوں کے خوف سے زیادہ خدا کا خوف اس کے لئے اہمیت رکھتا ہو۔ رسول کے بتائے ہوئے طریقہ کو قبول کرنا اس کو ہر حال میں پسند ہو، خواہ وہ اس کے ذوق کے خلاف کیوں نہ ہو۔ وہ دنیا کی مصلحتوں کے بجائے آخرت کی مصلحتوں کو اہمیت دے۔ حق کو نظر انداز کرنے کے مقابلہ میں حق کو مان لینا اس کی نظر میں زیادہ محبوب بن جائے۔ بے فکری کے ساتھ قہقہہ لگانے سے بڑھ کر تسکین اس کے دل کو اس وقت ملتی ہو جب کہ وہ اللہ کے لئے آنسو بہا رہا ہو۔ وقار کا سوال اگر سچی بات کو قبول کرنے میں رکاوٹ بنے تو وہ اپنے وقار کو مجروح کر کے سچائی کا طریقہ اختیار کرنے پر تیار ہو جائے۔

جب اس کو کسی سے شکایت ہو جائے تو اس سے انتقام لینے کے بجائے اس کو معاف کر دینے میں اس کا دل ٹھنڈک پاتا ہو۔ حقوق کو غصب کرنے سے زیادہ اس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ جب اس کے سینہ میں حسد اور بغض کے جذبات بھڑک اٹھیں تو ان کو ظاہر کرنے کے بجائے ان کو کچل ڈالنا اس کو زیادہ محبوب ہو۔ کسی کے خلاف بری رائے قائم کرنے سے زیادہ اس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اس کے بارے میں اچھی رائے قائم کرے۔

جنت کا مسافر

خدا کا مطالبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام اثاثہ کو خدا کے حوالے کر دے۔ اس کے معاوضہ میں خدا نے آخرت میں اپنی جنت کا وعدہ کیا ہے۔

آدمی اکثر اپنے آپ کو بچا کر رکھتا ہے اور اس کے جواب میں دشواریوں کی ایک فہرست پیش کر دیتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہی دشواریاں وہ قیمتی مواقع ہیں جن کو عذر نہ بنا کر وہ اپنے رب کو خوش کر سکتا ہے۔ آدمی جن مسائل کی بنا پر اسلام کی طرف بڑھنے سے رکتا ہے وہی دراصل اس کے لئے ترقی کے زینے ہوتے ہیں۔ وہ اس لئے نہیں ہیں کہ آدمی ان کو دیکھ کر رک جائے، وہ اس لئے ہیں تاکہ آدمی انھیں پھاند کر آگے بڑھ جائے۔ وہ ان کو خدا تک پہنچنے کا زینہ بنائے۔

خدا کے نزدیک اس کا سب سے محبوب بندہ وہ ہے جو اپنی تمناؤں کو اس کے لئے دفن کر دے۔ جو اپنے آرام کو اس کی خاطر چھوڑ دے۔ جو اپنی مشکلات کو نظر انداز کر کے اس کی طرف بڑھ جائے۔ دنیا میں کسی کی کامیابی یہ نہیں ہے کہ وہ یہاں کچھ حاصل کر لے۔ کامیاب دراصل وہ ہے جو خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دے۔

سب سے زیادہ صحت مند وہ ہے جس کی صحت خدا کی راہ میں برباد ہو گئی ہو۔ سب سے زیادہ صاحب مال وہ ہے جو خدا کی خاطر بے مال ہو جائے۔ سب سے زیادہ بلند مرتبہ وہ ہے جو خدا کے لئے بے مرتبہ ہو گیا ہو۔ سب سے زیادہ خوش نصیب وہ شخص ہے جو بالکل لٹا ہوا اپنے رب کے پاس پہنچے، کیونکہ اس کا رب اپنی رحمتوں کو اس کے اوپر انڈیل دے گا۔

جنتی اخلاقیات

خدا کو اپنی جنتی دنیا میں بسانے کے لئے کیسے انسان مطلوب ہیں، اس کا نمونہ اس نے موجودہ کائنات میں قائم کر دیا ہے۔ جو آدمی خدا کی ابدی نعمتوں میں حصہ دار بننا چاہتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ خدا کی پسند کو اپنی پسند بنائے، وہ خدا کی تابعداری میں بقیہ کائنات کا ہم سفر بن جائے۔

کائنات میں جو واقعہ لوہے کی صورت میں پایا جاتا ہے وہ انسانی سطح پر بے لچک کردار کی صورت میں مطلوب ہے۔ جو چیز پتھریلی زمین سے پانی کی صورت میں بہہ نکلتی ہے وہ انسان سے نرم مزاجی کی صورت میں مطلوب ہے۔ فطرت میں جو چیز اٹل قوانین کی صورت میں پائی جاتی ہے وہ انسان سے عہد کی پابندی کی صورت میں مطلوب ہے۔ مادی دنیا میں جو چیز مہک اور لذت اور رنگ کی صورت میں پائی جاتی ہے وہ انسان سے خوش معاملگی کی صورت میں مطلوب ہے۔ خلا میں کھربوں ستارے مسلسل حرکت کرتے ہیں مگر ان میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ یہی واقعہ انسان کی زندگی میں اس طرح مطلوب ہے کہ ہر آدمی اپنے اپنے دائرہ میں اس طرح سرگرم ہو کہ ایک اور دوسرے کے درمیان ٹکراؤ کی نوبت نہ آئے۔ درخت کاربن لیتا ہے اور آکسیجن ہماری طرف لوٹاتا ہے، یہی چیز انسانی سطح پر اس اخلاقی اصول کی صورت میں مطلوب ہے کہ جو تمھارے ساتھ برا سلوک کرے اس کے ساتھ تم اچھا سلوک کرو۔ پہاڑ اور تمام کھڑی ہوئی چیزیں اپنا سایہ زمین پر ڈال دیتی ہیں، یہی چیز انسانی زندگی میں اس طرح مطلوب ہے کہ ہر آدمی تواضع اختیار کرے۔ کوئی کسی کے اوپر فخر نہ کرے، کوئی دوسرے کے مقابلہ میں اپنے کو بڑا نہ سمجھے۔

جنت والے

جو لوگ خدا کی کتاب کی بنیاد پر کھڑے ہوں ان پر خدا کے خصوصی انعامات ہوتے ہیں اور آخرت میں ان کے لئے جنت کی بشارتیں دی جاتی ہیں۔ مگر یہ انعامات کسی نسل یا قوم سے تعلق کی بنیاد پر نہیں ہوتے بلکہ صرف کردار کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ بعد کے دور میں اس گروہ کے افراد اس فرق کو بھول جاتے ہیں۔ اب لوگ یہ یقین کر لیتے ہیں کہ وہ خواہ عمل کریں یا نہ کریں خدا کے وعدے ان کے حق میں ضرور پورے ہوں گے۔ وہ ضرور خدا کی ابدی جنتوں میں داخل ہوں گے۔

آسمانی کتاب کی حامل قوم میں جب دین کی اصل روح زندہ ہو تو اس کے اندر حقیقت پسندی کا مزاج پیدا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ خدا کے عادلانہ قانون میں اندھیر نہیں ہے۔ وہاں کسی کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے کیا ہے نہ اس سے زیادہ اور نہ اس سے کم۔

اس کے برعکس جب دین کی اصل روح مٹ جاتی ہے تو خوش خیالیاں جنم لیتی ہیں۔ لوگ حقیقی عمل کے بجائے فرضی امیدوں میں جینے لگتے ہیں۔ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ محض ایک خاص گروہ سے وابستہ ہونے کی بنا پر وہ جنتوں میں داخل کر دئے جائیں گے خواہ وہ عمل کریں یا نہ کریں۔

آخرت کی سرفرازیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جنھوں نے دنیا میں عدل خداوندی کی سطح پر زندگی گزاری ہو۔ جنھوں نے خدائی حقیقتوں سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کیا ہو۔ جو دوزخ کے سامنے آنے سے پہلے دوزخ سے بھاگے ہوں اور جنت کو دیکھنے سے پہلے جنت کی طرف دوڑ پڑے ہوں۔

جب آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی

خدا جب اپنے بندے کے کسی عمل کو قبول کرتا ہے تو اس وقت حیرت انگیز طور پر کچھ ملکوتی قسم کی کیفیات آدمی کے اوپر گزرتی ہیں۔ یہ اس جنت کا تعارف ہے جس کا وعدہ سچے بندوں سے کیا گیا ہے۔ یہ باغ بہشت کی خوشبو ہے جس کو اہل ایمان دنیا کے اندر پاتے ہیں۔ یہ کیفیات اگرچہ تڑپ کی صورت میں ہوتی ہیں مگر وہ تمام لذتوں سے زیادہ لذیذ ہیں۔

جب آدمی کو ایسا صدقہ کرنے کی توفیق ملتی ہے جبکہ وہ انسان کو دے کر خدا سے پا رہا ہو۔ جب اس کو ایسی تلاوت نصیب ہوتی ہے جب کہ خدا کے کلام کا تاثر اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت میں بہہ پڑے۔ جب اس پر ایسے دردانگیز لمحات گزرتے ہیں جس میں وہ قربت خداوندی کا تجربہ کرتا ہے۔ جب وہ بے قرار دل اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اپنے رب کو ایسے الفاظ میں پکارنے لگتا ہے جو خود اس کے رب کی طرف سے اس کے قلب پر اتارے گئے ہوں تو یہ سب اللہ کا رزق ہوتا ہے جو اس کو روحانی ذریعوں سے پہنچتا ہے۔ وہ ان جنتی پھلوں میں سے ایک پھل کا مزہ چکھتا ہے جو خدا نے اپنے نیک بندوں کے لئے چھپا رکھے ہیں۔ آج یہ پھل ایمانی کیفیات کی صورت میں ملتے ہیں اور کل وہ جنت کے ابدی انعامات کی صورت میں اس کے حوالے کئے جائیں گے۔

دنیا میں اگر آپ خدا سے قریب نہیں ہوئے تو آخرت میں آپ کو خدا کی قربت کس طرح مل سکتی ہے۔ جس کی عبادت دنیا میں اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں بنی اس کو آخرت کی وہ نعمتیں کس طرح ملیں گی جن کو پا کر ہمیشہ کے لئے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

جنت کا پھول

مومن جنت کا پھول ہے۔ اس کی خوشبو دنیا کی زندگی میں ربّانی اخلاقیات کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور آخرت میں وہ مادی نعمتوں کی صورت میں ڈھل جائے گی۔ جس کا دوسرا نام جنت ہے۔

مومن وہ ہے جس کا لگاؤ آخرت کے معاملہ میں اتنا بڑھے کہ دنیا کی چیزوں کے بارہ میں وہ بے نفس ہو جائے۔ دوسروں کی طرف سے جب اس کے دل پر چوٹ لگے تو وہ اس کو برداشت کرلے۔ اس کو اپنی کمیوں کا اتنا زیادہ احساس ہو کہ دوسروں کی طرف سے کی جانے والی تنقید کو وہ برا نہ مانے۔ دوسرے اس کو بے عزت کریں تو خدا کی خاطر وہ اس کو نظرانداز کردے۔ اس کا دل خدا کے سمندر میں نہا کر اتنا صاف ہو جائے کہ وہ دوسروں کی زیادتیوں پر ان کو معاف کرسکے اور ان کی تلخ باتوں کو بھلا دیا کرے۔ حتیٰ کہ اس کے دل کا یہ حال ہو جائے کہ تکلیف پہنچانے والوں کے لئے اس کی زبان سے دعائیں نکلنے لگیں۔

یہی وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو آخرت میں جنت کی دنیا کے شہری بنائے جائیں گے۔ جنت کی دنیا پھولوں جیسی لطیف دنیا ہے، صرف لطیف روحیں ایسی دنیا میں جگہ پاسکتی ہیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو منفی جذبات اور ردعمل کی نفسیات سے اوپر نہ اٹھاسکیں وہ گویا کانٹوں کی سطح پر جی رہے ہیں۔ ایسے لوگ پھولوں کے پڑوسی کس طرح بن سکتے ہیں۔

لوگ جنت سے کتنا دور ہیں پھر بھی وہ اپنے کو جنت سے کتنا قریب سمجھتے ہیں۔

ربّانی اوصاف

جنت ایک مثالی دنیا ہے جو مخصوص خدائی اہتمام کے تحت بنائی جائے گی ۔ موجودہ دنیا دکھ اور محنت کی دنیا ہے اور موت کے بعد آنے والی دنیا خوشیوں اور لذتوں کی دنیا۔ موجودہ دنیا میں وہ انسان چنے جا رہے ہیں جو آنے والی ابدی دنیا میں بسائے جانے کے قابل ہوں۔

اگلی دنیا میں عزت و مسرت کے لازوال مکانات میں بسانے کے لئے وہ لوگ مطلوب ہیں جو اخلاق خداوندی کو اپنا اخلاق بنائیں۔ اخلاق خداوندی کیا ہے ، اس کے نمونے آج کی دنیا میں انسان کے چاروں طرف پھیلا دئے گئے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دل و دماغ میں پہاڑوں کی بلندیاں اور سمندروں کی وسعتیں لئے ہوئے ہوں ۔ جو ہواؤں کی مانند لوگوں سے ٹکرائے بغیر ان کے بیچ سے گزر جانے والے ہوں۔ جو ستاروں اور سیاروں کی طرح خاموش سفر کرنا جانتے ہوں جو سورج کی طرح اپنوں اور غیروں کے اوپر یکساں چمکنے والے ہوں۔ جو پھول کی طرح شہرت اور عزت سے بے نیاز ہو کر کھلنا جانتے ہوں ۔ جو دریا کی مانند حسد اور نفرت سے خالی ہو کر زمین کے سینہ پر بہہ رہے ہوں۔ جو درخت کی طرح ساری کائنات کو اپنے لئے ربانی غذا کا دسترخوان بنا چکے ہوں۔ جو زمین پر پڑے ہوئے سایہ کی طرح کبر و غرور سے خالی ہو کر اپنے آپ کو اللہ کے آگے ڈال دینے والے ہوں۔

جو لوگ آج کی دنیا میں ان ربانی خصوصیات کے حامل بنیں وہی وہ لوگ ہیں جو آنے والی جنتی دنیا کے مالک ہوں گے ۔

خدا کے لئے جھکنے والے

خدا کو اپنی جنت میں بسانے کے لیۓ وہ حقیقت پسند انسان مطلوب ہے جو خدا کو نہ دیکھتے ہوۓ بھی دنیا میں اس طرح رہے جیسے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ خدا کی بڑائی اور اس کے کمالات، اس کے ذہن پر اس طرح چھا جائیں کہ وہ اس کو ہر وقت یاد آنے لگے۔ اس کا دل ہر وقت خدا کی باتوں سے سرشار رہے اور اس کی پوری زندگی خدا کے گرد گھومنے لگے۔

جنت کی حسین دنیا میں رہنے کا اہل صرف وہ ہے جو خدا کو اس طرح اپنا معبود بنالے کہ وہی اس کی زندگی بن جائے۔ جو اپنے شعور کو اس حد تک ترقی دے کہ اپنے آپ کو اپنے سے الگ ہو کر دیکھنے لگے۔ جو خود مختار ہو کر بھی پابند زندگی گزارے۔ جو آزاد ہو کر بھی اپنی آزادی کو مقرر دائرہ میں استعمال کرے۔

یہ بلند نظری اور حقیقت پسندی کا وہ مقام ہے جہاں آدمی نفسیاتی پردوں سے باہر آکر سوچتا ہے۔ جہاں وہ اپنے آپ کو ذاتی نگاہ سے نہیں بلکہ حقیقتِ واقعہ کی نگاہ سے دیکھنے لگتا ہے۔ جہاں وہ مجبور نہ ہوتے ہوۓ بھی ہمہ تن اپنے آپ کو اپنے آقا کے آگے جھکا دیتا ہے۔ جہاں مخالف ترغیبات کے باوجود وہ اپنے آپ کو اللہ کی حدود پر قائم رکھتا ہے۔ جہاں ڈھٹائی کے مواقع ہوتے ہوۓ بھی وہ سرتاپا اپنے کو حق کے آگے ڈال دیتا ہے۔ مالک کائنات کے ظہور کے بعد لوگوں کا جو حال ہوگا وہ حال اس کا اسی وقت ہو جاتا ہے جب کہ مالک کائنات ابھی غیب کے پردہ میں چھپا ہوا ہے۔

جنتی کردار

جنت کی لطیف دنیا میں بسنے کے قابل وہ لوگ ہیں جن کا یہ حال ہو کہ ان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ مایوس نہ ہوں بلکہ صبر کا طریقہ اختیار کریں۔ کسی سے ان کو تکلیف پہنچے تو اس کے حق میں دعائیں دیں۔ کسی سے معاملہ پڑے تو انصاف کے مطابق اس کے حقوق ادا کریں۔ کوئی تنقید کرے تو اس کو برا مانے بغیر ٹھنڈے دل سے سن لیں۔ کسی سے شکایت ہو تب بھی اس کے بارے میں انصاف کا رویہ نہ چھوڑیں۔ جب بھی کسی سے معاملہ پڑے تو دوسرے شخص کو ان سے بہتر سلوک کا تجربہ ہو۔

مومن وہ ہے جو دنیا کی زندگی میں خدا کا ایسا پھول بن جائے جو اپنی کثافت کو بھی مہک کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔ ایسی پاک زندگی گزارنے کی توفیق ان لوگوں کو ملتی ہے جو اللہ کو اس طرح یاد کرنے لگیں جس طرح کوئی آدمی سانس لیتا ہے۔ وہ اللہ کو اس طرح پالیں کہ وہ ان کی روح کے اندر تیر جائے، وہ ان کی دل کی دھڑکنوں میں شامل ہو جائے، وہ اللہ کے خوف و محبت میں نہا اٹھیں۔

جہاں لوگوں میں سرکشی بھڑکتی ہے، مومن تواضع سے جھک جاتا ہے۔ جب نفرت امنڈتی ہے وہ محبت کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ جب بدخواہی کا موقع ہو تو وہ خیر خواہی کا ثبوت دیتا ہے۔ جہاں حقوق دبائے جاتے ہیں وہ انصاف کے ساتھ حقوق لوٹاتا ہے۔ جب اعتراف کرنے میں وقار گرتا ہے تو وہ سچائی کا اعتراف کر لیتا ہے۔ جب جوابی کارروائی کا ذہن ابھرتا ہے تو اس وقت بھی وہ وہی کرتا ہے جو انصاف کے مطابق ہو۔

موت کے کنارے

ہر آدمی چل رہا ہے۔ ہر آدمی کا چلنا موت پر ختم ہوتا ہے۔ موت کسی کے لئے جنت کا دروازہ ہے اور کسی کے لئے جہنم کا دروازہ۔ وہ آدمی بڑا خوش قسمت ہے جس کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اپنے کو جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا پائے۔ کیونکہ اس کے بعد وہ ایسی دنیا میں ہوگا جہاں ابدی خوشیاں ہیں۔ اس کے بعد اس کے لئے نہ کوئی رنج ہے اور نہ کوئی ڈر۔ اس کے برعکس جس آدمی کی موت اس کو جہنم کے دروازہ پر پہنچائے اس کی بدبختی کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ کیونکہ اس کے بعد وہ اپنے آپ کو ایک ایسی دنیا میں گھرا ہوا پائے گا جہاں کھرب ہا کھرب سال سے بھی زیادہ مدت تک اس کو اس طرح رہنا ہوگا کہ وہاں اس کے لئے آگ اور دھوئیں کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

کل کی جنت میں اس آدمی کو داخلہ ملے گا جو آج خدا کی بڑائی کو مان کر اس کے آگے جھک جائے۔ جو آج حق پسند اور خیرخواہ بن کر دوسرے انسانوں کے درمیان رہے۔

جہنم ان بدنصیب انسانوں کا قیدخانہ ہے جو دنیا میں خدا کی بڑائی کو نہ مانیں۔ جو اپنے معاملات میں بے انصافی کو چھوڑنا گوارا نہ کریں۔ جن سے خدا کے بندوں کو ظلم اور گھمنڈ کا تجربہ ہو نہ کہ تواضع اور انصاف کا۔

جنت اس شخص کے لئے ہے جو آج کی دنیا میں جنتی انسانوں کی طرح رہے۔ اور جہنم اس کے لئے ہے جو آج کی دنیا میں جنتی انسان بن کر رہنے پر راضی نہ ہو۔

داعی خدا کا نمائندہ

خدا کا داعی خدا کے سمندر میں نہاتا ہے۔ وہ خدا سے الفاظ پا کر بولتا ہے۔ اس طرح اس کے لئے ممکن ہوتا ہے کہ وہ خدا کی دنیا میں خدا کے گیت گائے۔ وہ فطرت کے ساز پر خدا کے ابدی نغمے چھیڑے۔ مگر انسان اتنا غافل ہے کہ پھر بھی وہ اس سے کوئی اثر نہیں لیتا۔ پھر بھی وہ اپنے بند سینہ کو نہیں کھولتا۔

خدا کی طرف سے ایک پکارنے والے کا وجود میں آنا کسی مشین پر بجنے والے ریکارڈ کا وجود میں آنا نہیں ہے۔ یہ روح انسانی میں ایک ایسے انقلاب کا برپا ہونا ہے جس کی شدت جوالا مکھی پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہے۔ داعی کا بولنا اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر لانا ہوتا ہے۔ اس کا لکھنا اپنے خون کو سیاہی بنانے کے بعد وجود میں آتا ہے۔ اس کے نغمے محض نغمے نہیں ہوتے بلکہ روح انسانی میں ایک لطیف ترین خدائی بھونچال کی آواز ہوتے ہیں۔

مگر اس دنیا کا یہ سب سے زیادہ عجیب واقعہ ہے کہ ایسے ربانی کلمات بھی انسان کو نہیں پگھلاتے۔ داعی اپنے پورے وجود کے ساتھ نذیر عریاں بن جاتا ہے اس کے باوجود آدمی اندھا بہرا بنا رہتا ہے۔ انسان کے سامنے جنت کی کھڑکیاں کھولی جاتی ہیں مگر وہ وجد میں نہیں آتا۔ اس کو بھڑکتے ہوئے جہنم کا نقشہ دکھایا جاتا ہے پھر بھی اس پر گریہ طاری نہیں ہوتا۔ اس کے سامنے خدا خود آکر کھڑا ہو جاتا ہے اس کے باوجود وہ سجدہ میں نہیں گرتا۔

انسان سے زیادہ نازک مخلوق خدا نے کوئی نہیں بنائی مگر انسان سے زیادہ بے حسی کا ثبوت بھی اس دنیا میں کوئی نہیں دیتا۔

نارِ جہنم

اور جو شخص مجرم بن کر اپنے رب کے پاس آیا تو اس کے لیے جہنم ہے، اس میں
وہ نہ جئے گا اور نہ مرے گا۔

قرآن ۲۰: ۷۴

زندگی کی حقیقت

اس کائنات کا ایک خدا ہے۔ اسی نے تمام چیزوں کو بنایا ہے۔ وہ موت کے بعد تمام انسانوں کو جمع کر کے ان سے حساب لے گا اور پھر ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق یا تو ابدی جنت میں داخل کرے گا یا ابدی جہنم میں۔ یہ انجام ہر ایک کے سامنے آنے والا ہے خواہ وہ کمزور ہو یا طاقتور۔

یہ سنگین حقیقت کسی کے دل میں اتر جائے تو اس کی زندگی کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔ وہ ان تمام چیزوں کے بارے میں بے حد حساس ہو جاتا ہے جو آدمی کو جہنم کی آگ میں پہنچانے والی ہیں۔ اور ان تمام چیزوں کا بے حد مشتاق ہو جاتا ہے جو آدمی کو جنت کے باغوں کا مستحق بنانے والی ہیں۔ وہ ہر چیز سے زیادہ اللہ سے ڈرنے لگتا ہے اور ہر چیز سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے لگتا ہے۔

خدا اور آخرت کے بارے میں اس کی بڑھی ہوئی حساسیت اس کو بندوں کے بارے میں بھی انتہائی محتاط اور ذمہ دار بنا دیتی ہے۔ ایک انسان سے برائی کرتے ہوئے اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ اپنے آپ کو جہنم کے غار میں گرا رہا ہے۔ بندوں کے ساتھ سرکشی کا سلوک کرتے ہوئے وہ اس طرح ڈرنے لگتا ہے جیسے کہ ہر آدمی اپنے ساتھ جہنم کے فرشتوں کی فوج لئے ہوئے ہے۔ اپنے صاحب معاملہ افراد سے بے انصافی کرنا اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اس نے اپنے آپ کو آگ کے گڑھے میں دھکیل دیا ہے۔ اب کوئی انسان اس کی نظر میں صرف ایک انسان نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ایک ایسا وجود ہوتا ہے جس کے پیچھے خود خدا اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ کھڑا ہوا ہو۔

ایمانی انقلاب

خدا سب سے بڑی طاقت ہے۔ اس کی پکڑ بہت بڑی ہے اور اس کی سزا بھی بہت بڑی۔ ایسے خدا پر ایمان لانا کوئی سادہ واقعہ نہیں۔ خدا پر ایمان جب کسی کی زندگی میں داخل ہوتا ہے تو اس کی پوری شخصیت کو ہلا دیتا ہے۔

آدمی شیر کو کھلا ہوا دیکھتا ہے تو اس کی شخصیت ہل جاتی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ ہلچل آدمی کے اندر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ وہ خدا کو پالے۔ خدا پر ایمان لانا خدا کو پانے کا اقرار کرنا ہے۔ جب کوئی شخص حقیقی معنوں میں خدا کو پاتا ہے تو خدا اس کے لئے وہ حقیقت بن جاتا ہے جس پر وہ سب سے زیادہ یقین کرے، خدا اس کے لئے وہ طاقت بن جاتا ہے جس سے وہ سب سے زیادہ ڈرے۔

ایمان وہ ہے جو آدمی کی زندگی میں بھونچال بن کر داخل ہو۔ جو قیامت کے زلزلہ سے پہلے آدمی کے لئے زلزلہ بن جائے۔

اس قسم کا ایمان جب کسی کو ملتا ہے تو اس کے پورے وجود پر خدا کا ڈر چھا جاتا ہے۔ اس کے لئے ہر معاملہ خدا کا معاملہ بن جاتا ہے۔ کسی چھوٹے کو بے عزت کرنے سے وہ اس طرح کانپتا ہے گویا وہ مالک کائنات کے سفیر کو بے عزت کر رہا ہے۔ کسی بڑے کی خوشامد کرتے ہوئے اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ خدا کی غیرت کو چیلنج کر رہا ہے۔ حق واضح ہونے کے بعد اس کو نظرانداز کرنا اس کے نزدیک ایسا بن جاتا ہے جیسے کوئی شخص جنت اور جہنم کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھے، پھر بھی جنت کے باغوں کو چھوڑ کر جہنم کی آگ میں کود پڑے۔

آزمائش

آدمی کا معاملہ جب کسی سے پڑتا ہے تو اس کو وہ بس ایک انسان کا معاملہ سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فوراً سرکشی اور بے انصافی پر اتر آتا ہے۔ اگر وہ جانے کہ ہر معاملہ خدا کا معاملہ ہے تو وہ کبھی سرکش نہ بنے، وہ کبھی بے انصافی کا طریقہ اختیار نہ کرے۔

دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب خدا کی اجازت اور اس کے منصوبہ کے تحت ہو رہا ہے۔ اس کے پیچھے خدا کی حکمتِ امتحان کام کر رہی ہے۔ ہر واقعہ جو پیش آتا ہے وہ اس لئے پیش آتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے متعلق افراد کو آزمایا جائے۔ حالات میں ڈال کر ہر ایک کو دیکھا جائے کہ کون کیا تھا اور کون کیا نہیں تھا۔

کسی واقعہ کے دوران یہ دیکھنا مقصود ہوتا ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی اور اپنے صاحبِ معاملہ کو ستاتا ہے یا انصاف کے مطابق اس کا حق ادا کرتا ہے۔ کوئی واقعہ اس لئے پیش آتا ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ لوگ اپنے کو جس ترازو سے تولتے ہیں اسی سے دوسرے کو بھی تول رہے ہیں یا اپنے اور دوسرے کے لئے انھوں نے الگ الگ باٹ بنا رکھے ہیں۔ کسی واقعہ کا مقصد یہ جانچنا ہوتا ہے کہ کون آدمی مفاد اور مصلحت کو اہمیت دیتا ہے اور وہ کون ہے جو مفاد اور مصلحت کو نظرانداز کر کے سچائی کی طرف دوڑ پڑتا ہے۔

یہی وہ مواقع ہیں جو آدمی کے ابدی مستقبل کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ان مواقع پر درست رویہ اختیار کر کے ایک شخص جنت کا مستحق بن جاتا ہے اور دوسرا شخص غلط رویہ اختیار کر کے اپنے کو جہنم میں گرا لیتا ہے۔

جاننے کی بات

موجودہ دنیا میں آدمی اپنے کو آزاد سمجھ رہا ہے۔ وہ نڈر ہو کر جو چاہے بولتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔ اگر کسی کو کچھ مال ہاتھ آگیا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ میرا مستقبل محفوظ ہے۔ کسی کو کوئی اقتدار حاصل ہے تو وہ اپنے اقتدار کو اس طرح استعمال کرتا ہے جیسے اس کا اقتدار کبھی چھننے والا نہیں۔ ہر آدمی پُر اعتماد چہرہ لئے ہوئے ہے۔ ہر آدمی ہنستے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہاں تک کہ اچانک موت کا بگل بج جاتا ہے۔ خدا کے فرشتے آتے ہیں اور اس کو موجودہ دنیا سے نکال کر ایک مجبور انسان کی طرح 'اگلی دنیا' میں پہنچا دیتے ہیں۔

یہی ہر آدمی کا معاملہ ہے۔ جب یہ بھیانک لمحہ آتا ہے تو آدمی اپنے اندازہ کے بالکل خلاف صورت حال کو دیکھ کر دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ اچانک اس کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ محض دھوکا تھا جس کو اس نے اپنی غفلت سے سب سے بڑی حقیقت سمجھ لیا تھا۔

وہ کہہ اٹھتا ہے کہ میں نے اپنے کو آزاد سمجھا تھا مگر میں تو بالکل بے اختیار نکلا۔ میں اپنے کو مال و جائداد والا پا رہا تھا مگر میں تو بالکل خالی ہاتھ تھا۔ میرا خیال تھا کہ میرے پاس طاقت ہے مگر میں تو خدا کی اس دنیا میں مکھی اور مچھر سے بھی زیادہ بے زور تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ میرے ساتھ بہت سے لوگ ہیں مگر یہاں تو کوئی ایک بھی میرا ساتھی اور مددگار نہیں۔

آہ وہ انسان جو اسی بات کو نہیں جانتا جس کو اسے سب سے زیادہ جاننا چاہئے۔

اُس دن

آج کی دنیا میں آدمی کھاتا پیتا ہے۔ گھر بناتا ہے۔ عہدے اور ترقیاں حاصل کرتا ہے۔ وہ جس بات کو چاہتا ہے اسے مانتا ہے اور جس بات کو چاہتا ہے اسے رد کر دیتا ہے۔ وہ آزاد ہے کہ جو چاہے بولے، وہ آزاد ہے کہ جو چاہے کرے اور جس رخ پر چاہے اپنی زندگی کا سفر شروع کر دے۔

یہ صورت حال آدمی کو دھوکے میں ڈالے ہوئے ہے۔ وہ اپنی موجودہ حیثیت کو مستقل حیثیت سمجھ بیٹھا ہے۔ حالانکہ اس کی اصل حیثیت یہ ہے کہ وہ حالت امتحان میں ہے اور یہاں جو کچھ اسے ملا ہوا ہے وہ صرف وقتی طور پر ملا ہوا ہے۔ بہت جلد وہ دن آنے والا ہے جب یہ تمام حیثیتیں اور سامان اس سے چھن جائے گا۔ حتیٰ کہ لباس بھی اتار لیا جائے گا جو آدمی کے اثاثہ کی آخری چیز ہوتا ہے۔ وہ اچانک اپنے آپ کو اس حال میں پائے گا کہ وہ ایک بے زور مجرم کی طرح مالک کائنات کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔

اس دن ساری اونچ نیچ مٹ جائے گی۔ خوف و دہشت سے لوگوں کی زبانیں بند ہو چکی ہوں گی۔ آدمی کے اپنے وجود کے سوا ہر چیز اس کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ کسی کے لئے یہ موقع نہ ہوگا کہ بے انصافی کر کے بھی کامیاب ہو اور حق کو نظر انداز کر کے بھی حق کا ٹھیکیدار بنا رہے۔

اس آنے والے دن کو جو شخص آج دیکھ لے وہی کامیاب ہے۔ جو شخص اسے کل دیکھے گا اُس کے لئے اس کے سوا کوئی انجام نہیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے رسوا ہو کر آگ کا عذاب سہتا رہے۔

صرف کریڈٹ

اس دنیا میں کسی آدمی کو کوئی ذاتی طاقت حاصل نہیں۔ کوئی شخص نہ کسی کو کچھ دیتا، نہ کوئی شخص کسی سے کچھ چھینتا۔ ہر واقعہ جو اس زمین پر ہوتا ہے وہ خدا کی اجازت سے ہوتا ہے۔ انسان کی ساری حیثیت یہ ہے کہ وہ اس دنیا میں امتحان کے لئے ہے۔ اور یہ امتحان بھی صرف ارادہ کی حد تک ہے۔ ارادہ کے سوا انسان کے بس میں اور کچھ نہیں۔

بظاہر سب کچھ اسباب کے اعتبار سے ہو رہا ہے۔ مگر اسباب کی حیثیت ظاہری پردہ سے زیادہ نہیں۔ اس دنیا میں کسی واقعہ کو ظہور میں لانے کے لئے اسباب و علل کی اتنی زیادہ کڑیاں درکار ہیں جن کی فراہمی کسی انسان کے بس میں نہیں۔ یہ حقیقۃً خدا ہے جو اپنے فرشتوں کے ذریعہ یہ تمام کڑیاں فراہم کرتا ہے۔

جو واقعات ہوتے ہیں وہ اس لئے آدمی کے سامنے لائے جاتے ہیں کہ اس کی جانچ ہو، تاکہ اس کا خدا یہ دیکھے کہ اس کا بندہ مختلف رویوں میں سے کس رویہ کا اپنے لئے انتخاب کرتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک صورت حال میں ڈال کر دیکھا جاتا ہے کہ آدمی نے اپنی زبان حق کے لئے کھولی یا ناحق کے لئے۔ کبھی ایک واقعہ کے درمیان یہ دیکھنا مقصود ہوتا ہے کہ آدمی انصاف کا رویہ اختیار کرتا ہے یا بے انصافی کا۔ کبھی ایک واقعہ کے ذریعہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ آدمی اپنے عہد پر قائم رہتا ہے یا عہد سے پھر جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ واقعات کا اہتمام خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ انسان تو صرف اچھا یا برا کریڈٹ لے رہا ہے۔

کل کو جانو

یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے۔ اس دنیا میں ہر آدمی کو کسی نہ کسی دائرہ میں اختیار و اقتدار دیا جاتا ہے۔ کسی کے اختیار کا دائرہ بڑا ہے اور کسی کے اختیار کا دائرہ چھوٹا۔ مگر عجیب بات ہے کہ ہر آدمی اپنے دائرۂ اختیار میں وہی کچھ بن جاتا ہے جو دوسرا شخص اپنے دائرۂ اختیار میں بنا ہوا ہے۔ ظاہر کے اعتبار سے لوگوں میں خواہ کتنا ہی فرق ہو، حقیقت کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں۔

ہر آدمی کا یہ حال ہے کہ وہ دوسرے کی کاٹ میں لگا ہوا ہے۔ ہر شخص دوسرے کی نفی پر اپنا اثبات کرنا چاہتا ہے۔ ہر شخص اپنی حیثیت کا غلط اندازہ کر کے یہ سمجھتا ہے کہ اگر اس نے دوسرے کو اس کے مقام سے ہٹا دیا تو اس کا خالی مقام اسے مل جائے گا۔ وہ بھول جاتا ہے کہ جو چیز اس کا انتظار کر رہی ہے وہ کسی کا خالی مقام نہیں بلکہ خود اس کی اپنی قبر ہے۔ دوسرے شخص کو قبر میں پہنچانے والا خود اپنی قبر میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ دوسرے کی بربادی کا خواب دیکھنے والا بالآخر اپنے آپ کو خود اپنی بربادی کے کنارے کھڑا ہوا پاتا ہے۔

ہر آدمی جو آج اپنے کو کامیاب سمجھتا ہے وہ کل اپنے کو ناکام دیکھنے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہ واقعہ ہر روز ہو رہا ہے۔ مگر کوئی شخص آج کے بعد آنے والے کل کو نہیں دیکھتا۔ ہر شخص اپنے آج کو جاننے کا ماہر ہے، کسی کو اپنے آنے والے کل کی خبر نہیں۔

اپنے آج کو جاننے والو، اپنے کل کو جانو۔ کیونکہ آخر کار تم جس چیز سے دوچار ہونے والے ہو وہ تمھارا کل ہے نہ کہ تمھارا آج۔

وقت سے پہلے

یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے۔ یہاں ہر آدمی اپنا اپنا امتحان دے رہا ہے، وہ چاہے تو درست عمل کرکے امتحان میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ اور اگر وہ غافل رہے تو ناکامی کے انجام سے دوچار ہونے کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ناکامی کا انجام اپنے آپ ہر آدمی کی طرف دوڑا چلا آرہا ہے، خواہ وہ اس کو کتنا ہی زیادہ ناپسند کرتا ہو۔

اس معاملہ میں آدمی کی مثال برف بیچنے والے دکان دار کی سی ہے۔ برف ہر آن پگھلتا رہتا ہے۔ اس لئے برف کے دکان دار کی کامیابی اس میں ہے کہ وہ برف کے پگھلنے سے پہلے اپنی برف کو قیمت میں تبدیل کرے۔ اگر اس نے دیر کی تو آخر کار اس کے پاس کچھ نہ ہوگا جس سے وہ اپنی تجارت کرسکے۔ وہ اپنا اصل بھی کھوچکا ہوگا اور اسی کے ساتھ اپنا نفع بھی۔

یہی معاملہ انسانی زندگی کا بھی ہے۔ انسان عمر گزرنے کے ساتھ تیزی سے ایک سخت انجام کی طرف چلا جارہا ہے۔ اس انجام کا آنا یقینی ہے۔ اس سے بچنے کی صورت صرف ایک ہے۔ اور وہ یہ کہ —— اس وقت کے آنے سے پہلے اپنی زندگی کا صحیح استعمال تلاش کرلیا جائے۔

برف کا کامیاب تاجر وہ ہے جو برف کے پگھلنے سے پہلے اپنی برف کو بیچ ڈالے۔ اسی طرح کامیاب انسان وہ ہے جو اپنی عمر کے تمام ہونے سے پہلے اپنی عمر کو صحیح کاموں میں استعمال کرلے۔ جو آخرت کا مرحلہ سامنے آنے سے پہلے آخرت کے لئے تیاری کرچکا ہو۔

آدمی اگر جانے

موجودہ دنیا امتحان کی دنیا ہے۔ اس دنیا میں جس طرح ہدایت کے مواقع رکھے گئے ہیں اسی طرح گمراہی کے راستے بھی کھلے ہوئے ہیں۔ ہر آدمی آزاد ہے کہ وہ جس رخ پر چاہے چلے۔ وہ مواقع کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔ اپنی قوتوں کو جس کام میں چاہے لگائے۔ مگر یہ سب محض وقتی ہے نہ کہ مستقل۔

یہاں جو شخص حق کی آواز کو رد کرنا چاہے اس کو بآسانی ایسے خوبصورت الفاظ مل جاتے ہیں جن کو بول کر وہ اپنے آپ کو جھوٹے یقین میں مبتلا کرلے۔ یہاں دین کی سچی دعوت کو نظر انداز کر کے بھی آدمی ایسے در و دیوار پالیتا ہے جن کے سایہ میں وہ پناہ لے سکے۔ یہاں خدا کی پکار کی طرف سے اپنے کانوں کو بند کر کے بھی ایسی چٹانیں مل جاتی ہیں جو کسی کو یہ تسکین دے سکیں کہ اس نے اپنے لئے ایک مضبوط سہارا دریافت کرلیا۔ مگر جب پردہ ہٹے گا تو یہ چیزیں اتنی بے معنی ثابت ہوں گی جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔

جب قیامت کی چنگھاڑ بلند ہوگی اور کائنات کا مالک اپنے جلال کے ساتھ ظاہر ہوگا تو آدمی اتنا بے بس ہوگا کہ اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا کہ ان تمام باتوں کو مان لے جن کو ماننے کے لئے وہ پہلے تیار نہ ہوتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ آدمی اگر آنے والے دن کی ہولناکی کو جانے تو اس کی چلتی ہوئی زبان بند ہو جائے جس کے الفاظ کا ذخیرہ آج کسی طرح ختم ہونے والا نظر نہیں آتا۔ اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ رک جائیں جس کو اخلاق اور انسانیت کا ہر وعظ روکنے میں ناکام ثابت ہو رہا ہے۔

آہ یہ انسان

آج ہر آدمی بے ہوش نظر آتا ہے۔ ہر آدمی اپنے آپ میں اس طرح گم ہے جیسے اس کے اوپر کوئی اور طاقت نہیں۔ حالانکہ موت ہر روز بتا رہی ہے کہ آدمی ایک ایسی حقیقت سے دوچار ہے جس کے مقابلہ میں کسی کا کچھ بس نہیں چلتا۔ انسان کتنا زیادہ مجبور ہے مگر وہ اپنے آپ کو کتنا زیادہ با اختیار سمجھتا ہے۔

آدمی وعدہ کرتا ہے مگر اس کے بعد اس کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس کے اوپر کسی کا ایک حق آتا ہے مگر وہ اس کو ادا نہیں کرتا۔ آدمی کے سامنے ایک سچائی آتی ہے مگر وہ اس کا اعتراف نہیں کرتا۔ وہ دوسرے کے اوپر یک طرفہ الزام لگاتا ہے اور اپنی غلطی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ وہ چھوٹوں کو نظر انداز کر کے بڑوں کا استقبال کرتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کو اصول کے تابع کرنے کے بجائے خواہشات کے تابع کرتا ہے۔ وہ زور آور سے دبتا ہے اور بے زور کو ستاتا ہے۔ وہ خدا کو مرکز توجہ بنانے کے بجائے خود اپنی ذات کو مرکز توجہ بناتا ہے۔ وہ جنت کے اشتیاق اور جہنم کے اندیشہ میں جینے کے بجائے دنیا کے اشتیاق اور دنیا کے اندیشوں میں جیتا ہے۔

آدمی یہ سب کچھ کرتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ اپنی اس روش سے وہ اپنے آپ کو جہنم کے قریب لے جا رہا ہے اور اپنے آپ کو جنت کے لئے نااہل ثابت کر رہا ہے۔ آہ وہ انسان جس کو اسی چیز کا شوق نہیں جس کا اسے سب سے زیادہ شوق کرنا چاہئے۔ آہ وہ انسان جو اسی چیز سے سب سے زیادہ بے خوف ہے جس سے اسے سب سے زیادہ خوف کرنے کی ضرورت ہے۔

بے ٹھکانا

کسی آدمی کے جہنمی ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ حق کے سامنے نہ دبے اور طاقت کے سامنے دب جائے۔ شرافت اور معقولیت اس کو متاثر نہ کرسکے مگر جب ڈنڈے کا خطرہ ہو تو فوراً اپنا سر جھکا دے۔

خدا آخرت میں اپنی ذات کمال کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ مگر دنیا میں وہ دلیل کے روپ میں لوگوں کے سامنے آتا ہے۔ دنیا میں جب ایک شخص سچی دلیل کے آگے جھکتا ہے تو دراصل وہ خدا کے آگے جھکتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے آخرت میں جنت کے باغات ہیں۔ اس کے برعکس جب ایک شخص سچی دلیل کے آگے نہیں جھکتا تو وہ دراصل خدا کے آگے نہیں جھکتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو باغی اور سرکش قرار دے کر جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

کمزور آدمی کی زبان سے سچی بات سن کر جب ایک شخص اس کو نہیں مانتا تو وہ مطمئن رہتا ہے کہ میرا اس سے کچھ بگڑنے والا نہیں۔ وہ بھول جاتا ہے کہ اس نے کسی کمزور کی بات کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ خدا کی بات کا انکار کیا ہے، یہ خود خدا کو نظرانداز کرنا ہے اور جو شخص خدا کو نظرانداز کر دے اس کو ساری کائنات نظرانداز کر دیتی ہے۔ اس کے بعد اس زمین و آسمان کے اندر اس کا کوئی ٹھکانا نہیں۔

وہ دن آنے والا ہے جب الفاظ والے بے الفاظ ہوجائیں گے۔ جب ٹھکانا رکھنے والے بالکل بے ٹھکانا نظر آئیں گے۔ جب مضبوط سہارے والے لوگ ایک تنکا بھی نہ پائیں گے جس کے سہارے وہ اپنے آپ کو کھڑا کرسکیں

خوش فہمیاں

آدمی دوسروں کو دکھ پہنچا کر اپنی خوشیوں کا محل تعمیر کرنے میں لگا ہوا ہے۔ وہ اپنے پڑوسیوں کو ستاتا ہے اور دور کے لوگوں میں خوش نام ہونے کی تدبیریں کر رہا ہے۔ وہ اپنے ذاتی معاملات میں بے انصافی کرکے باہر کی دنیا میں انصاف کا علم بردار بنا ہوا ہے۔ وہ اپنے خلاف ایک لفظ سننے کے لئے تیار نہیں مگر دوسروں کے خلاف سب کچھ کہنے اور کرنے کے لئے وہ اپنے آپ کو خدائی فوجدار سمجھتا ہے۔ اسے اپنی غلطیوں کی خبر نہیں مگر وہ دوسروں کی غلطیاں جاننے کا ماہر بنا ہوا ہے۔

مگر خدا کا انعام ان لوگوں کو ملتا ہے جو اپنے متعلقین کے حقوق ادا کریں۔ جو اپنے پڑوسیوں کو اپنے شر سے بچائیں۔ جو اپنے اہل معاملہ کے ساتھ انصاف کریں۔ جو خود پسندی کے بجائے خدا پسندی کو اپنی زندگی کا طریقہ بنائیں۔ جو لوگوں سے حق اور عدل کی بنیاد پر معاملہ کریں نہ کہ اکڑ اور خود غرضی کی بنیاد پر۔ جو حق کے آگے جھک جائیں چاہے وہ ان کے خلاف ہو۔ جو اپنی انا کو خدا کے حوالے کر دیں اور خدا کی دنیا میں بے انا بن کر رہنے پر راضی ہو جائیں۔

لوگ جہنمی انگاروں میں کود تے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ خوبصورت پھولوں سے کھیل رہے ہیں۔ وہ دوزخ کے راستوں میں دوڑ رہے ہیں اور خوش ہیں کہ بہت جلد وہ جنت کے باغوں میں پہنچنے والے ہیں۔ آہ وہ قافلہ جس کے پاس جھوٹی خوش فہمیوں کے سوا اور کوئی سرمایہ نہیں۔ آہ وہ لوگ جو خدا کی دنیا میں اپنے لئے ایک ایسی دنیا بنانا چاہتے ہیں جس کی خدا نے اجازت نہیں دی۔

فرشتہ یا شیطان

خدا کے وفادار بندوں کے مشیر فرشتے ہوتے ہیں اور خدا کے باغی بندوں کے مشیر شیطان۔ اپنی بول چال میں اور زندگی کے معاملات میں کوئی آدمی جو انداز اختیار کرتا ہے اسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون آدمی کس کو اپنا مشیر بنائے ہوئے ہے۔

جو آدمی اختلاف کے وقت تواضع اختیار کرے اور جب کوئی حق اس کے سامنے پیش کیا جائے تو حق کے سامنے جھک جائے وہ فرشتوں کا ساتھی ہے۔ ایسا آدمی اپنے عمل سے اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اس کو یہ توفیق ملی ہے کہ خدا کے فرشتے اس کے مشیر بنیں۔ کیونکہ یہ فرشتوں کی صفت ہے کہ وہ گھمنڈ نہیں کرتے۔ وہ کسی جھجھک کے بغیر حق کا فوراً اعتراف کر لیتے ہیں۔

اس کے برعکس وہ لوگ جو اختلاف کے وقت ظلم اور بے انصافی پر اتر آئیں اور متکبرانہ طریقہ اختیار کریں وہ اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ شیطان کے ساتھی ہیں۔ انھوں نے شیطان کو اپنا مشیر بنا رکھا ہے۔ کیوں کہ قرآن میں گھمنڈ اور سرکشی کو شیطان کی صفت بتایا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ موت اور آخرت کے معاملات سے بے خبری ہے جس نے لوگوں کو سرکشی اور بے انصافی کے لئے جری بنا دیا ہے۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ کیسا ہیبت ناک دن ان کی طرف دوڑا چلا آ رہا ہے تو ان کے چلتے ہوئے قدم رک جائیں اور ان کے پاس بولنے کے لئے الفاظ نہ رہیں۔ جھوٹی تاویلیں کرنے کے بجائے وہ فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کر لیں۔

جب خدا ظاہر ہوگا

خدا کو جب ایک شخص پاتا ہے تو ٹھیک اسی وقت وہ اس حقیقت کو بھی پالیتا ہے کہ خدا نے اس کو اور اس کائنات کو عبث نہیں بنایا ہے۔ جس کائنات کا بنانے اور چلانے والا ایک طاقت ور اور باخبر خدا ہو وہاں یہ ناممکن ہے کہ اتنا بڑا کائناتی کارخانہ یوں ہی خاموش کھڑا رہے اور کبھی اس کی معنویت ظاہر نہ ہو۔

اس طرح آدمی کا ایمان اس کو اس یقین تک پہنچاتا ہے کہ ضرور ہے کہ ایک دن ایسا آئے جب کہ وہ خدا لوگوں کے سامنے ظاہر ہوجائے جو کائنات کے تمام واقعات کے پیچھے کام کر رہا ہے۔ پھر یہی یقین اس کو یہ بھی بتاتا ہے کہ کائنات کے خالق و مالک کا ظہور اس طرح کا غیر متعلق ظہور نہیں ہوگا جیسے تاریک رات کے بعد روشن سورج نکلتا ہے۔ یہ ایک باشعور اور طاقت ور مالک کا ظہور ہوگا۔ خداوند کائنات کا ظہور کائنات کے لئے عدالت کے ہم معنی بن جائے گا۔ خدا کے ظاہر ہوتے ہی اس کے تمام سرکش اور خود پرست بندے خدا کی دنیا میں بالکل بے قیمت ہوجائیں گے۔ وہ اس دن مکھی اور مچھر سے بھی زیادہ حقیر دکھائی دیں گے۔ دوسری طرف اس کے خدا پرست اور وفادار بندے اچانک سرفرازی کا مقام حاصل کرلیں گے۔

خدا کا غیب میں ہونا خدا کے سرکش بندوں کو اچھل کود کے مواقع دئے ہوئے ہے۔ خدا کا ظاہر ہونا خدا کے وفادار بندوں کے لئے سرفرازی کا دن بن جائے گا۔ اس کے بعد ایک نئی، زیادہ بہتر اور مکمل دنیا شروع ہوگی جہاں سرکش لوگ ابدی طور پر جہنم میں ڈال دئے جائیں گے اور وفادار لوگ ابدی طور پر خوشیوں اور لذتوں کی جنت میں زندگی گزاریں گے۔

موت کا سبق

آدمی زندگی چاہتا ہے مگر بہت جلد اس کو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں صرف موت اس کا استقبال کرنے کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ عین اس وقت جب کہ وہ اپنی ترقی کے عروج پر پہنچ چکا ہوتا ہے، موت اس کے اور اس کی کامیابیوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ آدمی مجبور ہوتا ہے کہ ایک ایسی دنیا میں داخل ہو جائے جس کے لئے اس نے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔

انسان اپنی عظمت کا محل تعمیر کرتا ہے مگر موت کا طوفان اس کو تنکوں کی طرح اڑا کر یہ سبق دیتا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں کوئی قدرت حاصل نہیں۔ انسان کہتا ہے کہ میں اپنا مالک ہوں مگر تقدیر اس کو کچل کر اسے بتاتی ہے کہ تیرا مالک کوئی اور ہے۔ انسان موجودہ دنیا میں اپنی آرزوؤں کا باغ اگانا چاہتا ہے مگر موت اس کے منصوبہ کو برباد کرکے یہ سبق دیتی ہے کہ اپنے لئے دوسری دنیا تلاش کرو کیونکہ موجودہ دنیا میں تمھاری آرزوؤں کی تکمیل ممکن نہیں۔

موت ہماری زندگی کی سب سے بڑی معلّم ہے۔ موت ہر آدمی کو ایک ایسے سوال کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے جس کے جواب میں زندگی کا تمام راز چھپا ہوا ہے۔ موت ہم کو بتاتی ہے کہ ہم اپنے مالک آپ نہیں ہیں۔ موت ہم کو بتاتی ہے کہ موجودہ دنیا میں ہماری زندگی محض عارضی زندگی ہے۔ موت ہم کو بتاتی ہے کہ موجودہ دنیا وہ مقام نہیں جہاں ہم اپنی تمناؤں کو حاصل کر سکیں۔ موت ہم کو جینا سکھاتی ہے۔ موت ہم کو بتاتی ہے کہ حقیقی کامیابی کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

جھوٹی بڑائی

کسی شخص نے اپنی دنیا کی زندگی کو کامیاب بنالیا ہو تو اکثر وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اس کی آخرت بھی ضرور کامیاب ہوگی۔ حالانکہ دونوں میں کوئی لازمی تعلق نہیں۔

دنیا کی بڑائی بڑائی نہیں۔ وہ صرف امتحان کی غرض سے ہے۔ کسی کو اچھے حالات ملیں یا کسی کو برے حالات، دونوں امتحان کے لئے ہیں۔ یہ آدمی کی جانچ کے پرچے ہیں نہ کہ اس کے عمل کا انجام۔

دوسروں کے مقابلہ میں آپ کو کوئی بڑائی مل جائے۔ یا عزت حاصل ہو جائے تو اپنے مقابلہ میں دوسروں کو حقیر نہ سمجھئے۔ کیوں کہ بڑے اور چھوٹے دونوں آخرکار برابر ہو جانے والے ہیں۔ موت دونوں کو بالکل ایک سطح پر پہنچا دے گی۔ اس کے بعد بڑائی اس کے لئے ہوگی جس کو خدا بڑا بنائے، اور چھوٹا وہ ہوگا جو خدا کے نزدیک چھوٹا قرار پائے۔

دنیا امتحان کی جگہ ہے۔ یہاں آدمی حق کا جھوٹا لبادہ اوڑھ کر اپنے کو اونچے مقام پر بٹھا لیتا ہے۔ مگر بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب کہ پردہ ہٹے اور ہر آدمی اپنی اصل صورت میں سامنے آجائے۔ اس وقت کتنے عزت والے ذلت کے گڑھے میں پڑے ہوئے دکھائی دیں گے۔ کتنے انصاف اور انسانیت کا نعرہ لگانے والے انصاف اور انسانیت کے قاتل قرار دئے جائیں گے۔ کتنے بہادری کا ٹائٹل لینے والے بزدلی کی کالک سے روسیاہ ہو رہے ہوں گے۔ کتنے سچائی پر فدا ہونے والے اس حال میں نظر آئیں گے گویا سچائی سے ان کا کوئی تعلق ہی نہ تھا۔

سب سے بڑی مجبوری

غریب آدمی کو یہ حسرت ہوتی ہے کہ اس کے پاس عمدہ مکان نہیں۔ مگر دوسری طرف ان لوگوں کا حال بھی بہت زیادہ مختلف نہیں جن کو ایک غریب آدمی رشک کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ دولت مند آدمی کے لئے پیسہ ہونا اس سے زیادہ بڑے مسئلے پیدا کرتا ہے جو غریب آدمی کو پیسہ نہ ہونے کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ ایک بڑا آدمی جس کے گرد انسانوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہو، اندر سے اتنا بے چین ہوتا ہے کہ رات کو گولی کھائے بغیر اسے نیند نہیں آتی۔ اس دنیا میں ہر آدمی دکھی ہے، کوئی ایک صورت میں اور کوئی دوسری صورت میں۔

بالفرض کوئی آدمی خوشیوں کا خزانہ اپنے پاس جمع کرے تو وہ بھی بس صبح سے شام تک کے لئے ہوگا۔ اس کے بعد اچانک موت کا بے رحم فرشتہ آئے گا اور اس کو اس طرح پکڑے گا کہ نہ اس کی دولت اس کو بچا سکے گی اور نہ اس کی فوج۔ ہوائی جہاز کے مسافر پر بھی موت اسی طرح قابو پالیتی ہے جس طرح ایک پیدل چلنے والے پر۔ وہ عالی شان محلوں میں بھی اسی طرح فاتحانہ داخل ہوجاتی ہے جس طرح ایک معمولی مکان میں۔ موت آدمی کی سب سے بڑی مجبوری ہے۔

موت آدمی کو یاد دلاتی ہے کہ وہ آج سے اوپر اٹھ کر سوچے۔ وہ کامیابی کو زندگی کے اُس پار تلاش کرے۔ کامیاب وہ ہے جو موت سے یہ سبق لے لے۔ جو شخص یہ سبق لینے سے محروم رہے اس کی خوشیوں کے چراغ بہت جلد بجھ جائیں گے۔ وہ اپنے کو ایک ایسے بھیانک اندھیرے میں پائے گا جہاں وہ ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا رہے اور کبھی اس سے نکل نہ سکے۔

زندگی کا سفر

ہر آدمی امیدوں اور تمناؤں کی ایک دنیا اپنے ذہن میں لئے ہوئے ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی امیدوں کی دنیا کی طرف بڑھ رہا ہوں۔ میں اپنے خوابوں والے کل کی طرف چلا جا رہا ہوں۔ مگر اس کی موت اسے آکر بتاتی ہے کہ وہ اپنی تمناؤں والی دنیا کی طرف نہیں بلکہ خدا کی دنیا کی طرف بڑھ رہا تھا، وہ دنیا کی منزل کے بجائے آخرت کی منزل کی طرف چلا جا رہا تھا۔ آدمی کہاں جا رہا ہے اور کہاں پہنچ رہا ہے۔ مگر کسی کو اس کی خبر نہیں۔

آدمی اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر اپنا سب کچھ لگا دیتا ہے مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنے بچوں کے مستقبل کو دیکھ کر خوش ہو وہ خود اپنے اس مستقبل کی طرف ہانک دیا جاتا ہے جس کے لئے اس نے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ آدمی اپنے آرام کے لئے ایک مکان کھڑا کرتا ہے مگر ابھی وہ وقت نہیں آتا کہ وہ اپنے پسندیدہ مکان میں چین کے ساتھ رہے کہ موت اس کے اور اس کے مکان کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ آدمی کماتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میں عزت و ترقی کی بلندیوں پر اپنے کو بٹھانے جا رہا ہوں مگر بہت جلد اس کو معلوم ہوتا ہے کہ آنے والا دن اس کے لئے جس چیز کا انتظار کر رہا تھا وہ ایک سنسان قبر تھی نہ کہ عزت و ترقی کی رونقیں۔

آدمی اپنے وقتی عیش کو کھونا نہیں چاہتا اس لئے وہ کھلی کھلی حقیقتوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اگر وہ جانے کہ اس کا وقتی عیش بالآخر ابدی عذاب میں تبدیل ہونے والا ہے۔ تو اچانک اس کی زندگی کچھ سے کچھ ہو جائے۔

عجیب محرومی

لوگوں کی دوڑ دھوپ آج کس چیز کے لئے ہے ـــــ کھانا، کپڑا، مکان، عزت، دولت اور خوشیوں کی زندگی کے لیے۔ ہر شخص اپنی ساری طاقت بس انھیں چیزوں کے پانے میں لگائے ہوئے ہے۔ سب کی توجہ انھیں چیزوں کی طرف ہے۔ انھیں کے ملنے سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور انھیں کے نہ ملنے سے ناخوش۔

مگر موت کا واقعہ بتاتا ہے کہ یہ خوشیاں موجودہ دنیا میں آدمی کے لئے مقدر نہیں۔ یہاں اگر کوئی شخص ان تمام چیزوں کو پالے تب بھی وہ بے حد عارضی مدت کے لئے انھیں پاتا ہے۔ پچاس سال کی جدوجہد کے بعد جب آدمی اپنی ترقیوں کے کنارے پہنچتا ہے تو عین اس وقت موت آجاتی ہے اور اچانک اس کی تمام ترقیوں کو باطل کر دیتی ہے۔

یہ صورت حال بتاتی ہے کہ موجودہ دنیا ان چیزوں کے پانے کی اصل جگہ نہیں۔ ان کو پانے کی جگہ حقیقۃً موت کے بعد آنے والی دنیا ہے جہاں آدمی کو ہمیشہ رہنا ہے۔ لوگ اپنی ساری قوتوں کو دنیا کے مستقبل کو بنانے میں لگائے ہوئے ہیں، آخرت کے مستقبل کو بنانے کی کسی کو فکر نہیں۔ موجودہ عارضی دنیا میں لوگ سب سے زیادہ جس چیز کے طالب ہیں اسی سے وہ زندگی کے اگلے طویل تر مرحلہ میں سب سے زیادہ غافل ہو گئے ہیں۔

آدمی اسی چیز کو کھو رہا ہے جس کو وہ سب سے زیادہ پانا چاہتا ہے۔ محرومی کی یہ قسم بھی کیسی عجیب ہے۔

خدا کا سایہ

وہ وقت کیسا عجیب ہوگا جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ عمل کے نام پر دنیا میں وہ جو کچھ کرتے رہے وہ بے عملی کی بدترین شکل تھی۔ لوگ اپنے آپ کو اوپر اٹھا کر فخر کرتے رہے حالانکہ ان کے لئے فخر کی بات یہ تھی کہ وہ خدا کی اس دنیا میں اپنے آپ کو جھکا دیں۔ وہ اپنی غلطیوں کی تاویل کو کامیابی سمجھتے رہے حالانکہ ان کی کامیابی یہ تھی کہ وہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کرلیں۔ ان کو زبان اس لئے دی گئی تھی کہ اس کو اللہ کی تعریف میں استعمال کریں مگر وہ اپنی زبان کو انسانوں کی تعریف میں استعمال کرتے رہے۔ ان کے اندر خوف ومحبت کے جذبات اس لئے رکھے گئے تھے کہ وہ ان کو اپنے رب کے لئے وقف کردیں۔ مگر وہ دوسری چیزوں کو اپنے خوف ومحبت کے جذبات کا مرکز بنائے رہے۔ انھوں نے مال جمع کرنے کو سب سے بڑی چیز سمجھا حالانکہ ان کے لئے سب سے بڑی چیز یہ تھی کہ وہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں دے کر بے مال ہوجائیں۔ ان کا اصلی کمال یہ تھا کہ وہ کمزوروں کا لحاظ کریں مگر وہ کمزوروں کو نظر انداز کرکے طاقت وروں کا استقبال کرتے رہے۔ ان کے لئے زیادہ بہتر یہ تھا کہ معانی کے خاموش سمندر میں غوطہ لگائیں مگر وہ شور وغل کے ہنگامے کھڑے کرنے میں مشغول رہے۔ ان کی ترقی کا راز یہ تھا کہ وہ اپنی ذات کا احتساب کرنے والے بنیں مگر وہ دوسروں کا احتساب کرنے میں لگے رہے۔

ہر آدمی نے اپنی خوش خیالیوں کی ایک دنیا بنا رکھی ہے اور اپنے آپ کو اس کے اندر پاکر مطمئن ہے۔ مگر قیامت ایسے تمام گھروندوں کو توڑ دے گی۔ اس وقت صرف وہ شخص محفوظ ہوگا جو خدا کے گھر میں پناہ پکڑے ہوئے تھا، جس نے اپنے لئے خدا کا سایہ حاصل کرلیا تھا۔

قبر کا دروازہ

قبر دوسری زندگی کا دروازہ ہے۔ اس دروازہ کے ذریعہ آدمی آج کی دنیا سے نکل کر کل کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص جو آج قبر کے اِس پار ہے وہ کل اپنے آپ کو قبر کے اُس پار پائے گا۔ ہر شخص جو زندہ ہے وہ موت کے مقابلے میں اس طرح شکست کھانے والا ہے کہ کوئی نہ ہوگا جو اس کو بچا سکے۔ مگر اس سب سے بڑی حقیقت کو انسان سب سے زیادہ بھولا ہوا ہے۔

ہم میں سے ہر ایک نے یہ منظر دیکھا ہے کہ کسی شخص کے لیے قبر کا دروازہ کھلا اور پھر ہمیشہ کے لئے اس کے اوپر بند ہو گیا۔ مگر ہم میں سے بہت کم لوگ ہیں جو یہ جانتے ہوں کہ خود ان کے لئے بھی یہ دروازہ ایک دن کھولا جائے گا اور پھر اسی طرح ان کے اوپر بند کیا جائے گا جس طرح وہ دوسروں کے اوپر ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے۔

آدمی کی یہ نفسیات بھی کیسی عجیب ہے کہ دوسروں کو وہ ہر روز مرتے ہوئے دیکھتا ہے مگر خود اس طرح زندگی گزارتا ہے گویا اس کو ہمیشہ اسی دنیا میں رہنا ہے، اس کے اپنے لئے موت کا وقت کبھی آنے والا نہیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ایک ایک کر کے روزانہ خدا کے یہاں پیشی کے لئے بلائے جا رہے ہیں۔ مگر خود اپنے کو اس طرح الگ کر لیتا ہے گویا عدالتِ الٰہی میں حاضری کا یہ دن اس کے اپنے لئے کبھی نہیں آئے گا۔

ہم میں سے ہر شخص زندگی کے مقابلہ میں موت سے زیادہ قریب ہے۔ یہ احساس اگر زندہ ہو تو آدمی ہر موت کو اپنی موت سمجھے۔ وہ دوسرے کا جنازہ دیکھے تو اس کو ایسا معلوم ہو گویا خود اس کی لاش اٹھا کر قبر کی طرف لے جائی جا رہی ہے۔

بولنا بند ہو جائے گا

ہر آدمی جو زندہ ہے وہ ایک روز مرے گا۔ ہر آدمی جو دیکھتا ہے اور بولتا ہے، یقیناً ایک دن اس کی آنکھ بے نور ہوگی اور اس کا بولنا بند ہو جائے گا۔ ہر آدمی پر وہ وقت آنا ہے جب کہ وہ موت کے دروازے پر کھڑا کر دیا جائے۔ اس وقت اس کے پیچھے دنیا ہوگی اور اس کے آگے آخرت۔ وہ ایک ایسی دنیا کو چھوڑ رہا ہوگا جہاں وہ دوبارہ کبھی نہیں آئے گا اور ایک ایسی دنیا میں داخل ہو رہا ہوگا جس سے اس کو کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ وہ اپنے عمل کے مقام سے ہٹا کر وہاں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ اپنے عمل کا ابدی انجام بھگتتا رہے۔

ہم زندگی کے مقابلہ میں موت سے زیادہ قریب ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔ حالانکہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ مرے ہوئے ہیں۔ وہ موت جس کا کوئی وقت مقرر نہ ہو، وہ گویا ہر وقت آرہی ہے۔ ایسی موت کے لئے یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ وہ آچکی ہے، بجائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ وہ آنے والی ہے۔

ہر آدمی زندگی سے موت کی طرف سفر کر رہا ہے۔ کسی کا سفر دنیا کی خاطر ہے اور کسی کا آخرت کی خاطر۔ کوئی سامنے کی چیزوں میں جی رہا ہے اور کوئی چھپی ہوئی چیزوں میں۔ موجودہ دنیا میں دونوں بظاہر یکساں نظر آتے ہیں۔ مگر موت کے بعد آنے والی منزل کے اعتبار سے دونوں کا حال یکساں نہیں۔ جو شخص خدا اور آخرت میں جی رہا ہے وہ اپنے کو بچا رہا ہے اور جو دنیا کی دلچسپیوں اور اپنے نفس کی خواہشوں میں جی رہا ہے وہی وہ شخص ہے جو ہلاک ہوا۔

آخری وقت

ہر آدمی کا ایک آخری وقت مقرر ہے۔ کسی پر سوتے ہوئے وہ وقت آجاتا ہے ، کوئی راہ چلتے پکڑ لیا جاتا ہے اور کوئی بستر پر بیمار ہو کر مرتا ہے۔ یہ وقت بہر حال ہر ایک پر آنا ہے ، خواہ وہ ایک صورت میں آئے یا دوسری صورت میں ۔

موت کا یہ واقعہ بھی کیسا عجیب ہے ۔ ایک جیتی جاگتی زندگی اچانک بجھ جاتی ہے ۔ ایک ہنستا ہوا چہرہ لمحہ بھر میں اس طرح ختم ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ مٹی سے بھی زیادہ بے قیمت تھا۔ حوصلوں اور تمناؤں سے بھری ہوئی ایک روح دفعۃً اس طرح منظر عام سے ہٹا دی جاتی ہے جیسے اس کے حوصلوں اور تمناؤں کی کوئی حقیقت ہی نہ تھی ۔

زندگی کس قدر بامعنی ہے ، مگر اس کا انجام اس کو کس قدر بے معنی بنا دیتا ہے ۔ آدمی بظاہر کتنا آزاد ہے ، مگر موت کے سامنے وہ کتنا مجبور نظر آتا ہے ۔ انسان اپنی خواہشوں اور تمناؤں کو کتنا زیادہ عزیز رکھتا ہے ، مگر قدرت کا فیصلہ اس کی خواہشوں اور تمناؤں کو کتنی بے رحمی کے ساتھ کچل دیتا ہے ۔

آدمی اگر صرف اپنی موت کو یاد رکھے تو وہ کبھی سرکشی نہ کرے۔ بہتر زندگی کا واحد راز یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی حد کے اندر رہنے پر راضی ہو جائے ، اور موت بلاشبہ اس حقیقت کی سب سے بڑی معلم ہے ۔

موت آدمی کو بتاتی ہے کہ وہ کسی کو حقیر نہ سمجھے۔ کیونکہ وہ وقت آنے والا ہے جب کہ وہ خود سب سے زیادہ حقیر ہوگا۔ موت آدمی کو یاد دلاتی ہے کہ وہ کسی کو نہ دبائے۔ کیونکہ بہت جلد وہ خود ہزاروں من مٹی کے نیچے دبا ہوا ہوگا۔

آنے والا دن

موت ایک قسم کی گرفتاری ہے۔ موت وہ دن ہے جب کہ فرشتے کسی آدمی کو پکڑ کر اس کے مالک کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔

گرفتاری کا یہ دن ہر شخص کی طرف تیزی سے دوڑا چلا آرہا ہے۔ مگر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ دوسروں کی گرفتاری کو تو خوب جانتے ہیں مگر خود اپنی گرفتاری کی انھیں خبر نہیں۔ وہ دوسروں کے پکڑے جانے کا بہت چرچا کرتے ہیں۔ مگر اپنے لئے آنے والے اس دن کو یاد نہیں کرتے جب کہ خدا کے فرشتے بے رحمی کے ساتھ انھیں پکڑ کر مالک کائنات کی عدالت میں پہنچا دیں گے۔

آدمی دوسروں کی کمیوں کو جاننے کا ماہر بنا ہوا ہے، حالانکہ جاننے والا وہ ہے جو اپنی کمیوں کو جانتا ہو۔ آدمی لفظی جواب دے کر اپنے کو محفوظ سمجھ لیتا ہے، حالانکہ محفوظ وہ ہے جو اپنی غلطیوں کا اعتراف کرے۔

خدا کی گرفتاری کا دن تمام ہولناک دنوں سے زیادہ ہولناک ہے۔ اس کا اگر واقعی احساس ہو جائے تو آدمی کی پوری زندگی بدل جائے۔ وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے عالم میں پہنچ جائے۔ وہ خدائی انصاف کے اس ترازو پر آج ہی اپنے کو کھڑا کرے جس پر دوسرے لوگ مرنے کے بعد کھڑے کئے جانے والے ہیں۔

آدمی اگر خدا کی پکڑ سے ڈرتا ہو تو ہر گرفتاری کو وہ اپنی گرفتاری سمجھے۔ دوسرے کے ہاتھ میں ہتھکڑی لگتی ہوئی دیکھے تو اس کو ایسا محسوس ہو گویا خود اس کو باندھ کر کائنات کی عدالت میں لے جایا جا رہا ہے۔

موت کی یاد

آج لوگوں کے پاس الفاظ ہیں جن کو وہ بے تکان دہرا رہے ہیں۔ مگر ایک وقت آنے والا ہے جب کہ ان کے الفاظ چھن چکے ہوں گے۔ وہاں کوئی سننے والا نہ ہوگا جو اُن کی باتوں کو سنے، کوئی پریس نہ ہوگا جو ان کی چیزوں کو چھاپے، کوئی لاؤڈ اسپیکر نہ ہوگا جو ان کے الفاظ کو فضا میں بکھیرے۔ ان کی خوش خیالیوں کا محل گر چکا ہوگا۔ وہ حسرت اور مایوسی کے عالم میں چاروں طرف دیکھیں گے اور کچھ نہ کر سکیں گے۔

آدمی اگر صرف موت کو یاد کرے تو اس کے لئے وہ تمام چیزیں بالکل بے حقیقت ہو جائیں جن کی خاطر وہ ظلم اور بے انصافی کرتا ہے اور اپنے لئے جہنم کی آگ میں جلنے کا خطرہ مول لیتا ہے۔ جس مال کو آدمی اپنا سب کچھ سمجھتا ہے وہ اس کو برت نہیں پاتا کہ موت آجاتی ہے اور اس کو اس کے کمائے ہوئے مال سے جدا کر دیتی ہے۔ اگر آدمی اس حقیقت کو یاد رکھے تو وہ مال کے پیچھے اپنے کو دیوانہ نہ بنائے۔ آدمی کو کسی سے شکایت ہوتی ہے، وہ اس کو مٹانے میں لگ جاتا ہے۔ مگر ابھی وہ اپنے تخریبی منصوبہ کو پورا نہیں کر پاتا کہ موت اس کے اور اس کے دشمن کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ اگر یہ حقیقت آدمی کے ذہن میں تازہ ہو تو وہ کبھی کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے۔ کبھی کسی کو بے عزت کرنے کا منصوبہ نہ بنائے۔

ایسا گھر جو کل کے دن جل جانے والا ہو اس کو کوئی نہیں خریدتا۔ ایسا شہر جو اگلے لمحہ بھونچال کی زد میں آنے والا ہو اس میں کوئی آباد نہیں ہوتا۔ مگر عجیب بات ہے کہ موت کے عظیم تر بھونچال کے معاملہ میں ہر آدمی یہی غلطی کر رہا ہے۔

کیسی عجیب غفلت

آدمی جب بوڑھا ہوتا ہے تو وہ بالکل نئے تجربہ سے دوچار ہوتا ہے۔ زندگی اب اس کے لئے اپنی تمام معنویت کھو دیتی ہے۔ اس کو نظر آتا ہے کہ جلد ہی وہ ایک نامعلوم دنیا کی طرف چھلانگ لگانے والا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کوئی ہو جو اس فیصلہ کن لمحہ میں اس کو امید کی کرن دے سکے۔ مگر موت اچانک اس کو اس طرح اپنے قبضہ میں کر لیتی ہے کہ اس کے لئے اس نے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ آدمی ہر قسم کی آزادی سے محروم کر کے مجبوری اور بے بسی کی دنیا میں ڈال دیا جاتا ہے۔

یہ موت ہر آدمی کا پیچھا کر رہی ہے۔ بچپن اور جوانی میں آدمی اسے بھولا رہتا ہے۔ مگر آخر کار تقدیر کا فیصلہ غالب آتا ہے۔ بڑھاپے میں جب کہ وہ کسی کام کے قابل نہیں ہوتا اس کی موت اچانک اس کو ایک ایسی دنیا میں پہنچا دیتی ہے جہاں اس کے لئے اندھیروں میں بھٹکنے کے سوا اور کچھ نہیں۔

آدمی دن کی روشنی میں یہ سمجھ کر اپنا نظام بناتا ہے کہ کچھ دیر کے بعد رات کا اندھیرا چھا جانے والا ہے اور رات کو اس یقین کے ساتھ سوتا ہے کہ چند گھنٹوں کے بعد دوبارہ صبح کی روشنی چاروں طرف پھیل جائے گی۔ مگر آخرت کی دنیا کا کسی کو ہوش نہیں۔ کوئی نہیں جو آنے والی موت کو اس طرح دیکھے جس طرح دن کا ایک مسافر شام کو دیکھتا ہے۔ اور ایسے لوگ تو شاید معدوم کے درجہ میں ہیں جو موت کے دوسری طرف جہنم کو بھڑکتا ہوا دیکھ رہے ہوں۔ ہر آدمی اس طرح زندگی گزار رہا ہے جیسے موت بھی دوسروں کے لئے ہے اور جہنم بھی دوسروں کے لئے۔

آدمی اکیلا ہے

موت یہ ثابت کرتی ہے کہ ہر آدمی اکیلا ہے۔ دنیا میں آدمی دوسروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہر آدمی ایک خاندان میں شامل ہوتا ہے۔ ہر آدمی اپنے کو کسی نہ کسی مجموعہ سے وابستہ کئے رہتا ہے۔

مگر موت انتہائی بے رحمی کے ساتھ آدمی کو ہر چیز سے الگ کر دیتی ہے۔ موت آدمی کو اس کے ساتھیوں سے جدا کر کے اس کو تنہا کھڑا کر دیتی ہے۔ موت اس حقیقت کو یاد دلاتی ہے کہ آدمی اکیلا ہے۔ کوئی اس کا ساتھی اور مددگار نہیں۔

یہ تجربہ ہر روز اور ہر مقام پر ہوتا ہے۔ آدمی اپنے سامنے دیکھتا ہے کہ ایک آدمی اپنے خاندان اور اپنے گروہ میں جی رہا تھا۔ اس کے بعد موت آئی اور اس نے اس کو کھینچ کر ایک ایسے گڑھے میں پہنچا دیا جہاں نہ کوئی اس کے دائیں ہوتا اور نہ کوئی اس کے بائیں۔ کیسا عجیب اور کیسا شدید ہے یہ تجربہ۔ مگر کوئی نہیں جو اس تجربہ کو دیکھ کر سبق لے۔

دنیا کی زندگی میں ہر موقع پر بہت سے ساتھی اس کی مدد کے لئے کھڑے ہونے والے تھے۔ مگر موت کے بعد کی زندگی میں وہ تنہا اپنی قبر کو بساتا ہے۔ وہ فرشتوں سے مقابلہ کے لئے اکیلا ہوتا ہے۔ وہ خدا کے سامنے اس طرح پہنچتا ہے کہ اس کے آگے پیچھے کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔

انسان اپنے کو بہت کچھ سمجھتا ہے، مگر انسان بے کچھ ہے۔ موت اس لئے آتی ہے کہ وہ آدمی کو اس کی اس حقیقت سے آخری حد تک باخبر کر دے۔

آخرت کا طوفان

ہماری موجودہ دنیا اور آخرت کی دنیا کے درمیان موت کی غیر یقینی دیوار حائل ہے۔ ہر آن یہ اندیشہ ہے کہ موت اس دیوار کو توڑ دے اور اس کے بعد آخرت کے سنگین حقائق ایک بے پناہ سیلاب کی طرح ہمارے اوپر پھٹ پڑیں۔ اس وقت کوئی زور اور کوئی لفظی بازیگری کام نہ آئے گی۔ آدمی بالکل بے سہارا ہو کر اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوگا۔ وہ تمام لوگ تباہی کے دائمی جہنم میں ڈال دئے جائیں گے جو دنیا کی خوش نمائیوں میں اس طرح گم تھے کہ کوئی نصیحت کی بات سننے کے لئے تیار ہی نہ ہوتے تھے۔ صرف وہ شخص بچے گا جس نے مالک کائنات کے سامنے حساب کے لئے پیش ہونے سے پہلے خود اپنا حساب کر لیا ہوگا۔

سب سے زیادہ غافل وہ ہے جو آنے والے دن سے غافل ہے، اس کی غفلت اس کو بچانے والی ثابت نہ ہوگی۔ سب سے زیادہ بے سہارا وہ ہے جو دنیوی اسباب کو اپنا سہارا سمجھے ہوئے ہے حالاں کہ یہ سہارے آخرت میں مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ثابت ہوں گے۔

بہت سے دیوار اٹھانے والے اپنی دیوار کو گرا رہے ہیں۔ بہت سے لوگ جو اپنے کو دوسروں سے بڑا سمجھ رہے ہیں وہ دوسروں کے پیروں تلے روندے جائیں گے۔ یہ اس دن ہوگا جب آخرت کا طوفان تمام عالم کو زیر و زبر کر دے گا۔ اس وقت خدا اپنے فرشتوں کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اس وقت سارے آدمیوں سے پوچھا جائے گا کہ انھوں نے اپنے پیچھے کیا چھوڑا اور اپنے آگے کے لئے کیا روانہ کیا۔

یہ بے خبری

آج لوگوں کے لئے سب سے آسان کام بولنا ہے اور سب سے مشکل کام چپ رہنا۔ مگر بہت جلد وہ دن آنے والا ہے جب کہ بولنا اتنا سنگین کام معلوم ہوگا کہ لوگ سوچیں گے کہ کاش وہ ساری عمر اپنی زبان کو بند رکھتے، کاش انھوں نے اپنے ہونٹوں کو سی لیا ہوتا۔ کاش وہ الفاظ رکھنے کے باوجود بے الفاظ ہو جاتے۔

آدمی کے وجود میں زبان سب سے زیادہ فتنہ کی چیز ہے مگر آدمی اپنی زبان ہی کا سب سے زیادہ غلط استعمال کرتا ہے۔ زبان حق کے اعتراف کے لئے ہے مگر آدمی اپنی زبان کو حق کے انکار کے لئے استعمال کرتا ہے۔ زبان اس لئے ہے کہ آدمی اس سے بھلائی کے الفاظ بولے مگر وہ اپنی زبان سے برائی کے الفاظ نکالتا ہے۔ جب کسی سے معاملہ پڑتا ہے تو آدمی ایک جواب دے کر مطمئن ہو جاتا ہے۔ اگر اس کو احساس ہو کہ آخری جواب کسی انسان کو نہیں بلکہ خدا کو دینا ہے تو وہ بولنے کے بجائے چپ رہنا پسند کرے۔ وقار کو بچانے کے بجائے وقار کو کھو دینا اس کی نظر میں زیادہ محبوب ہو جائے۔

اس قسم کی تمام باتوں کی وجہ یہ ہے کہ آدمی نے غلط طور پر اپنے آپ کو اپنا مالک سمجھ لیا ہے، اس کو یاد نہیں کہ بہت جلد اس کا خالق و مالک ظاہر ہوگا اور اس کو گرفتار کر کے بے بسی کے گڑھے میں پھینک دے گا۔

اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ کل ان کا کیا انجام ہونے والا ہے تو ان کا آج ان کے لئے بے لذت ہو جائے۔ ان کی ڈھٹائی اچانک عاجزی میں تبدیل ہو جائے۔ یہ صرف آنے والے کل سے بے خبری ہے جس نے لوگوں کے آج کو ان کے لئے لذیذ بنا رکھا ہے۔

قیامت کی چنگھاڑ

جو لوگ واقعی معنوں میں اپنے رب کو پالیں وہ ایک اور ہی انسان بن جاتے ہیں۔ بظاہر وہ عام آدمیوں کی طرح ہوتے ہیں مگر ان کا اندرونی انسان بالکل دوسرا انسان ہوجاتا ہے۔ ان کی جینے کی سطح عام انسانوں سے مختلف ہوجاتی ہے۔

ایسے لوگ موجودہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی آخرت کی فضاؤں میں پہنچ جاتے ہیں۔ دنیا کی ہر چیز ان کے لئے آخرت کا آئینہ بن جاتی ہے۔ آج کی رونقوں میں انھیں جنت کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ آج کی تلخیاں ان کو جہنم کی یاد دلانے والی بن جاتی ہیں۔ وہ دنیا میں آخرت کو دیکھ لیتے ہیں، وہ زندگی میں موت کا پیغام سن لیتے ہیں۔

مومن حقیقت میں وہی ہے جو دنیا میں آخرت کے عالم کو دیکھ لے۔ جو حالت غیب میں رہتے ہوئے حالت شہود میں پہنچ جائے۔ غیر مومن پر بھی وہ دن آئے گا جب کہ وہ آخرت کی دنیا کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ مگر یہ دیکھنا اس وقت ہوگا جب کہ قیامت کی چنگھاڑ ظاہری پردوں کو پھاڑ دے گی۔ جب غیب اور شہود کا فرق مٹ جائے گا۔ مگر اس وقت کا دیکھنا کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔ کیوں کہ وہ بدلہ پانے کا وقت ہوگا نہ کہ ایمان ویقین کا ثبوت دینے کا۔

قیامت کا فرشتہ صور لئے کھڑا ہے کہ کب حکم ہو اور پھونک مار کر سارے عالم کو تہ و بالا کر دے۔ یہ بے حد ہولناک وقت ہوگا۔ اس وقت آدمی بولنا چاہے گا مگر وہ بول نہ سکے گا۔ وہ چلنا چاہے گا مگر اس کے پاؤں چلنے کی طاقت کھو چکے ہوں گے۔

فیصلہ کا دن

وہ دن آنے والا ہے جب تمام اگلے پچھلے پیدا ہونے والے خدا کے پاس اس حال میں جمع کئے جائیں گے کہ ایک مالک کائنات کے سوا سب کی آوازیں پست ہوں گی ۔ اس دن صرف سچائی میں وزن ہوگا ، اس کے سوا تمام چیزیں اپنا وزن کھو چکی ہوں گی ۔ یہ فیصلہ کا دن ہوگا۔

ہمارے اور اس دن کے درمیان صرف موت کا فاصلہ ہے۔ ہم میں سے ہر شخص ایک ایسے انجام کی طرف چلا جارہا ہے جہاں اس کے لئے یا تو دائمی عیش ہے یا دائمی عذاب ۔ ہر لمحہ جو گزرتا ہے وہ ہم کو اس آخری انجام سے قریب تر کر دیتا ہے جو ہم میں سے ہر ایک کے لئے مقدر ہے۔ ہر بار جب سورج ڈوبتا ہے تو وہ ہماری عمر میں ایک دن اور کم کر دیتا ہے ، اس عمر میں جس کے سوا آنے والے ہولناک دن کی تیاری کا اور کوئی موقع نہیں۔ ہم کو زندگی کے صرف چند دن حاصل ہیں ، ایسے چند دن جن کا انجام لامحدود مدت تک بھگتنا پڑے گا۔ جس کا آرام بےحد خوشگوار ہے اور جس کی تکلیف بے حد دردناک ۔

قبل اس کے کہ موت آکر ہم کو اس عالم سے جدا کر دے جہاں صرف کرنا ہے اور اس عالم میں پہنچا دے جہاں کرنا نہیں صرف پانا ہے، ہمارے لئے ضروری ہے ہم اپنی زندگی کا احتساب کر لیں۔ ہم سب کو ایک روز مالک کائنات کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ کیسے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو خدا اپنے وفادار بندوں میں شمار کرے۔ کیوں کہ وہی لوگ اس دن عزت والے ہوں گے۔ کیسے بدبخت ہیں وہ لوگ جن کو خدا رد کر دے۔ کیوں کہ اس کے بعد ان کے لئے رسوائی اور عذاب کے سوا اور کچھ نہیں ۔

ایک ہی موقع

انسان ایک ابدی مخلوق ہے۔ اس کی عمر کا تھوڑا سا حصہ موجودہ دنیا میں گزرتا ہے اور بقیہ تمام حصہ آخرت کی دنیا میں جو مرنے کے بعد سامنے آنے والی ہے۔ موجودہ دنیا عمل کرنے کی جگہ ہے اور اگلی دنیا اپنے عمل کا انجام پانے کی جگہ۔

آخرت کی دنیا کے لئے کوئی شخص جو کچھ کرسکتا ہے اسی موجودہ دنیا میں کرسکتا ہے۔ اس کے بعد کرنا نہیں، صرف بھگتنا ہے۔ موجودہ زندگی کا عرصہ بہت کم ہے۔ کتنے لوگ ہیں جن کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا مگر آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ اسی طرح جو لوگ آج ہم کو دیکھ رہے ہیں، ایک وقت آئے گا کہ ہم ان کے دیکھنے کے لئے اس دنیا میں موجود نہ ہوں گے۔ ہم اپنی عمر پوری کر کے اپنے رب کے پاس جا چکے ہوں گے۔

موجودہ زندگی وہ پہلا اور آخری لمحہ ہے جب کہ انسان اپنے ابدی مستقبل کی تعمیر کے لئے کچھ کرسکتا ہے۔ نہ اس سے پہلے ایسا کوئی موقع انسان کو ملا تھا اور نہ اس کے بعد ایسا کوئی موقع انسان کو ملے گا۔ ہم ایک ایسے امتحان سے گزر رہے ہیں جس کا ایک لازمی نتیجہ سامنے آنے والا ہے۔ اور بہت جلد ہم ایک ایسے لازمی نتیجہ سے دوچار ہوں گے جس سے بچنے کی ہمارے پاس کوئی سبیل نہیں۔

یاد رکھئے، زندگی کا ہر لمحہ جو آپ صرف کر رہے ہیں آخری طور پر صرف کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ دوبارہ آپ کے لئے واپس آنے والا نہیں۔ ہمارے لئے صرف ایک ہی موقع ہے، ہم خواہ اس کو استعمال کریں یا اس کو ضائع کر دیں۔ یہ دنیا ہم کو صرف ایک بار دی گئی ہے، خواہ یہاں ہم اپنے لئے جنت کی فصل اگائیں یا جہنم کی۔

اصلی ہار جیت

دنیا میں کوئی کامیاب نظر آتا ہے اور کوئی ناکام ۔ اس بنا پر لوگ اسی دنیا کو ہارجیت کی جگہ سمجھنے لگتے ہیں۔ ان کا ذہن یہ ہوجاتا ہے کہ اسی دنیا کی جنّت جنّت ہے اور اسی دنیا کی دوزخ دوزخ۔

مگر یہ محض دھوکا ہے۔ ہارجیت تو دراصل وہ ہے جو اگلی زندگی میں سامنے آنے والی ہے۔ وہ لوگ جو دنیا میں اپنے کو کامیاب سمجھتے ہیں جب پردہ ہٹے گا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ اصل حقیقت تو کچھ اور تھی ۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ کون گھاٹے میں رہا اور کون نفع کما لے گیا۔ کس نے دھوکا کھایا اور کون ہوشیار نکلا۔ کون مقابلہ کی دوڑ میں پیچھے رہ گیا اور کون آگے بڑھنے والا ثابت ہوا۔ کس نے اپنی صلاحیتوں کو نتیجہ خیز کام میں لگایا اور کون تھا جس نے اپنی قوتوں کو وقتی تماشوں میں ضائع کردیا۔ کس نے عزت پائی اور کون رسوا اور ذلیل ہوکر رہ گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہار اس کی ہے جو آخرت میں ہارا۔ اور جیت اس کی ہے جو آخرت کے دن جیتا۔ وہ لوگ جو مصلحت پرستی اور موقع شناسی کی مہارت دکھا کر آج کی دنیا میں عزت اور ترقی حاصل کر رہے ہیں، کل کی دنیا میں ان کی یہ مہارتیں بالکل بے کار ثابت ہوں گی ۔ مرنے کے بعد جب وہ آخرت کے عالم میں پہنچیں گے تو وہاں کے حالات میں عزت کی جگہ لینے کے لئے وہ اسی طرح اپنے آپ کو نااہل پائیں گے جس طرح ایک قدیم طرز کا دستکار آدمی روایتی ماحول میں باکمال نظر آتا ہے۔ لیکن اگر وہ جدید طرز کے ٹیکنکل معاشرہ میں پہنچ جائے تو وہاں وہ بالکل بے قیمت ہوجائے گا۔

سب سے بڑا بھونچال

بھونچال خدا کی ایک نشانی ہے۔ بھونچال جب آتا ہے تو وہ تمام دنیوی بھروسوں کو باطل ثابت کر دیتا ہے۔ بھونچال کے لئے پکے محل اور کچی جھونپڑیوں میں کوئی فرق نہیں۔ طاقت ور اور کمزور دونوں اس کے نزدیک یکساں ہیں۔ وہ بے سہارا لوگوں کو بھی اسی طرح تہس نہس کر دیتا ہے جس طرح ان لوگوں کو جو مضبوط سہارا پکڑے ہوئے ہیں۔

بھونچال پیشگی طور پر یہ بتاتا ہے کہ اس دنیا میں بالآخر ہر ایک کے لئے کیا ہونے والا ہے۔ بھونچال ایک قسم کی چھوٹی قیامت ہے جو بڑی قیامت کا پتہ دیتی ہے۔ جب ہولناک گڑگڑاہٹ لوگوں کے اوسان خطا کر دیتی ہے۔ جب مکانات تاش کے پتوں کی طرح گرنے لگتے ہیں۔ جب زمین کا نچلا حصہ اوپر آجاتا ہے اور جو اوپر تھا وہ نیچے دفن ہو جاتا ہے۔ اس وقت انسان جان لیتا ہے کہ وہ قدرت کی طاقتوں کے آگے بالکل بے بس ہے۔ اس کے لئے صرف یہ مقدر ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اپنی بربادی کا تماشہ دیکھے اور اس کو روکنے کے لئے کچھ نہ کر سکے۔

قیامت کا بھونچال موجودہ بھونچال سے بے حساب گنا زیادہ ہوگا۔ اس وقت سارے سہارے ٹوٹ جائیں گے۔ ہر آدمی اپنی ہوشیاری بھول جائے گا۔ عظمت کے تمام منارے اس طرح گر چکے ہوں گے کہ ان کا کہیں وجود نہ ہوگا۔ اس دن وہی سہارے والا ہوگا جس نے موجودہ چیزوں کو بے سہارا سمجھا تھا۔ اس دن وہی کامیاب ہوگا جس نے اس وقت خدا کو اپنایا تھا جب سارے لوگ خدا کو بھول کر دوسری دوسری چھتریوں کے نیچے پناہ لئے ہوئے تھے۔

بہت جلد

دولت، عزت، اولاد اور اقتدار وہ چیزیں ہیں جن کو آدمی سب سے زیادہ چاہتا ہے۔ وہ ان کو حاصل کرنے کے لئے اپنا سب کچھ لگا دیتا ہے۔ مگر موت کا واقعہ بتاتا ہے کہ اس دنیا میں کسی کے لئے اپنی خواہشوں کی تکمیل ممکن نہیں۔ اس دنیا میں آدمی ان چیزوں کو نہیں پاسکتا جن کو وہ سب سے زیادہ پانا چاہتا ہے۔

آدمی اگر یہ سوچے کہ کسی چیز کو پانے کا کیا فائدہ جب کہ چند ہی روز بعد اس کو چھوڑ کر چلا جانا ہے تو اس کے اندر قناعت آجائے اور دنیا کی تمام لوٹ کھسوٹ ختم ہوجائے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ یہاں پانے اور نہ پانے میں بہت زیادہ فرق نہیں۔ جو پانا اگلے دن کھونا بننے والا ہو اس پانے کی کیا قیمت ہے۔ آدمی اپنی ساری کوشش خرچ کرکے جو چیز حاصل کرتا ہے وہ صرف اس لئے ہوتی ہے کہ اگلے لمحہ وہ اسے کھودے۔ ہر زندگی بالآخر موت سے دوچار ہونے والی ہے۔ ہر وہ محبوب چیز جس کو آدمی اپنے گرد وپیش جمع کرتا ہے اس کو چھوڑ کر وہ دنیا سے اس طرح چلا جاتا ہے کہ پھر کبھی اس کی طرف نہیں لوٹتا۔

آدمی آج میں جیتا ہے، وہ کل کو بھولا ہوا ہے۔ آدمی دوسرے کا گھر اجاڑ کر اپنا گھر بناتا ہے حالاں کہ اگلے دن وہ قبر میں داخل ہونے والا ہے۔ آدمی دوسرے کے اوپر جھوٹے مقدمے چلاکر اس کو انسانی عدالت میں لے جاتا ہے حالانکہ فرشتے خود اس کو خدا کی عدالت میں لے جانے کے لئے اس کے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔ آدمی دوسرے کو نظرانداز کرکے اپنی عظمت کے گنبد میں خوش ہوتا ہے حالانکہ بہت جلد اس کا گنبد اس طرح ڈھ جانے والا ہے کہ اس کی ایک اینٹ بھی دیکھنے کے لئے باقی نہ رہے۔

خدا کی ترازو

امتحان کی اس دنیا میں ہر ایک کے لئے آزادی ہے۔ یہاں یہ ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے پڑوسی کو ستائے اس کے باوجود اس کو دینداری کے اسٹیج پر بیٹھنے کے لئے نمایاں جگہ ملی ہوئی ہو۔ ایک شخص اپنی لیڈری کے لئے سرگرم ہو پھر بھی وہ مجاہد حق کے نام سے شہرت پائے۔ ایک شخص اپنے اہل معاملہ سے بے انصافی کا طریقہ اختیار کرے اس کے باوجود امن و انصاف کے نام پر ہونے والے اجلاس میں اس کو صدارت کے لئے بلایا جائے۔ ایک شخص کی تنہائیاں اللہ کی یاد سے خالی ہوں مگر عوامی مقامات پر وہ اللہ کا جھنڈا اٹھانے والا سمجھا جاتا ہو۔ ایک شخص کے اندر مظلوم کی حمایت کا کوئی جذبہ نہ ہو پھر بھی اخبارات کی سرخیوں میں اس کو مظلوموں کے حامی کی حیثیت سے نمایاں کیا جا رہا ہو۔ ایک شخص صرف قول کا کارنامہ دکھا رہا ہو، پھر بھی کریڈٹ دینے والے اس کو عمل کا کریڈٹ دے رہے ہوں۔

ہر آدمی کی اصل حقیقت خدا کے علم میں ہے مگر دنیا میں وہ لوگوں کی حقیقت کو چھپائے ہوئے ہے۔ آخرت میں وہ ہر ایک کی حقیقت کھول دے گا۔ وہ وقت آنے والا ہے جب کہ خدا کی ترازو کھڑی ہو اور ہر آدمی کو تول کر دیکھا جائے کہ کون کیا تھا اور کون کیا نہیں تھا۔ اس وقت کا آنا مقدر ہے۔ کوئی شخص نہ اس کو ٹال سکتا اور نہ کوئی شخص اپنے آپ کو اس سے بچا سکتا۔ کامیاب صرف وہ ہے جو آج ہی اپنے کو خدا کی ترازو میں کھڑا کرے۔ کیونکہ جو شخص کل خدا کی ترازو میں کھڑا کیا جائے اس کے لئے بربادی کے سوا اور کچھ نہیں۔

موت کے بعد

ہر شخص کے اوپر وہ دن آنے والا ہے جب کہ وہ اپنے آپ کو موت کے دروازہ پر کھڑا ہوا پائے گا۔ اس کے پیچھے وہ دنیا ہوگی جس کو وہ چھوڑ چکا، جس میں اب وہ واپس نہیں جا سکتا۔ اور سامنے وہ عالم ہوگا جس میں اب اسے داخل ہونا ہے، جس میں داخلہ سے وہ اپنے آپ کو روک نہیں سکتا۔

فیصلہ کا یہ دن ہر آدمی کی طرف دوڑا چلا آرہا ہے۔ اس دن ہر آدمی اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو جائے گا خواہ اس نے اپنے اوپر کتنے ہی زیادہ پردے ڈال رکھے ہوں، خواہ اس نے اپنے آپ کو کیسے ہی خوبصورت الفاظ میں چھپا رکھا ہو۔

موجودہ دنیا میں یہ ممکن ہے کہ ایک خود پرست آدمی اپنے آپ کو خدا پرست کے روپ میں ظاہر کرے۔ ایک شخص کو اپنے جاہ و مرتبہ سے دل چسپی ہو مگر لوگوں کے سامنے وہ اپنے کو اس انداز میں پیش کرے گویا وہ حق کا سب سے بڑا علم بردار ہے۔ ایک شخص کا یہ حال ہو کہ ذاتی مصلحتیں اور ذاتی مفادات اس کی سرگرمیوں کا مرکز و محور ہوں مگر اپنی تقریر و تحریر سے وہ لوگوں پر ایسا جادو کرے کہ لوگ اس کو حق کا سب سے بڑا نمائندہ سمجھنے لگیں۔

مگر موت انسانی زندگی کا وہ واقعہ ہے جو اس قسم کی تمام چیزوں کو باطل کر دینے والا ہے۔ موت کے بعد آدمی جس دنیا میں پہنچتا ہے وہاں اچانک اس قسم کے تمام لبادے اس کے اوپر سے اتر جاتے ہیں۔ وہ اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں سامنے آجاتا ہے، اپنے لئے بھی اور دوسرے انسانوں کے لئے بھی۔

عدالت میں پیشی

موت ہماری زندگی کا خاتمہ نہیں، وہ ہماری اصل زندگی کا آغاز ہے۔ موت دراصل کسی انسان کا وہ وقت ہے جب وہ مالک کائنات کی عدالت میں آخری فیصلہ کے لئے پیش کر دیا جاتا ہے۔

موت سے پہلے آدمی کو بہت سے کام نظر آتے ہیں۔ مگر موت کے بعد آدمی کے سامنے صرف ایک ہی کام ہوگا ——— یہ کہ خدا کے غضب سے وہ کس طرح بچے۔ جب آدمی کے پاس بہت زیادہ وقت ہو تو وہ بہت سے کام چھیڑ دیتا ہے۔ مگر جس شخص کو وقت کے صرف چند لمحے حاصل ہوں وہ صرف وہی کام کرتا ہے جو انتہائی ضروری ہے۔ فیصلہ کن لمحات میں کوئی شخص غیر متعلق یا غیر اہم کام میں مصروف ہونے کی حماقت نہیں کرتا۔

موت کے معاملہ کی نزاکت اس وقت بہت بڑھ جاتی ہے جب یہ دیکھا جائے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ وہ کسی بھی وقت کسی بھی شخص کے لئے آسکتی ہے۔ ایسی حالت میں ایک بتانے والے کے پاس سب سے پہلی اور سب سے بڑی بات جو لوگوں کو بتانے کے لئے ہونی چاہئے وہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو موت کے خطرے سے آگاہ کرے۔ وہ کل سے پہلے لوگوں کو کل کے بارے میں خبردار کر دے۔

اسلام کی دعوت کیا ہے، آخرت کی چیتاونی۔ یہ قبر کے اُس پار کے معاملات سے قبر کے اِس پار والوں کو باخبر کرنا ہے۔ اسلام کا داعی موت اور زندگی کے درمیان کھڑا ہوتا ہے۔ اس کو موت سے پہلے مرجانا پڑتا ہے تاکہ وہ دوسری طرف کی دنیا کو دیکھے اور مُردوں کے احوال سے زندوں کو باخبر کر سکے۔

سب سے بڑا حادثہ

ہماری دنیا میں جو سب سے بڑا حادثہ پیش آرہا ہے وہ یہ کہ یہاں بسنے والے انسانوں میں سے تقریباً دس لاکھ آدمی ہر روز مر جاتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ موت کے فرشتے کل کے لئے جن دس لاکھ آدمیوں کی فہرست تیار کر رہے ہیں اس میں اس زمین پر چلنے والوں میں سے کس کس کا نام ہو۔ ہم میں سے ہر شخص کو موت آنی ہے۔ مگر ہم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی موت کب آئے گی اور جن لوگوں کے درمیان ہم زندگی گزار رہے ہیں ان کے متعلق بھی کچھ نہیں معلوم کہ ان میں سے کون کل اٹھا لیا جائے گا اور کون کل کے بعد سننے اور دیکھنے کے لئے باقی رہے گا۔

یہ آنے والا وقت ہم میں سے ہر شخص کی طرف دوڑا چلا آرہا ہے۔ ہر زندہ انسان اس خطرہ میں مبتلا ہے کہ کل اس کی موت آجائے اور اس کے بعد نہ اس کے لئے سننے کا موقع باقی رہے اور نہ ہمارے لئے سنانے کا۔

یہ صورت حال بتا رہی ہے کہ کرنے کا اصل کام کیا ہے۔ کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص آخرت کی فکر کرے اور دوسرے انسانوں کو زندگی کے اس حقیقی مسئلہ سے آگاہ کرے۔ دنیا کی آبادی اگر چار ارب ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو چار ارب کام کرنے ہیں۔ کیوں کہ آج کا ہر آدمی حقیقت سے غافل ہے، ہر آدمی اس کا محتاج ہے کہ اس کو حقیقت کا علم پہنچایا جائے۔ کوئی بڑا طوفان ٹوٹنے والا ہو تو چھوٹی باتیں بھول جاتی ہیں۔ موت بلاشبہ سب سے بڑا طوفان ہے۔ اگر آدمی کو اس کا احساس ہو تو وہ سب سے زیادہ موت کے بارے میں سوچے اور سب سے زیادہ موت کے بارے میں چرچا کرے۔

آخرت کا اعلان

مسلمان خدا کی طرف سے اس ذمہ داری پر مقرر کیے گئے ہیں کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کو بتا دیں کہ قیامت کا ایک دن آنے والا ہے جب کہ ان کا رب ان سے ان کا حساب لے گا اور پھر ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق انعام یا سزا دے گا۔ اس تقرر نے ان کے حال اور مستقبل کو تمام تر اس کام کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ ان کی قیمت صرف اس وقت ہے جب کہ وہ خدائی پیغام رسانی کی اس خدمت کو انجام دیں۔ اگر وہ اس کے لیے نہ اٹھیں تو خدا کے نزدیک وہ اپنی قیمت کھو دیں گے۔

اس کام کو چھوڑنے کے بعد کوئی بھی دوسری چیز ان سے قبول نہ کی جائے گی خواہ بظاہر وہ دین و ملت ہی کا کوئی کام کیوں نہ ہو۔ اس ذمہ داری سے غافل ہونے کے بعد خدا ان کو ان کے دشمنوں کے حوالے کر دے گا۔ ان کے اوپر دوسری قومیں غلبہ حاصل کریں گی۔ حتٰی کہ دوسری بنیادوں پر اٹھائی ہوئی ان کی اسلامی سرگرمیوں پر بھی رولر چلا دیا جائے گا۔ خود ساختہ خیالات کے تحت اگرچہ وہ خوش فہمیوں میں مبتلا رہیں گے۔ مگر حالات کی بے رحم زبان چیخ کر کہہ رہی ہوگی کہ ان کا خدا ان کو چھوڑ چکا ہے۔

دنیا کی قوموں کے سامنے آخرت کا اعلان کرنے کے لیے اگر مسلمان نہیں اٹھتے تو ان کی کوئی قیمت خدا کے نزدیک نہیں ہے، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ یہود کی تاریخ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ آدمی کی قیمت اس ذمہ داری کے اعتبار سے ہوتی ہے جس کی ادائگی پر اس کو مامور کیا گیا ہے۔ پھر مسلمان جب اپنی ذمہ داری ہی کو ادا نہ کریں تو اس کے بعد ان کی قیمت ان کے مالک کے نزدیک کیا ہوگی۔

دعوتی ذمہ داری

دنیا کا سیلاب اس لئے آتا ہے کہ وہ ہم کو قیامت کے زیادہ بڑے سیلاب کا نقشہ دکھائے۔ حقیقت یہ ہے کہ قیامت اسی طرح کا ایک بہت بڑا سیلاب ہے جیسا سیلاب ہر سال ہماری زمین پر آتا ہے اور بستیوں اور آبادیوں کو تہس نہس کر دیتا ہے۔ یہ آنے والا سیلاب جب آئے گا تو ہمارے تمام حفاظتی بند ٹوٹ جائیں گے۔ وہ ہم کو اس طرح گھیر لے گا کہ پہاڑ کی چوٹیاں بھی اس کے مقابلہ میں ہم کو پناہ دینے سے عاجز رہیں گی۔

دنیا کے سیلاب میں وہی شخص بچتا ہے جس نے اس کے آنے سے پہلے اپنے لئے کشتیاں بنائی ہوں، اسی طرح آخرت کے سیلاب میں صرف وہ شخص بچے گا جس نے اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دیا ہو، جو خدا کی کشتی میں سوار ہو گیا ہو۔

آج دنیا کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ قیامت کے آنے والے اس سیلاب سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ خدا نے اپنے پیغمبر اسی لئے بھیجے تاکہ وہ دنیا والوں کو اس آنے والے سیلاب سے خبردار کریں۔ تاکہ موت کے بعد جب خدا لوگوں کو پکڑے تو کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ ہم کو ایک ایسے معاملہ کے لئے پکڑا جا رہا ہے جس کے بارے میں ہمیں اس سے پہلے کچھ بتایا نہیں گیا تھا۔

اب کوئی نبی آنے والا نہیں مگر یہ کام بدستور اپنی جگہ باقی ہے۔ ختم نبوت کے بعد امت مسلمہ اسی خاص کام پر مامور ہے۔ اس کی لازمی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام قوموں کو اس سے باخبر کرے، قبل اس کے کہ خدا کا وہ سیلاب پھٹ پڑے اور پھر نہ کسی کے لئے خبردار کرنے کا موقع ہو اور نہ کسی کے لئے خبردار ہونے کا۔

اس وقت کیا ہوگا

وہ وقت کیسا عجیب ہوگا جب خدا کی عدالت قائم ہوگی۔ کسی کے لئے ڈھٹائی اور انکار کا موقع نہ ہوگا۔ وہ شخص جس کو دنیا میں لوگوں نے بے قیمت سمجھ کر نظرانداز کردیا تھا وہی خدا کی نظر میں سب سے زیادہ قیمت والا قرار پائے گا۔ جس کو لوگوں نے اپنے درمیان سب سے کمزور سمجھ لیا تھا وہی اس وقت خدا کے حکم سے وہ شخص ہوگا جس کی گواہی پر لوگوں کے لئے جنت اور جہنم کا فیصلہ کیا جائے۔

اس وقت ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو دنیا میں بہت بولنے والے تھے مگر وہاں اپنے آپ کو گونگا پائیں گے۔ جو دنیا میں عزت اور طاقت والے سمجھے جاتے تھے مگر وہاں اپنے آپ کو بالکل بے زور دیکھنے پر مجبور ہوں گے۔ جب ان کا ظاہری پردہ اتارا جائے گا اور پھر دیکھنے والے دیکھیں گے کہ دین کا لبادہ پہننے والے دین سے کس قدر خالی تھے۔ جب کتنی سفیدیاں کالی نظر آئیں گی اور کتنی رونقیں بے رونق ہوچکی ہوں گی۔

موجودہ دنیا میں لوگ مصنوعی غلافوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ کسی کے لئے خوبصورت الفاظ اس کی اندرونی حالت کا پردہ بنے ہوئے ہیں اور کسی کو اس کی مادی رونقیں اپنے جلو میں چھپائے ہوئے ہیں۔ مگر آخرت میں لوگوں کے الفاظ بھی ان سے چھن جائیں گے اور ان کی مادی رونقیں بھی۔ اس وقت ہر آدمی اپنی اصلی صورت میں سامنے آجائے گا۔ کیسا سخت ہوگا وہ دن۔ اگر آج لوگوں کو اس کا اندازہ ہوجائے تو ان کے الفاظ کا ذخیرہ ختم ہوجائے۔ کسی چیز میں ان کے لئے لذت باقی نہ رہے۔ دنیا کی عزت بھی ان کو اتنی ہی بے معنی معلوم ہو جتنی دنیا کی بے عزتی۔

اسلام کی روح

مومن کون ہے۔ مومن وہ ہے جو اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ اسرافیل صور لئے کھڑے ہیں اور اس بات کے منتظر ہیں کہ کب خدا کا حکم ہو اور پھونک مار کر سارے عالم کو تہ و بالا کر دیں۔ کافر اور مومن کا فرق حقیقۃً اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ کافر دنیا کی سطح پر جیتا ہے اور مومن آخرت کی سطح پر۔ ایک ظاہر حیات میں گم رہتا ہے۔ دوسرا آخر حیات میں اپنے لئے زندگی کا راز پالیتا ہے۔

اسلام کا مطلب یہ ہے کہ زندگی خدا اور آخرت کی یاد میں ڈھل جائے۔ یہاں بندہ اپنے رب سے روحانی سطح پر ملاقات کرتا ہے۔ مگر جب اسلام کے ماننے والوں کو زوال ہوتا ہے تو اسلام کی روح غائب ہو جاتی ہے اور صرف اس کے ظاہری پہلو باقی رہ جاتے ہیں۔ اسلام اپنی سطح سے اتر کر ماننے والوں کی سطح پر آجاتا ہے۔

اب نظر نہ آنے والے خدا سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے البتہ نظر آنے والے خداؤں کا چرچا خوب شروع ہو جاتا ہے۔ خدا کے لئے تنہائیوں میں رونا باقی نہیں رہتا البتہ اسلام کے نام پر ہنگامے خوب ترقی کرتے ہیں۔ نماز لوگوں کی روح کو پُر رونق نہیں بناتی البتہ مسجدوں کی رونقیں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ روزہ سے پرہیزگاری کا جذبہ نکل جاتا ہے البتہ افطار و سحر کی دھوم خوب دکھائی دیتی ہے۔ عید میں عبدیت کی روح نہیں ہوتی البتہ تماشے کی چیزیں خوب رونق پکڑتی ہیں۔ رسول لوگوں کے لئے زندگی کا رہنما نہیں ہوتا، البتہ رسول کے نام پر جشن اور جلسہ جلوس کی بہاریں شباب پر نظر آتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ خدا کے دین کو اپنی دنیا دارانہ زندگی میں ڈھال لیا جاتا ہے۔

بھیڑ کے درمیان سناٹا

دین جب قومی روایت بن جائے تو ایک نیا عجیب و غریب منظر سامنے آتا ہے۔ دین کے نام پر طرح طرح کی ظاہری دھوم بہت بڑھ جاتی ہے مگر اصل دین اتنا نایاب ہوتا ہے کہ ڈھونڈنے سے بھی کہیں نہیں ملتا۔

یہی حال آج ملت کا ہو رہا ہے۔ نمازیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے مگر اللہ کے ڈر سے جھکنے والے نظر نہیں آتے۔ دین کی خاطر بولنے والے بہت ہیں مگر دین کی خاطر چپ ہو جانے والا کوئی نہیں۔ ملت کو بربادی سے بچانے کے لئے ہر شخص مجاہد بنا ہوا ہے مگر فرد کو بربادی سے بچانے کے لئے کوئی بے قرار نہیں ہوتا۔ اپنی حق پرستی کو جاننے کا ماہر ہر ایک ہے مگر دوسرے کی حق پرستی کو جاننے کی ضرورت کسی کو محسوس نہیں ہوتی۔ چوک پر خدا پرستی کا مظاہرہ کرنے والوں کی ہر طرف بھیڑ لگی ہوئی ہے مگر تنہائیوں میں خدا پرست بننے سے کسی کو دلچسپی نہیں۔ خدا کے دین کو ساری دنیا میں غالب کرنے کا چیمپین ہر آدمی بنا ہوا ہے مگر خدا کے دین کو اپنی زندگی میں غالب کرنے کی فرصت کسی کو نہیں۔ اچھے الفاظ کا بھنڈار ہر ایک کے پاس موجود ہے۔ مگر اچھے عمل کا خزانہ کسی کے پاس نہیں۔ جنت کی کنجیوں کے گچھے ہر ایک کے پاس ہیں مگر جہنم کے اندیشے سے تڑپنے کی ضرورت کوئی محسوس نہیں کرتا۔ دنیوی رونقوں والے اسلام کی طرف ہر شخص دوڑ رہا ہے مگر اس اسلام سے کسی کو دلچسپی نہیں جو زندگی میں آخرت کا زلزلہ پیدا کر دے۔

انسانوں کی بھیڑ کے درمیان سناٹے کا یہ عالم شاید آسمان نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

جیسا بونا ویسا کاٹنا

کاٹنے کے دن وہی آدمی کھیتی کاٹتا ہے جس نے کاٹنے کا دن آنے سے پہلے کھیتی کی ہو اور وہی چیز کاٹتا ہے جو اس نے اپنے کھیت میں بوئی تھی۔ یہی معاملہ آخرت کا بھی ہے۔ آخرت میں ہر شخص کو وہی فصل ملے گی جو اس نے موت سے پہلے دنیا میں بوئی تھی۔ جو شخص حسد و عداوت اور ظلم و خود پرستی کے طریقوں پر چلتا رہا وہ گویا اپنی زمین میں کانٹے دار درخت کا بیج بو رہا ہے ایسا شخص آخرت میں کانٹے دار پھل پائے گا۔ اس کے برعکس جو شخص انصاف اور خیر خواہی اور اعترافِ حق کا طریقہ اختیار کرے وہ گویا پھل دار درخت کا بیج بو رہا ہے۔ ایسا شخص آخرت میں خوشبودار پھلوں کا وارث بنے گا۔

آدمی دنیا میں سرکشی دکھاتا ہے پھر بھی یہ خیال کرتا ہے کہ آخرت میں وہ خدا کے فرماں بردار بندوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ وہ دنیا میں تخریبی سرگرمیوں میں مشغول رہتا ہے پھر بھی یہ سمجھتا ہے کہ وہ آخرت کے تعمیری نتائج میں اپنا حصہ پائے گا۔ وہ دنیا میں الفاظ کے اوپر اپنی زندگی کھڑی کرتا ہے پھر بھی یہ یقین رکھتا ہے کہ آخرت میں حقائق کی صورت میں اس کا انجام اس کی طرف لوٹے گا۔ اس کے پاس خدا کا پیغام آتا ہے مگر وہ اس کو نہیں مانتا پھر بھی وہ سمجھتا ہے کہ وہ خدا کے مقبول بندوں میں شامل کیا جائے گا۔

خدا انسان کو جنت کی طرف بلا رہا ہے جو ابدی آرام اور خوشیوں کی جگہ ہے۔ مگر وہ چند دن کی جھوٹی لذتوں میں کھویا ہوا ہے، وہ خدا کی پکار کی طرف نہیں دوڑتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں حاصل کر رہا ہوں حالانکہ وہ صرف کھو رہا ہے۔ دنیا میں مکان بنا کر وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنی زندگی کی تعمیر کر رہا ہوں حالاں کہ وہ صرف ریت کی دیواریں کھڑی کر رہا ہے جو صرف اس لئے بنتی ہیں کہ بننے کے بعد ہمیشہ کے لئے گر پڑیں۔

آخری بات

ایک گھنٹہ گھر کسی چوراہہ پر تعمیر کر دیا جائے تو ہر شخص اس میں وقت دیکھتا ہے اور اپنی گھڑیاں اس سے ملا لیتا ہے۔ کسی کو یہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ جن کاریگروں اور انجینروں نے اس کو نصب کیا ہے وہ مسلمان تھے یا غیر مسلمان۔ اپنی قوم کے تھے یا دوسری قوم کے۔ یا یہ کہ جو گھڑی اس میں لگائی گئی ہے وہ کہاں کی بنی ہوئی ہے۔ اپنے ملک کی یا دوسرے کسی ملک کی۔ صرف اس بات کا یقین کہ اس سے صحیح وقت معلوم کیا جا سکتا ہے، ہر شخص کو اس کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ خدا کا دین بھی تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے اسی قسم کا ایک "گھنٹہ گھر" ہے۔ مگر یہاں ایسا نہیں ہوتا کہ لوگ اس کو دیکھیں اور اس سے اپنے لئے رہنمائی حاصل کریں۔

اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ صرف ایک ہے۔ لوگ وقت جاننے کے بارے میں سنجیدہ ہیں۔ مگر خدا کی بات جاننے کے بارے میں سنجیدہ نہیں۔ خدا کے دین کا تعلق اگلی زندگی کے معاملہ سے ہے اور گھڑی کا تعلق آج کی زندگی کے معاملہ سے۔ لوگوں نے جس چیز کو اپنا مقصد بنا رکھا ہے اس کے بارے میں گھڑی کی اہمیت انھیں معلوم ہے۔ مگر اگلی زندگی میں کامیابی کو انھوں نے اپنا مقصد ہی نہیں بنایا۔ پھر اس میں رہنمائی دینے والی چیز کی اہمیت کا احساس انھیں کیوں کر ہو۔

پھر خدا پرستی کا تقاضا صرف یہ نہیں ہے کہ اس کو مان لیا جائے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اپنے کو شامل کیا جائے۔ خدا پرستی اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے ایک اندرونی حالت کا نام ہے مگر اسی کے ساتھ اس کی ایک ظاہری صورت بھی ہے۔ خدا کو پانا کسی آدمی کے لئے شدت تاثر کا سب سے بڑا واقعہ ہے اور شدت تاثر کبھی چھپا ہوا نہیں رہ سکتا۔ ایک شخص پر خدا کی سچائی منکشف ہو تو وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ ایسا آدمی بے اختیار چاہے گا کہ اس کا پورا ماحول اس بات کا گواہ بن جائے کہ اس نے خدا کی پکار پر لبیک کہا اور مفاد اور مصلحت کے بتوں کو توڑ کر اس کا ساتھ دیا۔ اگر کوئی شخص قلبی ایمان کا مدعی ہو مگر وہ اعلان و اظہار سے گریز کرتا ہو تو یہ یقینی طور پر اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مصلحتوں کا شکار ہے۔ اور جو لوگ خدا کے مقابلہ میں مصلحت کو ترجیح دیں وہ کبھی خدا کو نہیں پاتے۔ مصلحت اور تعصب خدا پرستی کی ضد ہیں۔ مصلحت اور تعصب کے ساتھ خدا پرستی کا ایک روح میں جمع ہونا ممکن نہیں۔